فتاویٰ امن پوری

Part 576-600

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: پرانے نوٹوں کی نئے نوٹوں کے ساتھ خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہمارے مطابق پرانے نوٹوں کے عوض نئے نوٹ خریدے جا سکتے ہیں، مثلاً دس ہزار قیمت کے پرانے نوٹ دے کر نو ہزار قیمت کے نئے نوٹ لینا اور دینا جائز ہیں، کیونکہ جن چیزوں میں تفاضل (ایک طرح کی دو چیزوں میں سے ایک کو بڑھانا اور دوسری کو کم کرنا) ممنوع ہے، ان میں نوٹ (کرنسی) شامل نہیں۔

تفاضل سونا اور چاندی میں ممنوع ہے، جبکہ کرنسی نہ تو سونا چاندی ہے اور نہ سونا چاندی کا بدل ہے۔ اس لیے نئے پرانے نوٹوں میں تفاضل جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب!

اسی طرح پھٹے پرانے نوٹوں کے بدلے میں کم قیمت میں اچھی حالت کے نوٹ لینا دینا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

سوال: غیر مسلم ممالک سے پروڈکٹس خریدنا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلموں کی پروڈکٹس خریدی جا سکتی ہیں، بشرطیکہ ان میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔ البتہ اگر مسلم ممالک کے پاس معیاری پروڈکٹ موجود ہے، تو مسلمانوں سے ہی خریدنی چاہیے، یہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ عقیدۃ الولاء والبراء کا یہی تقاضا ہے۔

سوال: ایک مسلمان نے ارادہ کیا ہے کہ وہ رمضان میں تمام نفلی صدقات ایک کنیسا

پر خرچ کرے گا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلم عبادت گاہوں پر خرچ کرنا حرام اور نا جائز ہے۔ جس مسلمان نے رمضان میں نفلی صدقات کنیسا پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے، اسے چاہیے کہ اس ارادے کو ترک کرے، کیونکہ اس سے اسے کوئی اجر نہیں ملنے والا، بلکہ شدید گناہ حاصل ہونے والا ہے، یہ شراب نوشی اور زنا پر خرچ کرنے سے بھی بڑا جرم ہے، کیونکہ نصاریٰ اپنے کنیساؤں میں غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں، جو کہ واضح شرک ہے، شرک شراب نوشی اور زنا سے بھی بڑا جرم ہے، لہٰذا جس نے کنیسا پر خرچ کرنے کی نیت کی ہے، اسے توبہ واستغفار کرنی چاہیے اور اپنے صدقات مساجد، مدارس اور مستحقین پر خرچ کرنے چاہییں، تاکہ اس کے صدقات قبول ہوں۔

سوال: کیا غیر مسلم پڑوسی کی شفایابی کے لیے دعا کی جا سکتی ہے؟

جواب: مصلحت کے تحت غیر مسلم پڑوسی کی صحت یابی کے لیے دعا کی جا سکتی ہے، نیز اس کی تیمارداری اور دیکھ بھال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، اس سے اس کے دل میں اسلام کے لیے نرم گوشہ پیدا ہوگا۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ : أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ : أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ .

ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑ گیا، نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لائے، آپ اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے، اسے فرمایا: اسلام قبول کر لیجئے، تو وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا، وہ اس کے پاس ہی کھڑا تھا، اس نے کہا: ابوالقاسم کی بات مان لو، اس نے اسلام قبول کر لیا، نبی کریم ﷺ نے اس کے پاس سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ رہے تھے: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ» ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے، جس نے اسے آگ سے بچالیا۔''

(صحيح البخاري : 1356)

سوال: کافر راستے میں لفٹ مانگے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کافر راستے میں لفٹ مانگے، تو اس کی مدد کی جا سکتی ہے، غیر حربی کافر کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ‌* إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (الممتحنة : ٨-٩)

''جن نے دین میں تمہارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں

روکتا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ان لوگوں کو دوست بنانے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے دین کے بارے میں تم سے قتال کیا، تمھیں تمھارے وطن (مکہ) سے نکالا اور نکالنے والے سے تعاون کیا۔ ان لوگوں کو دوست بنانے والے بھی ظالم ہیں۔''

سوال: غیر مسلموں کی ایسی شے، جسے وہ عبادت کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس شے کو اپنے کسی اور استعمال میں لانا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم اگر کسی شے کو عبادت میں استعمال کرتے ہیں، تو اس سے کوئی دوسرا کام کیا جا سکتا ہے، مثلاً اگر وہ عبادت کرتے ہوئے کوئی کپڑا استعمال کرتے ہیں، تو اس کپڑے پر بیٹھا جا سکتا ہے۔ اس کپڑے سے صفائی کی جا سکتی ہے، اسی طرح اس پر بیٹھ کر کھانا کھایا جا سکتا ہے یا اس طرح کے دیگر وہ کام کیے جا سکتے ہیں، جن کا تعلق معاملات سے ہے، نہ کہ عبادات سے۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم احسان کرے، تو کیا اسے بدلے میں ''جزاک اللہ خیرا'' کہا جا سکتا ہے؟

جواب: غیر مسلم احسان کرے یا کوئی نیکی کرے، تو اسے بدلے میں ''جزاک اللہ خیرا'' نہیں کہا جائے گا، بلکہ عام الفاظ میں شکریہ ادا کر دیا جائے، جیسے ''آپ کا بہت شکریہ''

سوال: اولاد کی اُمید پر میاں بیوی کو خوشخبری دینا کیسا ہے؟

جواب: اولاد کی اُمید ہو یا بچی بچہ پیدا ہو، تو نومولود کے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کو خوش خبری دینا جائز ہے۔ قرآن کریم میں اس خوش خبری کا بکثرت ذکر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾(آل عمران : ۳۹)

''وہ ابھی عبادت گاہ میں نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (اے زکریا!) اللہ آپ کو یحیٰی کی بشارت دیتا ہے، جو کلمۃ اللہ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کریں گے، سردار ہوں گے، پاک دامن اور صالح نبی ہوں گے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ تْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرٰى﴾(العنکبوت : ۳۱)

''ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾(الصّافّات : ۱۰۱)

''ہم نے انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) ایک بردبار بچے کی خوشخبری دی۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ﴾

(الذّاریات : ۲۸)

''انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے دل میں ان (فرشتوں) سے خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے اور انہیں ایک دانشمند بچے کی بشارت بھی سنائی۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۞ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۞ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَانِطِينَ﴾(الحجر: ۵۳۔۵۵)

''(مہمانوں نے) کہا کہ ڈریے نہیں، ہم آپ کو ایک دانشمند بچے کی خوش خبری دیتے ہیں، کہنے لگے کہ بڑھاپا میرے اوپر طاری ہے اور آپ خوش خبری دینے لگے ہیں، اب کاہے کی خوشخبری؟ کہا کہ ہم آپ کو سچی خوش خبری دیتے ہیں، آپ مایوس نہ ہوں۔''

❀ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾(هود: ۷۱)

''اُن (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی پاس کھڑی تھی، وہ ہنس پڑی، تو ہم نے انہیں اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی نوید سنائی۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾

(آل عمران: ۴۵)

''فرشتوں نے کہا، مریم! اللہ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں با آبرو اور خاص

بندوں سے ہوگا۔‘‘

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسلام کو سچا دین مانتا ہوں اور اسی پر عمل کرتا ہوں، مگر میں کسی دوسرے مذہب کو باطل نہیں کہتا، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام فقط ظاہری اعمال کا نام نہیں، اسلام کی تصدیق تب تک مکمل نہیں ہوتی، جب تک دیگر ادیان کو باطل نہ مانا جائے، لہٰذا جو شخص اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہے اور دیگر مذاہب کو باطل نہیں کہتا، تو وہ شخص ابھی مسلمان ہوا ہی نہیں، کیونکہ مسلمان ہونے کے لیے اسلام کو سچا مذہب سمجھنے کے ساتھ ساتھ اجمالاً دیگر باطل مذاہب کو باطل کہنا بھی ضروری ہے، مثلاً عیسائیت، یہودیت، ہندومت وغیرہ۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾(البقرة : ٢٥٦)

’’دین (میں داخل ہونے کے لیے) اکراہ و جبر نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے، لہٰذا جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا، بے شک اس نے ایک مضبوط کڑے کو تھام لیا ہے، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، اللہ خوب سننے والا اور بخوبی جاننے والا ہے۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(آل عمران : ٨٥)

”جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا، اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ روز آخرت خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النّساء: ٦٠)

”کیا آپ ان کی طرف نہیں دیکھتے، جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی اور اس سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کروالیا جائے، حالانکہ ان کو طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے، شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔“

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نُكَفِّرُ مَنْ لَّمْ يُكَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَيْرِ مِلَّةِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمِلَلِ أَوْ وَقَفَ فِيهِم أَوْ شَكَّ أَوْ صَحَّحَ مَذْهَبَهُمْ وَإِنْ أَظْهَرَ مَعَ ذٰلِكَ الْإِسْلَامَ وَاعْتَقَدَهٗ وَاعْتَقَدَ إِبْطَالَ كُلِّ مَذْهَبٍ سِوَاهُ فَهُوَ كَافِرٌ بِإِظْهَارِهٖ مَا أَظْهَرَ مِن خِلَافِ ذٰلِكَ.

”ہم ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں، جو ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی اور ملت کو اختیار کرنے والے کو کافر نہ سمجھے، یا ان کے بارے میں توقف کرے، یا شک کا

اظہار کرے یا ان کے مذہب کو صحیح کہے، اگر چہ وہ اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو اور اسلام کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اور اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کو باطل خیال کرتا ہو، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اپنے ہی نظریہ کے خلاف بات کی ہے۔''

(الشِّفا : 286/2)

سوال: بغیر ضرورت کے کافر ملک کی طرف سفر کرنا کیسا ہے؟

جواب: مناسب نہیں ہے۔

سوال: کافر اور مسلمان لڑ رہے ہیں، اس جھگڑے میں کافر حق بجانب ہے اور مسلمان زیادتی پر ہے، میں کس کا ساتھ دوں؟

جواب: اگر چہ آپ کی ہمدردیاں مسلمان کے لیے ہونے چاہییں، مگر جب کسی معاملہ میں مسلمان باطل پر ہو، تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے، بلکہ جو حق پر ہے، اس کا ساتھ دیا جائے۔ آپ مسلمان کو ظلم کرنے سے روکیں، یہ مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہوگی۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا كَانَ أَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ : تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ .

''اپنے بھائی کی مدد کیجئے، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: مظلوم کی تو ہم مدد کرتے ہیں، ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا: اسے ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے۔''

(صحيح البخاري : 2444)

سوال: مدرسہ کی تعمیر میں کفار کا مال لگانا کیسا ہے؟

جواب: اگر کافر اپنی مرضی اور خوشی سے مال دے، تو یہ تحفہ کے حکم میں ہوگا، تو اسے مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے، البتہ کفار سے مال کا مطالبہ کرنا مناسب نہیں، اس میں اسلام اور مسلمانوں کی تحقیر ہے۔

اسی طرح اگر کفار کا مال قبول کرنے سے ان سے موالاۃ قائم ہوتی ہے، تو بھی ان سے مال وصول نہیں کرنا چاہیے۔ یوں تمام دلائل میں تطبیق ہو جاتی ہے، واللہ اعلم!

خانہ کعبہ کی تعمیر کفار مکہ کے اموال سے ہوئی تھی، تو نبی کریم ﷺ نے اسے قائم رکھا۔

سوال: میری دکان میں کئی اشیا ہیں، جو حرام اجزاء سے تیار کی گئیں ہیں اور بعض اشیا کے اجزائے ترکیب کے حرام اور حلال ہونے میں شک ہے، اب میں مسلمان ہو چکا ہوں، کیا میں ان اشیا کو فروخت کر سکتا ہوں؟

جواب: دین اسلام میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے، ان کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔ رہی مشکوک اشیاء، تو اس سے احتراز کرنا دراصل اپنی عزت اور دین بچانا ہے، کیونکہ جو شخص مشکوک چیزوں سے نہیں بچتا، وہ غیر محتاط ہو جاتا ہے، پھر ایک وقت کے بعد وہ واضح حرام اُمور کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهٗ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ

الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ .

''حلال وحرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، (البتہ ماہر علما جانتے ہیں) لہٰذا جو شبہات سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچالیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے، تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے، تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھیں! وہ دل ہے۔''

(صحيح البخاري : 52، صحيح مسلم : 1599)

اس لیے ضروری ہے کہ آپ حرام اور مشکوک اشیا کی خرید وفروخت سے باز رہیں، اللہ آپ کو غنا عطا فرما دے گا، ان شاءاللہ!

سوال: کیا اسلام عقیدے کی آزادی کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: یہ کہنا کہ اسلام انسانوں کو عقائد میں مکمل آزادی دیتا ہے، بالکل باطل بات ہے۔ اسلام تو حکم دیتا ہے کہ عمدہ عقائد اختیار کیے جائیں اور ان پر کاربند ہوا جائے۔ اسلام انسانوں پر عقائد فرض کرتا ہے، انہیں عقائد کے باب میں آزاد نہیں کرتا کہ وہ جس عقیدہ کو چاہیے اختیار کریں اور جسے چاہے چھوڑ دیں۔

اسلام حکم دیتا ہے کہ توحید باری کا عقیدہ اختیار کیا جائے، دین پر قائم رہا جائے، اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اُمور سے اجتناب کیا جائے۔

اسلامی فرائض میں سب سے بڑا فریضہ توحید باری تعالیٰ ہے اور اسلام کے حرام کردہ اُمور میں سب سے بڑا احرام کام شرک ہے یا کسی ایسے کام کا ارتکاب کرنا ہے، جس سے کفر یا ارتداد لازم آئے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا﴾(النّساء : ٣٦)

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾(بني إسرائيل : ٢٣)

''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم فقط اسی کی عبادت کرو۔''

❁ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ أُمِرُوآ إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾(البَينة : ٥)

''انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اور یکسوئی کے ساتھ، (نیز) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، یہ مضبوط دین ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا

فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

''مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تا آنکہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جن لوگوں نے یہ اعمال کر لیے، انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''

(صحيح البخاري : 25، صحيح مسلم : 22)

ان آیات بینات اور حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ اسلام عقائد و اعمال میں حریت فکر کی حمایت نہیں کرتا ہے، وہ مسلمان کو عقائد اور اعمال میں پابند کرتا ہے، اسے نظریاتی طور پر آزاد نہیں کرتا۔ لہٰذا اسلام کی رو سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جو عقیدہ چاہے اختیار کرتا رہے، اسی طرح جس بھی شے کو چاہے حرام یا حلال کر دے۔ بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی عقائد و اعمال کو اختیار کرے، اسی کو دین سمجھے اور اسی کے مطابق عقیدہ بنائے۔ یہی صراط مستقیم ہے اور یہی جنت کی راہ ہے۔

حریت فکر کا نعرہ کفار اور ملحدین کی ایجاد ہے، وہ چاہتے ہیں کہ انسان خالق اور رب العالمین سے آزاد ہو جائے اور اپنی من مرضیاں کرتا پھرے۔ لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا، ان شاء اللہ!

سوال: کلینی کی ''الکافی'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۸ھ) کا شمار شیعہ مصنفین اور فقہا میں ہوتا ہے۔ اس کی شہرہ آفاق کتاب ''الکافی'' شیعہ کے بنیادی مراجع میں سے ہے۔ یہ کتاب کئی

گمراہیوں پر مشتمل ہے۔جس میں کئی شرکیہ عبارات موجود ہیں، ائمہ اہل بیت کی شان میں حد درجہ کا غلو ہے، نیز علمائے اہل بیت پر جھوٹ بولے گئے ہیں، ان سے منسوب جھوٹی اور من گھڑت باتیں نقل کی گئی ہیں، اس کی سندیں ردی ہیں، اس کی بعض سندوں میں گدھا گدھے سے بیان کرتا ہے۔اس کتاب میں کئی مضحکہ خیز باتیں بھی ہیں۔

لہٰذا اس کتاب کا کوئی اعتبار نہیں، نہ یہ لائق مطالعہ ہے۔

سوال: شیعہ کے فرقہ نصیریہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: فرقہ نصیریہ بالا تفاق کافر و مرتد ہیں۔ان کا دوسرا نام "علویہ" ہے۔اس فرقہ کا بانی مبانی ابوشعیب محمد بن نصیر بصری نمیری (۲۷۰ھ) ہے۔

اس فرقہ کے خطرناک عقائد ہیں، مثلاً؛

① یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اُلوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

② یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم سے محبت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ابن ملجم نے لاہوت کو ناسوت سے خلاصی دلائی ہے۔

③ بعد از وفات سیدنا علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں رہتے ہیں، بادل آپ کو سلام کہتے ہیں، بادلوں کی گرج سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آواز ہے اور بجلی آپ رضی اللہ عنہ کا کوڑا ہے۔

④ شراب نوشی کو جائز سمجھتے ہیں۔

⑤ حج کا انکار کرتے ہیں، بلکہ اسے بت پرستی کے مشابہ کہتے ہیں۔

⑥ شرعی زکوٰۃ کے قائل نہیں۔

اس کے علاوہ بھی ان کے کئی کفریہ و شرکیہ عقائد اور باطل نظریات ہیں۔جن کی بنا پر اہل علم نے اس فرقہ کی تکفیر کی ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ الْمُسَمَّوْنَ بِالْنُصَيْرِيَّة هُمْ وَسَائِرُ أَصْنَافِ الْقَرَامِطَةِ الْبَاطِنِيَّةِ أَكْفَرُ مِنْ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى؛ بَلْ وَأَكْفَرُ مِنْ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَضَرَرُهُمْ عَلٰى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ مِنْ ضَرَرِ الْكُفَّارِ الْمُحَارِبِينَ مِثْلَ كُفَّارِ التَّتَارِ وَالْفَرَنْجِ وَغَيْرِهِمْ؛ فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ يَتَظَاهَرُونَ عِنْدَ جُهَّالِ الْمُسْلِمِينَ بِالتَّشَيُّعِ وَمُوَالَاةِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَهُمْ فِي الْحَقِيقَةِ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِرَسُولِهٖ وَلَا بِكِتَابِهٖ وَلَا بِأَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ وَلَا ثَوَابٍ وَلَا عِقَابٍ وَلَا جَنَّةٍ وَلَا نَارٍ وَلَا بِأَحَدِ مِنْ الْمُرْسَلِينَ قَبْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِمِلَّةٍ مِّنَ الْمِلَلِ السَّالِفَةِ ....

''نصیریہ نامی فرقہ اور باطنی قرامطہ کے دیگر گروہ دراصل یہود ونصاریٰ سے بڑے کافر ہیں، بلکہ بہت سے مشرکین سے بھی بڑے کافر ہیں۔ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ان کا نقصان حربی کفار مثلاً تتار اور فرنج وغیرہ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ جاہل مسلمانوں کے ہاں یہ اپنا تشیع اور اہل بیت سے محبت کو ظاہر کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں یہ اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ کسی امر، نہی، ثواب، عقاب، جنت اور دوزخ کو بھی نہیں مانتے، اسی طرح محمد کریم ﷺ سے پہلے کسی بھی رسول یا سابقہ کسی ملت کے قائل نہیں......۔''

(الفتاویٰ الکبریٰ : 506/3، مَجموع الفتاویٰ : 149/35)

نصیریہ کو باطنیہ بھی کہتے ہیں، ان کے ہاں قرآن کریم کی ایک باطنی تفسیر بھی ہے، جسے عوام الناس نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کلام الٰہی اور احادیث رسول ﷺ کی معروف مرادوں کو ایسا معنی پہناتے ہیں، جو کلام کی مراد نہیں ہوتا، کہتے ہیں کہ یہ باطنی علم ہے۔اسی باطنی علم کی بنیاد پر انہوں نے کئی حرام کاموں اور چیزوں کو حلال سمجھ رکھا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذَبْحِ الشَّاةِ إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ .

''نبی کریم ﷺ نے کھانے کے علاوہ کسی مقصد کے لیے بکری ذبح کرنے سے منع فرمایا۔''

(الهداية : 416/2)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 406/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 120/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 137/7)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يُعْرَفْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

”یہ روایت بے اصل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور نہیں۔“

(فتح القدير : 476/5)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ روایت بے اصل ہے۔“

(مرقاة المَفاتيح : 2541/6)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

فَاوِضُوا فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْبَرْكَةِ .

”مشاورت کریں، یہ بہت زیادہ برکت کا باعث ہے۔“

(الهداية : 6/3)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”یہ روایت مجھے نہیں ملی۔“

(التّنبیه، ص 474)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 475/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث منکر اور بے اصل ہے۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهداية : 325/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 144/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”یہ حدیث بے سند اور بے اصل ہے۔“

(البِناية : 377/7)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يُعْرَفْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ أَصْلًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِهٖ .

''یہ حدیث کتب حدیث میں بالکل بھی معلوم نہیں ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔''

(فتح القدير : 158/6)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

الرِّبْحُ عَلٰى مَا شَرَطَا وَالْوَضِيعَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَالَيْنِ .

''(شراکت کے ساتھ کاروبار کرنے والوں میں) نفع کا تناسب وہ ہوگا، جو دونوں نے طے کیا ہے، جبکہ نقصان دونوں کے مال کی مقدار کے مطابق ہوگا۔''

(الهداية : 9/3)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ ...... مَرْفُوعًا .

''یہ روایت مجھے مرفوع نہیں ملی۔''

(التّنبيه، ص 475)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 475/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث منکر اور بے اصل ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 325/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 144/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا وَلَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔“

(البِناية : 398/7)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔“

(فتح القدير : 177/6)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا صدقہ فطر میں جنس کی بجائے قیمت دی جا سکتی ہے؟

جواب: صدقہ فطر میں جنس کی بجائے سونا، چاندی اور روپیہ پیسہ دیا جا سکتا ہے۔

❁ ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْتُهُمْ وَهُمْ يُعْطُونَ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ الدَّرَاهِمَ بِقِيمَةِ الطَّعَامِ.

''میں نے صحابہ و تابعین کا زمانہ پایا، وہ صدقہ فطر میں جنس کی قیمت کے برابر درہم دیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 10371، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بھی صدقہ فطر میں قیمت نکالنے کے قائل تھے۔**

(مصنّف ابن أبي شيبة : 173/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ أَنْ يُعْطٰى زَكَاةُ رَمَضَانَ فِضَّةً.

''صدقہ فطر میں چاندی بھی ادا کی جا سکتی ہے، اس میں حرج نہیں۔''

(تاريخ ابن معين : 2326، 2765)

❁ یہی مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(صحيح البخاري، باب العرض في الزّكوة)

مسلک اہل حدیث کے مطابق صدقہ فطر میں جنس اور اس کی قیمت دونوں دی جا سکتی ہیں۔ یہ رائے کہ صرف جنس ہی دی جائے گی، قیمت نہیں دی جا سکتی، مسلک اہل حدیث نہیں ہے، یہ اہل علم کا اجتہاد ہے۔

سوال: صوفی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: گمراہ صوفیا کی اقتدا میں نماز جائز نہیں، جن کے عقائد اہل سنت والجماعت سے متصادم ہیں، ان کے کئی نظریات اور اقوال وافعال ایسے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں، لہٰذا ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے۔

سوال: کیا سلفی اور سنی میں کوئی فرق ہے؟

جواب: سلفی اور سنی میں کوئی فرق نہیں، یہ لفظی فرق ہے، حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں۔ سلفی سلف صالحین کے پیروکاروں کو کہتے ہیں اور سنی اسے کہتے ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ہو، اہل سنت کے عقائد وہی ہیں، جو سلف صالحین سے منقول و ماثور ہیں، گویا سلفی اور سنی ایک ہی ہیں۔

سوال: صوفیا کے طرق (طریقوں) کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: صوفیا کے طرق باطل ہیں، انہوں نے اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد ونظریات کے خلاف اپنے طریقے وضع کر رکھے ہیں کہ ان پر چل کر ہی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ شریعت اسلامیہ کی صورت میں ہمیں مکمل راہنما دے کر گئے ہیں، آپ ﷺ نے اتباع کا راستہ بتایا ہے، یہی کامیابی کا راستہ ہے، جو سیدھا جنت میں جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو راستے بھی ہیں، سب گمراہی اور جہالت پر مبنی ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝﴾(النّور : ٦٣)

''حکم رسول کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈر جانا چاہیے کہ ان پر کوئی بڑا فتنہ یا دردناک عذاب آجائے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ﴾ أَيْ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ سَبِیْلُهٗ وَمِنْهَاجُهٗ وَطَرِیقَتُهٗ وَسُنَّتُهٗ وَشَرِیعَتُهٗ، فَتُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهٖ وَأَعْمَالِهٖ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهٗ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلٰی قَائِلِهٖ وَفَاعِلِهٖ، كَائِنًا مَّا كَانَ .

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ﴾ (النّور : ٦٣) ''حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے۔'' یہاں مراد رسول ﷺ ہیں اور آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ اور شریعت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال ہی میزان ہیں، جو قول وفعل آپ کے موافق ہو، قبول کیا جائے گا اور جو خلاف ہو، وہ اس کے قائل وفاعل پر لوٹا دیا جائے گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔''

(تفسیر ابن کثیر : 90/6)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾(الأنعام : ١٥٣)

”یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو، دوسرے رستوں کی طرف مت جاؤ، ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔“

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ؛ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ .

”یقیناً میں آپ کو جادۂ مستقیم پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد اس سے روگردانی صرف وہی کرے گا، جس کے مقدر میں ہلاکت لکھی ہوگی۔“

(مسند الإمام أحمد : 126/4، سنن ابن ماجه : 43، السّنة لابن أبي عاصم : 48، المُستدرك على الصّحيحين للحاكم :96/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب :46/1)

سوال: روافض کے نوحے سننا کیسا ہے؟

جواب: روافض جھوٹی قوم ہے، ان کے مذہب کی بنیاد غلو، جہالت، گمراہی اور جھوٹ پر قائم ہے۔ ان کے نوحے سننا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ ان میں کئی محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الأنعام : ٦٨)

''یاد آنے پر ظالموں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

أَلَّا يَجْلِسَ مَعَ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُحَرِّفُونَ آيَاتِ اللّٰهِ وَيَضَعُونَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا، فَإِنْ جَلَسَ أَحَدٌ مَّعَهُمْ نَاسِيًا ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ بَعْدَ التَّذَكُّرِ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾.

''آیات قرآنیہ میں تحریف کرنے والوں اور انہیں مطلب برآوری کے لئے استعمال کرنے والے جھوٹوں کے ساتھ نہ بیٹھئے، اگر بھولے سے بیٹھ جائیں، تو یاد آنے پر کنارہ کشی کر لیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 278/3)

سوال: علمانیہ کون ہیں؟

جواب: علمانیہ ایک جدید مذہب اور فکر ہے، اس فکر کے حاملین دین اور ریاست کو جدا جدا کرتے ہیں، ان کی تگ ودو دنیا ہے، یہ دنیوی لذتوں اور شہوتوں کے اَسیر ہیں، ان لذتوں کے حصول کو ہی اپنا اکلوتا مقصد سمجھتے ہیں، آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں اور شدید غفلت کا شکار ہیں، بلکہ اُخروی اعمال کی طرف التفات ہی نہیں کرتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالْقَطِيفَةِ، وَالْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ.

''درہم ودینار کا بندہ اور عمدہ ریشمی چادروں اور سیاہ کملی کا بندہ ہلاک ہو گیا، اگر

اسے یہ سب کچھ دیا جائے، تو وہ راضی ہو جاتا ہے اور اگر نہ دیا جائے، تو راضی ہی نہیں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 6435)

علمانیہ فکر میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو دین اسلام کی کسی ثابت شدہ تعلیم پر عیب لگاتے ہیں، یا شرعی احکام کے مقابلہ میں احکام وضع کرتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اسلام کی حرام کردہ اشیا مثلاً زنا، شراب، میوزک، سود اور رشوت وغیرہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے سند جواز فراہم کریں، وہ بھی علمانی فکر کے حامل ہیں، اسی طرح حدود اللہ کا انکار کر دینا یا حدود کو نافذ نہ کرنا بھی علمانی فکر ہے، جیسے قاتل کی سزا قتل، زانی کی سزا رجم یا کوڑے، چور کی سزا ہاتھ کاٹنا وغیرہ۔ جو کہے کہ ان سزاؤں کو نافذ کرنا اخلاقیات کے منافی ہے یا انسانی تکریم کے خلاف ہے، وہ یقینی طور پر علمانی فکر کا بندہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

(البقرة : ٨٥)

''کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لے آتے ہو اور ایک حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو، تم میں سے ایسے کرنے والے کا بدلہ دنیا میں رسوائی ہے اور روز قیامت وہ لوگ سخت سے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اللہ تمہارے اعمال سے بالکل بھی غافل نہیں۔''

الحاصل علمانیہ فکر کے حاملین کا مقصد دنیا جمع کرنا، لذتوں اور شہوتوں کو پورا کرنا ہے، خواہ جائز طریقے سے ہوں یا ناجائز طریقے سے۔

سوال: کیا شیعہ اور سنی میں قرابت ہو سکتی ہے؟

جواب: شیعہ اور روافض اللہ کے دشمن ہیں، ان کے مذہب کی بنیاد کفر پر قائم ہے، جبکہ سنیوں کا مذہب عقائد اہل سنت والجماعت پر قائم ہے۔ کیا حق اور باطل ایک ہو سکتے ہیں؟ اگر کوئی سنی شیعہ سے کلی اتحاد کر لے، تو وہ سنی، سنی نہیں رہتا۔ حق اور باطل میں کبھی قرابت ہو ہی نہیں سکتی۔ بعض نام نہاد اتحاد اُمت کے علمبرداران کوششوں میں ہیں کہ وہ حق اور باطل کا تمیز ختم کر دیں، ان کا یہ خواب کبھی پورا نہ ہوگا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(البقرة : ٤٢)

''حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ مت کرو اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى نَاهِيًا لِلْيَهُودِ عَمَّا كَانُوا يَتَعَمَّدُونَهُ، مِنْ تَلْبِيسِ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ، وَتَمْوِيهِهِ بِهِ وَكِتْمَانِهِمُ الْحَقَّ وَإِظْهَارِهِمُ الْبَاطِلَ ...... فَنَهَاهُمْ عَنِ الشَّيْئَيْنِ مَعًا، وَأَمَرَهُمْ بِإِظْهَارِ الْحَقِّ وَالتَّصْرِيحِ بِهِ .

''(اس آیت میں) اللہ تعالیٰ یہود کو ان کے برے کرتوتوں سے منع کر رہے ہیں، کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کر دیتے تھے، باطل پر حق کی ملمع سازی کرتے تھے، حق کو چھپاتے تھے اور باطل کو ظاہر کرتے تھے۔......تو اللہ تعالیٰ

نے انہیں دونوں اقدام سے بیک وقت منع کر دیا اور انہیں اظہار حق اور اس کی صراحت و وضاحت کرنے کا حکم دیا۔“

(تفسیر ابن کثیر :245/1)

سوال: ایک شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب تھا، بغیر توبہ فوت ہو گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: کبیرہ گناہوں سے توبہ کیے بغیر فوت ہو گیا، تو وہ اللہ کی مشیئت میں ہے، خواہ اسے معاف کر دے یا اسے عذاب دے، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ ایسے گناہ گار مسلمان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے گی، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی مذہب ہے۔

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ يَنْهَيَانِ عَنْ تَفْسِيقِ الْمُسْلِمِ وَتَكْفِيرِهٖ إِلَّا بِبَيَانٍ لَا إِشْكَالَ فِيهِ، وَمِنْ جِهَةِ النَّظَرِ الصَّحِيحِ الَّذِي لَا مِدْفَعَ لَهٗ أَنَّ كُلَّ مَنْ ثَبَتَ لَهٗ عَقْدُ الْإِسْلَامَ فِي وَقْتٍ بِإِجْمَاعٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا أَوْ تَأَوَّلَ تَأْوِيلًا فَاخْتَلَفُوا بَعْدُ فِي خُرُوجِهٖ مِنَ الْإِسْلَامِ لَمْ يَكُنْ لِاخْتِلَافِهِمْ بَعْدَ إِجْمَاعِهِمْ مَعْنًى يُوجِبُ حُجَّةً وَلَا يُخْرِجُ مِنَ الْإِسْلَامِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ إِلَّا بِاتِّفَاقٍ آخَرَ أَوْ سُنَّةٍ ثَابِتَةٍ لَا مُعَارِضَ لَهَا وَقَدِ اتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةُ وَهُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ عَلٰى أَنَّ أَحَدًا لَا يُخْرِجُهٗ ذَنْبُهٗ وَإِنْ عَظُمَ مِنَ الْإِسْلَامِ وَخَالَفَهُمْ أَهْلُ الْبِدَعِ فَالْوَاجِبُ

فِي النَّظَرِ أَنْ لَا يُكَفَّرَ إِلَّا مَنِ اتَّفَقَ الْجَمِيعُ عَلٰى تَكْفِيرِهٖ أَوْ قَامَ عَلٰى تَكْفِيرِهٖ دَلِيلٌ لَا مِدْفَعَ لَهٗ مِنْ كِتَابٍ أَوْسُنَّةٍ .

''قرآن وحدیث کسی مسلمان کو فاسق یا کافر قرار دینے سے منع کرتے ہیں، الا یہ کہ (بولے گئے کلمہ کفر میں) ایسی وضاحت ہو، جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اس پر صحیح عقلی دلیل کہ جس کا کوئی توڑ نہیں ہے بھی موجود ہے کہ ہر وہ شخص جس کے کسی وقت مسلمان ہونے پر مسلمانوں کا اجماع قائم ہو گیا، پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا، یا (کسی شرعی حکم میں) کوئی تاویل کر لی، جس کے بعد مسلمانوں کا اس کے اسلام سے خارج ہونے میں اختلاف ہو گیا، تو مسلمانوں کے اجماع کر لینے کے بعد ان کے اختلاف کرنے کی کوئی حیثیت نہیں رہتی کہ جس سے حجت قائم کی جا سکے، نہ وہ اس بنا پر مسلمان ہونے سے خارج ہو گیا کہ اس کے مسلمان ہونے پر اتفاق ہو چکا تھا، ہاں کسی دوسرے اجماع یا صحیح ثابت حدیث کہ جس کا کوئی معارض نہ ہو، سے اسے اسلام سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً اہل سنت والجماعت یعنی فقہا اور محدثین کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کو اس کا گناہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، خواہ وہ گناہ بہت بڑا ہو۔ اہل بدعت نے اہل سنت کی مخالفت کی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اسی کی تکفیر کی جائے، جس کے کافر ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے یا کتاب وسنت کی ایسی دلیل قائم ہو جائے، جسے رد نہ کیا جا سکے۔''

(التّمهيد : 17/21-22)

✿ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَخْرُجُ عَنِ الْإِيمَانِ بِارْتِكَابِ شَيْءٍ مِّنَ الْكَبَائِرِ إِذَا لَمْ يَعْتَقِدْ إِبَاحَتَهَا، وَإِذَا عَمِلَ شَيْئًا مِّنْهَا، فَمَاتَ قَبْلَ التَّوْبَةِ، لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ.

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کوئی مؤمن ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بشرطیکہ وہ اس گناہ کے جائز ہونے کا اعتقاد نہ رکھے۔ اگر وہ کوئی کبیرہ گناہ کر بیٹھے اور توبہ سے پہلے فوت ہو جائے، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔''

(شرح السّنة :103/1)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى أَنَّ عُلَمَاءَ الْمُسْلِمِينَ لَا يَجُوزُ تَكْفِيرُهُمْ بِمُجَرَّدِ الْخَطَأَ الْمَحْضِ؛ بَلْ كُلُّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ يُتْرَكُ بَعْضُ كَلَامِهٖ لِخَطَأٍ أَخْطَأَهُ يُكَفَّرُ وَلَا يُفَسَّقُ؛ بَلْ وَلَا يَأْثَمُ.

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ ائمہ مسلمین کی صرف اس بنیاد پر کہ ان سے خطا ہو گئی ہے، تکفیر کرنا جائز نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر کسی کی بات لی بھی جا سکتی ہے اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے، ایسا نہیں کہ جس عالم کی کوئی بات اس کی خطا کی وجہ سے چھوڑ دی جائے، تو اس کی تکفیر بھی کی جائے، نیز

اسے فاسق بھی قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ وہ عالم (اجتہاد کی وجہ سے) گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 100/35)

❀ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْإِيمَانِ بِارْتِكَابِ شَيْءٍ مِنَ الْكَبَائِرِ إِذَا لَمْ يَعْتَقِدْ إِبَاحَتَهَا .

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کسی بھی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے مؤمن ایمان سے خارج نہیں ہوتا، جب وہ اس گناہ کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔''

(تشنیف المَسامع: 767/4)

سوال: شیخ احمد دیداد رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیخ احمد حسین دیداد رحمہ اللہ سن ۱۹۱۸ء کو ہندوستان میں پیدا ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ رحمہ اللہ کے والد جنوبی افریقا منتقل ہو گئے۔

شیخ احمد دیداد رحمہ اللہ عالم اسلام کے عظیم مبلغ اور داعی تھے، آپ تقابل ادیان میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے مذاہب باطلہ کے ساتھ کئی مناظرے اور مباحثے کیے اور غلبہ اسلام کا کام کیا۔ آپ رحمہ اللہ کی دعوت پر بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے بے شمار محاضرات ہیں، جن میں آپ نے اسلام کے محاسن، دیگر مذاہب کی کمزوریاں اور اسلام پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیے، جو ہزاروں لوگوں کی ہدایت میں سنگ میل ثابت ہوئے۔

آپ رحمہ اللہ کی کئی تصانیف بھی ہیں، جن میں آپ رحمہ اللہ نے اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے کئی قابل شاگرد بھی تیار کیے، جن میں سرفہرست ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک ہیں۔ شیخ احمد دیداد رحمہ اللہ کے مشن اور کاز کو جس حسن اور خوبی سے ڈاکٹر ذاکر نائیک حفظہ اللہ نے نبھایا ہے، قابل قدر ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

شیخ احمد حسین دیداد رحمہ اللہ جنوبی افریقا میں شدید علیل ہوئے اور بالآخر ستاسی سال کی عمر میں اگست ۲۰۰۵ء کو اسلام کا یہ مجاہد خالق حقیقی سے جا ملا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تنبیہ:

شیخ احمد دیداد رحمہ اللہ کے منہج سے پوری طرح واقفیت نہیں، البتہ وہ اپنے آپ کو گروہ اہل حدیث میں شامل نہیں کرتے تھے، یہ کسی انسان کے لیے بہت بڑی پریشانی ہوتی ہے، نیز داڑھی کٹواتے تھے، ہمارے مطابق یہ واضح فسق اور عملی الحاد ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی چاہیے۔

سوال: نماز میں لمبا قیام کیا، جب ہاتھ باندھ کر تھک گیا، تو لمحہ بھر کے لیے ہاتھ چھوڑ دیے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: نماز کے قیام میں ہاتھ باندھنا ضروری ہیں۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور سلف اُمت کا عمل ہے۔

البتہ اگر لمبے قیام میں ہاتھ باندھ کر تھک جائیں، تو قیام مختصر کر دے، حالت قیام میں ہاتھوں کو نہیں چھوڑے گا۔

سوال: بعض صوفیا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ریاضت کر کر کے اللہ سے مل چکے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: گمراہ باطنی صوفیا جس ''وصال'' کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ جھوٹ اور خرافات کے سوا کچھ نہیں۔ یہ شرعی احکام سے نابلد ہوتے ہیں، راہ راست سے جدا ہوتے ہیں، شیطان ان کا دوست ہوتا ہے، ان کی حمایت کرتا ہے اور انہیں اس پر مطمئن کر دیتا ہے کہ وہ اللہ سے مل چکے ہیں، لہٰذا اب انہیں عبادات کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ خود کو فرائض وواجبات سے ماوراء قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، ان سے کسی لحظہ عبادات ساقط نہیں ہوئیں۔ یہ کیسا ''وصال'' ہے، جو گمراہ صوفیا کو تو حاصل ہو گیا، مگر نبی کریم ﷺ اور اخیار اُمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل نہ ہو سکا؟!

صوفیا میں اصل رفض ہے، ان کا مقصد اسلام کو منہدم کرنا ہے اور اسلام کے احکامات کو ساقط کرنا ہے۔ اصلاً یہ توحید و رسالت کے دشمن ہیں۔ اسلام کے لبادہ میں اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔

خانقاہی نظام انہیں لوگوں سے وابستہ ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر قبے اور گنبد دراصل روافض کا دین ہے، جنہیں صوفیا نے تحفظ فراہم کیا ہے۔ گمراہ صوفیا سارے کے سارے باطنی ہیں۔ انہوں نے اپنے سینوں میں کفر محض چھپا رکھا ہے، لہٰذا صوفیت دراصل یہودیت ہے، جو مسلمانوں میں داخل کر دی گئی ہے۔

سوال: کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رد میں کتابیں لکھی گئی ہیں؟

جواب: ائمہ محدثین کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر شدید جروح اور ردود ہیں۔ امام صاحب کے رد میں محدثین نے کتابیں بھی لکھی ہیں، جن میں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ کی کتاب ''الرد علی النعمان'' ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 40/8)

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے دوسرے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی ابی حنیفہ لکھی ہے، جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے آخر میں مندرج ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ .

''جب اجناس بدل جائیں، تو جیسے مرضی بیچ سکتے ہو۔''

(الهداية : 24/3)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 4/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت مجھے نہیں ملی۔''

(الدّراية : 147/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 8/18)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ أَجَازَ الْخِيَارَ إِلٰى شَهْرَيْنِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دو مہینے تک (بیع کو واپس کرنے کے) اختیار کی اجازت دی۔''

جواب: بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

''یہ روایت مجھے نہیں ملی۔''

(التّنبيه، ص 481)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 4/8)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 50/8)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

”دارالحرب میں مسلمان اور کافر حربی کے درمیان (خرید وفروخت میں) کوئی سود نہیں۔“

(الهداية : 65/3)

جواب: نبی کریم ﷺ سے ایسی کوئی روایت ثابت نہیں۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَبَرٌ مَجْهُولٌ، لَمْ يَرِدْ فِي صَحِيحٍ، وَلَا مُسْنَدٍ، وَلَا كِتَابٍ مَوْثُوقٍ بِهِ .

”یہ مجہول ونامعلوم روایت ہے، جسے کسی صحیح، مسند اور قابل اعتماد کتاب میں ذکر نہیں کیا گیا۔“

(المُغني : 33/4)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 44/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

’’مجھے یہ روایت نہیں ملی۔‘‘

(الدّراية : 158/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ مُسْنَدٌ .

’’یہ حدیث بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔‘‘

(البِناية : 299/8)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

’’یہ حدیث بے اصل ہے۔‘‘

(فتح القدير : 38/7)

سوال: درج ذیل اثر کیسا ہے؟

۞ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَا يَجُوزُ عَلٰى شَهَادَةِ رَجُلٍ إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ .

’’ایک مرد کی گواہی کے خلاف (کم از کم) دو مردوں کی گواہی جائز ہے۔‘‘

جواب: کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ یہ اثر نہیں ملا۔

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِهٰذَا الْأَثَرِ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں اس اثر کی کوئی اصل نہیں۔“

(التّنبیه علی مُشکلات الهدایة : 530/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة : 173/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ، يَعْنِي لَمْ يَثْبُتْ .

”یہ قول غریب یعنی غیر ثابت ہے۔“

(البِنایة : 186/9)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدیر : 464/7)

سوال: اگر کسی امام کے کسی راوی کے بارے میں دو مختلف اقوال ہوں، تو جمع و تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ائمہ کے موافق قول کو لیا جائے گا اور دوسرے لوگ کو منسوخ یا مرجوح قرار دیا جائے گا۔

❁ امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ فِي مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ وَالرَّبِيعِ بْنِ صُبَيْحٍ وَأُولَاهُمَا أَنْ يَكُونَ مَقْبُولًا مِّنْهُمَا مَحْفُوظًا عَنْ يَحْيَى مَا وَافَقَ أَحْمَدَ وَسَائِرَ نُظَرَائِهِ.

''امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے مبارک بن فضالہ اور ربیع بن صبیح (پر حکم لگانے) کے متعلق معارض روایات ہیں، اس صورت میں زیادہ لائق یہی ہے کہ ان دو مختلف اقوال میں سے مقبول اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے محفوظ قول وہ ہو، جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کے موافق ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 339/8)

سوال: کیا زیورات پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: زیورات پر زکوٰۃ کے حوالہ سے اختلاف ہے۔ ہماری تحقیق میں راجح اور درست مؤقف یہ ہے کہ زیورات پر بھی زکوٰۃ ہے۔

یاد رہے کہ اس باب میں ساری کی ساری مرفوع احادیث ضعیف ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ صَالَحَ تُمَاضِرَ امْرَأَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ رُبُعِ ثُمُنِهَا عَلٰى ثَمَانِينَ أَلْفَ دِينَارٍ.

''آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ ''تماضر'' کے آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسی ہزار دینار پر صلح کرائی۔''

(الهداية : 198/3)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ روایت بے اصل ہے۔

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 112/4)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 180/2)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 38/10)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: میں جس ملک میں رہتا ہوں، وہاں ایک گروہ ہے، جو بغیر اجازت کے لوگوں کی اشیا استعمال کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کی مِلک ہے، دنیا میں کوئی شخص کسی شے کا مالک نہیں، لہٰذا ہمیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی شک نہیں کہ ہر شے کا حقیقی مالک اللہ رب العزت ہے، ہر شے اس کی طرف لوٹ جانے والی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾(البقرة : ٢٨٤)

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔“

یہ ملکیت حقیقی ہے۔ مگر مجازی اور عارضی طور پر اللہ تعالیٰ نے بعض اشیا کی ملکیت اپنے بندوں کو سونپی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ملکیت والی آیات اور احادیث کو بنیاد بنا کر کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں کی ملکیت میں موجود اموال کو لوٹتا پھرے، کسی کی جان، مال اور عزت دوسرے پر حرام ہے۔ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی شے استعمال نہیں کی جا سکتی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ.

”آپس میں حسد مت کریں، دھوکہ دہی مت کریں، باہم بغض نہ رکھیں، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیریں، کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا اور اسے حقیر نہیں سمجھتا، تقویٰ یہاں ہے، راوی کہتے ہیں: پھر آپ نے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ یہ بات دہرائی اور فرمایا: کسی انسان کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہیں۔“

(صحیح مسلم : 2564)

اموال کے خالق اور رب نے کسی کے اموال پر بغیر اجازت دست درازی کرنے سے منع کیا ہے اور اسے ظلم اور ناحق قرار دیا ہے۔

جس گروہ کے نظریہ کے متعلق پوچھا گیا ہے، وہ بہت بڑی ہلاکت کا شکار ہیں، وہ خوارج کی طرح آیات واحادیث کو غلط معنی ومفہوم پہنا کر باطل نظریات کو فروغ دے رہے

ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ فہم سلف سے دوری ہے۔ یہی دینی مفاسد کی جڑ ہے۔ یہ ابلیسی سازش ہے، جس کا شکار بہت سے نام نہاد سکالرز ہو چکے ہیں۔

سوال: صوفی ازم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سب سے پہلے یہ بات مدنظر رہے کہ تصوف یا صوفیت کی اصطلاح کتاب وسنت میں وارد نہیں، یہ بعد کی ایجاد ہے۔ شریعت میں انہیں بطور مدح بیان نہیں کیا گیا، جس کی بنیاد پر صاحب تصوف یعنی صوفی کی مدح وستائش کی جائے، نہ ہی مذمت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ صوفی کی مذمت کی جائے، بلکہ تصوف کی اصطلاح کا کتاب وسنت میں ذکر تک نہیں۔ اگرچہ بعد میں بعض اہل علم نے تصوف کا اطلاق زہد وتقویٰ پر کیا ہے۔

تصوف وغیرہ کی اصطلاحیں اصلاً اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات میں شامل نہیں۔ بلکہ اسے فروغ دینے والے لوگ وہ ہیں، جن کے عقائد ونظریات میں گمراہیاں پائی جاتی تھیں، انہوں نے صوفیت کے لبادہ میں بہت سے محرمات کو سند جواز فراہم کیا ہے۔ شرکیات، کفریات، محرمات اور فحاشی وعریانی کے اڈے اسی تصوف کے پس پردہ چل رہے ہیں، انسان کے منہ سے کلمہ کفر نکل جائے، تو توبہ اور رجوع کرنا واجب ہے، ورنہ ارتداد لازم آتا ہے، مگر بعض باطنی بد مذہبوں نے اسے تصوف کی آڑ میں توحید خاص اور عشق حقیقی قرار دے دیا ہے۔ بالفاظ دیگر تصوف نے احکام شرعیہ کے تشخص اور نفاذ میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ بس خود کو صوفی بنالو اور جو مرضی کرتے جاؤ!!

اسی لیے ہر دور کے اہل سنت والجماعت اس تصوف جو کہ حقیقت میں بے دینی ہے، کا رد کرتے آئے ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْجُهَّالُ الَّذِينَ يُحْسِنُونَ الظَّنَّ بِقَوْلِ هٰؤُلَاءِ وَلَا يُفْهِمُونَهُ وَيَعْتَقِدُونَ أَنَّهُ مِنْ جِنْسِ كَلَامِ الْمَشَايِخِ الْعَارِفِينَ الَّذِينَ يَتَكَلَّمُونَ بِكَلَامٍ صَحِيحٍ لَا يَفْهَمُهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَهٰؤُلَاءِ تَجِدُ فِيهِمْ إِسْلَامًا وَإِيمَانًا وَمُتَابَعَةً لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بِحَسَبِ إِيمَانِهِمْ التَّقْلِيدِيِّ وَتَجِدُ فِيهِمْ إِقْرَارًا لِهٰؤُلَاءِ وَإِحْسَانًا لِلظَّنِّ بِهِمْ وَتَسْلِيمًا لَهُمْ بِحَسَبِ جَهْلِهِمْ وَضَلَالِهِمْ؛ وَلَا يُتَصَوَّرُ أَنْ يُثْنِيَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ إِلَّا كَافِرٌ مُلْحِدٌ أَوْ جَاهِلٌ ضَالٌّ، وَهٰؤُلَاءِ مِنْ جِنْسِ الْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ : إِنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهٖ حَالٌّ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَلٰكِنَّ أَهْلَ وَحْدَةِ الْوُجُودِ : حَقَّقُوا هٰذَا الْمَذْهَبَ أَعْظَمَ مِنْ تَحْقِيقِ غَيْرِهِمْ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ .

''کچھ جاہل ایسے ہیں، جو ان (باطنی صوفیا) کے اقوال کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں اور ان (کی حقیقت) کو نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ یہ ان عارف باللہ مشائخ کے کلام کی جنس میں سے ہے، کہ جو صحیح کلام کرتے ہیں، مگر اکثر لوگ ان کو سمجھ نہیں سکتے۔ ان لوگوں میں آپ دیکھیں گے کہ یہ اسلام، ایمان، کتاب وسنت کا اتباع تقلیدی ایمان کے مطابق کرتے ہیں۔ یہ ان صوفیا کا اقرار کرتے ہیں اور ان کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں، اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی تعریف کافر ملحد یا جاہل گمراہ ہی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ ان جہمیہ کی جنس ہیں، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے

ہر جگہ حلول کیے ہوئے ہے۔ مگر جہمیہ وغیرہ سے زیادہ، وحدۃ الوجود کے قائلین اس مذہب کو حق سمجھتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوی: 367/2)

اُمت مسلمہ میں سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ تصوف ہے، کیونکہ ہر خرابی کی جڑیں صوفی ازم سے جڑی ہوئی ہیں، تصوف پہلی اُمتوں سے روافض میں داخل ہوا اور روافض سے ہوتا ہوا مسلمانوں میں دَر آیا۔

خانقاہیں شرک و کفر کی آماجگاہیں ہیں۔ ان میں تقیہ باز روافض صوفیا کے روپ میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، جو شرک بھی کراتے ہیں، نذرانے بھی قبول کرتے ہیں۔

جو یہ کہتے ہیں کہ صوفیا کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں، جنہیں علما اپنے علم و نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جب ان اصطلاحات کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچ پاتے، تو ان صوفیا کی تکفیر کر دیتے ہیں۔ ہمارے مطابق باطنی صوفیا نے دین اسلام کے مقابلہ میں نیا دین متعارف کرایا، جس دین کی اپنی اصطلاحات ہیں، جن کا مقصد اسلامی عقائد و اعمال کی بیخ کنی کرنا ہے۔ یقیناً علمائے حق ان کی کفریات سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے بجا طور پر اِن کی تکفیر کی۔

صوفیا کا دین ایسا معمہ ہے، جو عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی طرح کبھی حل نہیں ہوگا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''وحدۃ الوجود کے قائلین مثلاً ابن عربی، ابن سبعین، قونوی اور تلمسانی کا مذہب تین چیزوں سے مرکب ہے؛ ① جہمیہ کا انکارِ صفات ② صوفیا کا مجمل کلام۔ اس سے مراد ان کے کلام میں پائے جانے والے مجمل اور متشابہ کلمات

ہیں،جس طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسے گمراہ کن کلمات حکایت کرتے ہیں۔ یہ صوفیا متشابہات کا اتباع کرتے ہیں اور محکم کو چھوڑ دیتے ہیں۔اسی طرح مجذوب (صوفیا) کا وہ کلام، جو''سکر'' کی حالت میں ان سے سرزد ہوتا ہے۔③ فلسفیانہ زندیقیت ، جو کہ جہمیہ کی بنیاد ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 175/2)

تصوف کے بارے میں خلاصہ یہ ہے کہ یہ اسلام کے مقابلہ میں ایک مکمل مذہب ہے، جسے اسلام کے لبادہ میں پیش کیا جاتا ہے،لہٰذا اس سے حذر ضروری ہے۔

سوال: ایک مفتی نے انجانے میں نص کے خلاف فتویٰ دے دیا، بعد میں نص کا علم ہوا،اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ سے ڈرنے والا مفتی فتویٰ دیتے وقت انتہائی جاں فشانی سے تحقیق کرے، پھر مسئلہ بتائے ،اگر کبھی فتویٰ میں غلطی ہو جائے،تو فوراً حق کی طرف پلٹ جائے، اسے اپنے اَنا کا مسئلہ مت بنائے، کیونکہ اس نے اس سے پہلے بھی اللہ سے ڈر کر فتویٰ دیا تھا اور اب بھی اسی کے خوف اور خشیت کی وجہ سے رجوع کر رہا ہے،لہٰذا رجوع کرنے میں کوئی عار یا بوجھ محسوس نہیں کرنا چاہیے کہ آخرت کا بوجھ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

حق والوں کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ ان کا کل، آج سے بہتر ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر وقت بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ کیا،تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علمی اختلاف کیا، بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں رجوع کر لیا:

وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

''اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کر دیا تھا، میں بھی جان گیا کہ یہی حق ہے۔''

(صحيح البخاري : 1400، صحيح مسلم : 20)

❁ ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو مُوسٰى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ : لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ : لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسٰى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ : لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت میں حصے کے بارے سوال ہوا، تو فرمایا: نصف بیٹی کے لیے اور نصف بہن کے لیے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھیے، وہ بھی میری ہی موافقت کریں گے، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب بھی بتایا گیا، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتگان میں نہ رہوں

گا، میں اس بارے وہی فیصلہ دوں گا، جو نبی کریم ﷺ نے فیصلہ سنایا تھا: بیٹی کا نصف، پوتی کا دو تہائی کو پورا کرتے ہوئے چھٹا حصہ ہے اور جو باقی بچ جائے وہ بہن کا حصہ ہے۔ پھر ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ سنایا، تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب تک آپ میں یہ علم کا سمندر موجود ہے، مجھ سے سوال نہ پوچھا کریں۔''

(صحيح البخاري: 6736)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی فتویٰ میں احتیاط کا ذکر ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے سے بڑے عالم کی طرف راہنمائی کر دی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ میں فقہا کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب میں اشارہ ہے کہ انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔''

(فتح الباري: 12/18)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ، سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَمَّا لَفَظَ الْبَحْرُ، فَنَهَاهُ عَنْ أَكْلِهِ، قَالَ نَافِعٌ: ثُمَّ انْقَلَبَ عَبْدُ اللّٰهِ فَدَعَا بِالْمُصْحَفِ، فَقَرَأَ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾(المائدة: ٩٦)، قَالَ نَافِعٌ: فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ.

''عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس جاندار

کے متعلق سوال کیا، جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا جاندار کھانے سے منع کر دیا۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بعد میں) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے اور مصحف منگوایا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ''تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔'' پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ سمندر کے باہر پھینکے جاندار کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(موطأ الإمام مالك: 494/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام عبداللہ بن وہب مصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ مَالِكًا سُئِلَ عَنْ تَخْلِيلِ أَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوءِ فَقَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ، قَالَ: فَتَرَكْتُهٗ حَتّٰى خَفَّ النَّاسُ فَقُلْتُ لَهٗ: عِنْدَنَا فِي ذٰلِكَ سُنَّةٌ، فَقَالَ: وَمَا هِيَ؟ قُلْتُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيعَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدَلِّكُ بِخِنْصَرِهٖ مَا بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ حَسَنٌ، وَمَا سَمِعْتُ بِهٖ قَطُّ إِلَّا السَّاعَةَ، ثُمَّ سَمِعْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسْأَلُ فَيَأْمُرُ بِتَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ.

''امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے دورانِ وضو پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے متعلق سوال ہوا۔ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ (جواب سن کر) میں نے خلال کرنا چھوڑ دیا اور لوگوں نے بھی اس عمل کو معمولی خیال کیا۔ پھر میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میرے پاس اس سلسلہ میں ایک حدیث موجود ہے۔ فرمانے لگے، وہ کونسی؟ میں نے باسند سیدنا مستورد بن شداد قرشی رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خنصر (چھنگلی) سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرتے دیکھا ہے۔

(یہ حدیث سن کر) امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرمانے لگے، یہ حدیث ''حسن'' ہے، میں نے اس سے قبل یہ حدیث سنی نہ تھی۔ اس کے بعد میں (عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ) نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے سنا، جب بھی آپ رحمہ اللہ سے انگلیوں کے خلال کے متعلق سوال ہوتا، تو آپ رحمہ اللہ انگلیوں کے درمیان خلال کا حکم دیتے تھے۔''

(تقدمة الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم، ص 31، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 124/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَسْتَحِيَ مِنَ اللّٰهِ، وَأَنْ يُّسْرِعَ الرُّجُوعَ إِلَى الْحَقِّ.

''عالم پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرے اور حق کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کرے۔''

(أخلاق العلماء، ص 95)

فائدہ:

ائمہ اہل سنت میں سے جن سے خلاف نص فتویٰ صادر ہوا ہے، وہ ان کی اجتہادی خطا ہے، اسے ترک کر دیا جائے گا، اس سے وہ امام کافر یا فاسق قرار نہیں پائے گا، بلکہ گناہ گار بھی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ یہ بات اجتہاد یا تاویل کی بنا پر کر رہا ہے، اجتہاد درست ہو، تو اس پر دہرا اجر ہے اور اگر اجتہاد میں خطا ہو جائے، تو ایک اجر ہے، البتہ اس اجتہاد میں اس کی پیروی جائز نہیں۔ اگر کوئی جانتے بوجھتے غلط اجتہاد کی پیروی کرے، تو وہ پیروی کرنے والا گناہ گار ہے۔

سوال: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیخ عبدالقادر جیلانی بن عبداللہ بن جنکی دُوست رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر قائم ودائم تھے، اسی کے داعی تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ''غنیۃ الطالبین'' اس پر شاہد عدل ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا شمار نیک صالح علما میں ہوتا ہے، آپ صاحب کرامات ولی تھے۔ مگر جو جھوٹی، باطل اور مضحکہ خیز کرامات گمراہ لوگ آپ رحمہ اللہ سے منسوب کرتے ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

آپ رحمہ اللہ حق گو تھے، آپ رحمہ اللہ ہمیشہ شرک وکفر کا رد کرتے رہے، آپ رحمہ اللہ نے کبھی اپنے نام کی نذر ونیاز، پکار، استغاثہ، استعانت اور استمداد کی تعلیم نہیں دی۔ یہ بعد والے بعض ناہنجار لوگوں کا عمل ہے، جس سے شیخ جیلانی رحمہ اللہ بری ہیں۔

جن لوگوں کے مذہب کی بنیاد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی نذر ونیاز ہے، ان

کے عقائد ونظریات شیخ جیلانی رحمہ اللہ سے یکسر مختلف ہیں۔ یہ کیسی عقیدت ہے کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو مدد کے لیے تو پکارا جائے، مگر ان جیسا عقیدہ اپنانے سے احتراز کیا جائے، بلکہ جو لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے موافق عقیدہ رکھتے ہیں، انہیں بدمذہب اور گستاخ قرار دیا جائے۔

تمام سلیم الفطرت اور معتدل مزاج احباب سے گزارش ہے کہ وہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا مطالعہ ضرور کریں، جس کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ آپ یقینی طور پر جان جائیں گے کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ اسی عقیدہ پر تھے، جس پر آج الحمد للہ اہل حدیث ہیں، لہٰذا شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے اصلی عقیدت مند اہل حدیث ہیں، کوئی اور نہیں۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لِلشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَامٌ حَسَنٌ فِي التَّوْحِيدِ، وَالصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَفِي عُلُومِ الْمَعْرِفَةِ مُوَافِقٌ لِّلسُّنَّةِ ...... وَكَانَ مُتَمَسِّكًا فِي مَسَائِلِ الصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَنَحْوِهِمَا بِالسُّنَّةِ، بَالِغًا فِي الرَّدِّ عَلٰى مَنْ خَالَفَهَا، قَالَ فِي كِتَابِهِ [الْغُنْيَةِ] الْمَشْهُورِ: وَهُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ، مُحْتَوٍ عَلَى الْمُلْكِ مُحِيطٌ عِلْمُهُ بِالْاَشْيَاءِ: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر: ١٠)، ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾(السّجدة: ٥)، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُهٗ بِأَنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ

يُقَالُ : إِنَّهٗ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، كَمَا قَالَ : ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ: ٥)، وَذَكَرَ آيَاتٍ وَّاَحَادِيثَ، إِلٰى أَنْ قَالَ : وَيَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الِاسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَاْوِيلٍ، وَأَنَّهٗ اسْتِوَاءُ الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ، قَالَ : وَكَوْنُهٗ عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ، بِلَا كَيْفٍ، وَذَكَرَ كَلَامًا طَوِيلًا، وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا فِي سَائِرِ الصِّفَاتِ .

”شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے توحید،صفاتِ باری تعالیٰ،قضاء وقدر اور علومِ معرفت کے بارے میں اہل سنت کے موافق گفتگو فرمائی ہے۔آپ رحمہ اللہ صفاتِ باری تعالیٰ اور تقدیر وغیرہ کے مسائل میں سنت کو لازم پکڑتے تھے اور مخالفینِ سنت کا سختی سے ردّ فرماتے تھے۔......آپ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ تمام کائنات پر حاوی ہے اور اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر : ١٠)”اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل پاکیزہ کلمات کو بلند کرتا ہے۔“نیز فرمایا:﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾(السجدة : ٥)۔”””وہ آسمانوں سے زمین کی طرف معاملات کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ معاملہ اس کی طرف اس دن میں چڑھتا ہے،جس کی

مقدار گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ رکھنا حرام ہے، عقیدہ یہ رکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : 5) شیخ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اور بھی کئی آیات واحادیث ذکر کی ہیں۔ پھر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صفت ِ استواء کو بغیر تاویل کے تسلیم کیا جائے گا۔ یہ عرش پر ذاتِ باری تعالیٰ کا استوا ہے۔ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا ہر مرسل نبی پر نازل شدہ کتاب میں درج ہے۔ اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ پھر شیخ نے لمبی بحث کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے باقی صفات کے بارے میں بھی کتاب وسنت کے مطابق بات کی ہے۔''

(ذيل طَبقات الحنابلة : 2/199-200)

سوال: درج ذیل روایت کے حکم اور معنی کی وضاحت فرما دیں۔

❁ ایک صحابی (سیدنا سعد بن اطول رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے:

إِنَّ أَخَاهُ مَاتَ، وَتَرْكَ ثَلَاثَ مِائَةِ دِرْهَمٍ، وَتَرَكَ عِيَالًا، فَأَرَدْتُ أَنْ أُنْفِقَهَا عَلٰى عِيَالِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَخَاكَ مَحْبُوسٌ بِدَيْنِهٖ، فَاقْضِ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَدْ أَدَّيْتُ عَنْهُ إِلَّا دِينَارَيْنِ ادَّعَتْهُمَا امْرَأَةٌ، وَلَيْسَ لَهَا بَيِّنَةٌ، قَالَ : فَأَعْطِهَا فَإِنَّهَا مُحِقَّةٌ .

”آپ رضی اللہ عنہ کا بھائی وفات پا گیا، اس کا متروکہ مال تین سو درہم تھا، اس کے اہل وعیال بھی تھے، میں نے چاہا کہ یہ مال اس کے بیوی بچوں پر خرچ کر دوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کے بھائی کو قرض کی وجہ سے (جنت کے دروازے پر) روکا گیا ہے، لہٰذا (پہلے) اس کا قرض ادا کریں۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس کا قرض ادا کر چکا ہوں، ہاں ایک عورت دعویٰ کرتی ہے کہ اس کے دو دینار میرے بھائی کے ذمہ ہیں، مگر اس عورت کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ادا کر دیں، وہ سچ کہہ رہی ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 7/5، سنن ابن ماجه : 2433)

جواب: ابونضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ کا سیدنا سعد بن اطول رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا، اس سند میں انقطاع کا احتمال ہے، بشرط صحت سند اس حدیث سے حقوق العباد اور بالخصوص قرض کی ادائیگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے، کہ جب تک قرض کی ادائیگی نہیں کی گئی، ایک صحابی کو بھی جنت کے دروازے پر روک دیا گیا۔

یہاں روکنے سے مراد جنت کے دروازے پر روکنا ہے، اس سے یہ کشید کرنا کہ صحابی کو بھی عذاب قبر یا عذاب آخرت ہوتا ہے، درست نہیں، کیونکہ صحابہ کے مغفور و مرحوم اور جنتی ہونے کے بارے میں نصوص بکثرت ہیں اور اپنے معنی میں واضح ہیں، جبکہ جن نصوص سے صحابہ کے لیے عذاب قبر یا عذاب آخرت کا استدلال کیا جاتا ہے، وہ یا تو ثابت ہی نہیں یا اپنے مفہوم میں واضح نہیں، کہ جن کے ساتھ نصوص قطعیہ سے معارضہ کیا جا سکے۔

مذکورہ روایت بھی قرض کی ادائیگی کی اہمیت میں نص قطعی ہے، اس سے صحابی کو عذاب قبر کا استدلال خطا ہے، کیونکہ محبوس سے مراد جنت کے دروازے پر روکے جانا ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ : هَا هُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَنَادٰى ثَلَاثًا لَا يُجِيبُهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي مَاتَ بَيْنَكُمْ قَدِ احْتُبِسَ عَنِ الْجَنَّةِ مِنْ أَجْلِ الدَّيْنِ الَّذِي عَلَيْهِ، فَإِنْ شِئْتُمْ فَافْدُوهُ، وَإِنْ شِئْتُمْ فَأَسْلِمُوهُ إِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز (جنازہ) پڑھائی اور فرمایا: کیا یہاں فلاں قبیلے کا کوئی آدمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ آواز لگائی، مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا: فلاں قبیلے میں جو شخص فوت ہوا تھا، اسے قرض کی وجہ سے جنت سے روکا گیا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں، تو اسے آزادی دلوا دیں، اگر چاہتے ہیں، تو اسے عذاب الٰہی کے سپرد کر دیں۔''

(المُستدرك للحاكم : 2214)

سند ضعیف ہے۔ عامر شعبی نے یہ روایت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی، کیونکہ بعض سندوں میں عامر شعبی اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے درمیان سمعان کا واسطہ ہے۔

(سنن أبي داود : 3341، سنن النّسائي : 4685)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اسی سند کے متعلق فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ لِسَمْعَانَ سَمَاعًا مِّنْ سَمُرَةَ وَلَا لِلشَّعْبِيِّ مِنْ سَمْعَانَ .

''ہمیں سمعان کا سمرہ رضی اللہ عنہ سے اور شعبی کا سمعان سے سماع معلوم نہیں ہے۔''

(التّاريخ الكبير : 204/4)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَدْرِي سَمِعَ الشَّعْبِيُّ مِنْ سَمُرَةَ أَمْ لَا لِأَنَّهُ أُدْخِلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ رَجُلٌ .

”میں نے جانتا کہ شعبی نے سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے یا نہیں، کیونکہ دونوں کے درمیان ایک واسطہ ذکر کیا گیا ہے۔“

(المَراسيل لابن أبي حاتم : 594)

معلوم ہوا کہ شعبی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

مسند الطیالسی میں شعبی نے سماع کی تصریح کی ہے، یہ نیچے والے کسی راوی کا وہم ہو سکتا ہے۔ نیز اس روایت میں عذاب کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ .

”عمار کی کیا بات ہے! انہیں باغی گروہ قتل کرے گا، وہ انہیں جنت کی طرف بلائیں گے، جب کہ دوسرا گروہ انہیں آگ کی طرف بلائے گا۔“

(صحيح البخاري : 447، صحيح مسلم : 2915)

اس حدیث کا تعلق مشاجرات سے ہے، مشاجرات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی ضابطہ یہ ہے کہ زبان بندی کی جائے اور دونوں گروہوں کے لیے دعائے مغفرت اور رحمت کی جائے، کسی ایک گروہ کی حمایت اور دوسرے کی مخالفت نہ کی جائے، دونوں کے محاسن ذکر کیے جائیں اور لغزشوں کو بیان نہ کیا جائے، بلکہ یہ اعتقاد

رکھا جائے کہ دونوں گروہوں کی خطائیں معاف ہیں، صحابہ کے حق میں جائز اور سائغ تاویل کی جائے گی۔ مذکورہ حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ جہنم کی طرف دعوت دیتا تھا، بالکل بھی درست نہیں، کیونکہ صحابہ ممدوح ہستیاں ہیں، وہ ایمان وسلامتی پر قائم تھے اور اسی کی طرف دعوت دیتے تھے۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ ایسے ہیں کہ انہیں ظاہری معنی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بیان نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ صحابہ کے ایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، اللہ تعالیٰ کی ان پر رضوان ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عام معافی ہے، نیز ان کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے، وہ جہنم کی بھنک بھی محسوس نہیں کریں گے۔

لہٰذا اس حدیث کی تاویل واجب ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ حدیث خوارج کے بارے میں ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ میں شامل ہو گئے اور شرارت کر کے معاملات خرابی کی طرف لے گئے۔

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ انہیں گروہ علی رضی اللہ عنہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے، مگر خوارج انہیں اپنے ساتھ ملنے کا کہتے تھے۔ اسی کو جنت اور جہنم کی طرف بلانے سے تعبیر کیا گیا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مدمقابل جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کی بنا پر کھڑے ہو گئے، وہ بھی نعوذ باللہ جہنم کی طرف بلا رہے تھے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اقدام کی بنیاد اجتہاد تھی، جس میں غلطی بھی ہو جائے، تو مؤاخذہ نہیں، چہ جائیکہ عذاب قبر یا عذاب جہنم ہو۔

البتہ خوارج نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے معارضہ اجتہاد کی بنیاد پر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے یہ سب کچھ دانستہ طور پر کیا اور اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کیا۔ خوارج

بدستور اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے، پھر جب مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین اختلاف ہوا، تو خوارج نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں کو جنگ تک لے آئے، خوارج حقیقی باغی تھے۔ تب تو ایک موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے خلاف تلوار بھی اٹھائی۔

اس حدیث کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چسپاں کرنا مناسب نہیں، کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ حقیقی باغی نہیں تھا، بلکہ اجتہاد کی بنا پر ان کے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوگئی تھی۔

❁ امام قوام السنہ، اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ: «يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهٗ إِلَى النَّارِ» يَعْنِي الْخَوَارِجَ الَّذِينَ دَعَاهُمْ إِلَى الْجَمَاعَةِ، وَلَيْسَ يَصِحُّ ذٰلِكَ فِي حَقِّ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ أَثْنَى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، وَشَهِدَ لَهُمْ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ تَعَالٰى: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ وَالتَّفْسِيرِ: هُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”فرمان نبوی: ”عمار انہیں جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے۔“ سے مراد خوارج ہیں، جنہیں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ یہ بات کسی صحابی کے حق میں نہیں کہی جا سکتی، کیونکہ صحابہ کی مدح اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ”تم

اُمت کے بہترین لوگ ہو،لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے منتخب کیے گئے ہو۔‘‘

اہل لغت اور مفسرین کے مطابق اس آیت کے مخاطب اصحاب محمد ﷺ ہیں۔‘‘

(شرح صحيح البخاري: 407/2)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الْإِسْلَامِ .

’’نماز اسلام کا ستون ہے۔‘‘

(التّرغيب في فضائل الأعمال لابن شاهين: 444، التّرغيب لقوام السّنّة: 33/3)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① حبیب بن ابی حبیب اخو حمزہ زیات مجہول و غیر معروف ہے۔

② ابو اسحاق سبیعی مختلط و مدلس ہے۔

③ حارث بن عبد اللہ اعور ضعیف ہے۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّينِ .

’’نماز دین کا ستون ہے۔‘‘

(شُعب الإيمان للبيهقي: 2550)

سند باطل ہے۔

① عکرمہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② زکریا بن یحییٰ بن موسیٰ نیشاپوری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے ''منکر باطل'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حجر :446/1)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المقاصد الحَسنة :631)

یہی روایت بلال بن یحییٰ رحمہ اللہ سے بھی مرفوع مروی ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حجر :446/1)

روایت مرسل ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: امام تکبیر اونچی اور مقتدی آہستہ آواز سے کہے گا، اس پر کیا دلیل ہے؟

جواب: نماز میں اصل سکوت (خاموشی) ہے۔

❁ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ.

''ہمیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتوں سے منع کر دیا گیا۔''

(صحيح البخاري : 1200، صحيح مسلم : 539، واللّفظ لهٗ)

یہ حکم عام ہے جو امام، مقتدی اور منفرد سب کو شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں اصل سکوت ہے۔ ہر ایک کو نماز میں خاموش رہنا چاہیے۔ اصل سے ہٹنے کے لیے دلیل درکار ہوگی۔ مطلب یہ کہ اونچی آواز سے تکبیر کہنے کے لیے دلیل ہونا ضروری ہے۔ امام کے لیے یہ دلیل قائم ہو چکی ہے، لہٰذا وہ اونچی آواز سے تکبیر کہے گا اور مقتدی و منفرد کے لیے ایسا ثابت نہیں، لہٰذا وہ آہستہ ہی تکبیر کہیں گے۔ امام کے اونچی تکبیر کہنے کی دلیل یہ ہے:

❁ سعید بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ، فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُودِ، وَحِينَ سَجَدَ، وَحِينَ رَفَعَ، وَحِينَ قَامَ مِنَ

الرَّكْعَتَيْنِ، وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے، سجدہ میں جاتے ہوئے، پھر سر اٹھاتے ہوئے اور دو رکعتوں کے بعد (تیسری کے لیے) کھڑے ہوتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري: 825)

❁ یہی روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

جَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ افْتَتَحَ، وَحِينَ رَكَعَ، وَبَعْدَ أَنْ قَالَ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ».

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرتے اور رکوع کو جاتے وقت اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنے کے بعد (سجدے کو جاتے ہوئے بھی) بلند آواز سے تکبیر کہی۔''

(السّنن الكبرٰى: 18/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(خُلاصة الأحكام: 350/1)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُّسْمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں ''اللہ اکبر''

سناتے تھے۔“

(صحیح مسلم : 418)

ثابت ہوا کہ امام بلند آواز میں ”اللہ اکبر“ کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے تکبیر کہے گا۔ اگر مقتدی کے لیے بھی بلند آواز سے تکبیر کہنا ہے، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دور والے لوگوں کو سنانے کے لیے مُکَبِّر بننے کی کیا ضرورت تھی؟

معلوم ہوا کہ نماز میں اصل خاموشی ہے، ہاں جہاں جہاں امام اور مقتدی کے لیے بلند آواز کرنے کی دلیل شرعی موجود ہے، وہاں وہ آواز بلند کریں گے۔ اسی طے شدہ اصول کے تحت نماز میں امام اور مُکَبِّر، تکبیر بلند آواز سے کہیں گے اور مقتدی ومنفرد آہستہ آواز سے۔

سوال : کیا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مندرجہ ذیل تاویل ثابت ہے؟

❁ حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ سے مروی ہے :

إِنَّ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ تَأَوَّلَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ (الفجر : ٢٢) أَنَّهٗ جَاءَ ثَوَابُهٗ .

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ (الفجر : ٢٢) ”تیرا رب آئے گا۔“ کی تاویل یہ کی ہے کہ اس کا ثواب آئے گا۔“

(البِداية والنّهاية لابن كثير : 386/14)

جواب : احمد بن حنبل رحمہ اللہ (٢٤١ھ) اہل سنت والجماعت کے چوٹی کے امام ہیں، آپ جامع العلوم ہیں۔ آپ رحمہ اللہ اہل سنت کے عقائد کے علمبردار تھے، اسی عقیدہ کے قائل تھے اور اسی کے داعی تھے۔ آپ رحمہ اللہ گمراہوں پر ننگی تلوار تھے۔

صفات باری تعالیٰ اور اسمائے الٰہی حسنیٰ کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کا وہی اعتقاد تھا،

جو دیگر ائمہ اہل سنت والجماعت کا ہے، ائمہ اہل سنت کی طرح آپ رحمہ اللہ بھی صفات کو بغیر تاویل وتشبیہ، تمثیل وتعطیل اور تحریف کے تسلیم کرتے تھے۔

ذکر کردہ عبارت میں اللہ تعالیٰ کی صفت مجیء کی تاویل ثواب سے کی گئی ہے۔ مگر یہ تاویل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ثابت نہیں، اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

① اس روایت کو حکایت کرنے والے حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ ہیں، جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، مگر ان کی بعض حکایات میں غرابت اور نکارت پائی جاتی ہے، جیسا کہ اہل علم نے متنبہ کر دیا ہے۔ مذکورہ روایت بھی انہی میں سے ایک ہے۔

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے کسی اور نے یہ روایت نقل نہیں کی، اس کے برخلاف امام احمد رحمہ اللہ سے متواتر نقول موجود ہیں، جن میں وہ تاویل وتحریف کی تردید کرتے ہیں۔

③ اہل علم اور ناقدین حفاظ نے حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ کی اس نقل کی تردید کی ہے اور اسے یقینی طور پر ان کی غلطیوں میں شمار کیا ہے۔

لہٰذا حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ نے جو تاویل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حکایت کی ہے، وہ حکایت شاذ اور غریب ہے، جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

✿ علامہ ابو اسحاق ابن شاقلا رحمہ اللہ (۳۶۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا غَلَطٌ مِنْ حَنْبَلٍ لَا شَكَّ فِيهِ.

''یہ حکایت حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ کی غلطی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔''

(إبطال التّأويلات للقاضي أبي يعلٰى ابن الفرّاء، ص 158، مَجموع الفتاوىٰ لابن تيمية: 405/16)

❁ حافظ ابوبکر خلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَغْرَبَ بِشَيْءٍ يَسِيرٍ .

”حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ نے (امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں) بعض غریب اور شاذ باتیں حکایت کر دیں ہیں۔“

(طَبقات الحنابلة لابن أبي يعلٰى :143/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ أَحْمَدَ فِيمَا نَقَلَهٗ حَنْبَلٌ، فَإِنَّهٗ لَا رَيْبَ أَنَّهٗ خِلَافُ النُّصُوصِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْ أَحْمَدَ فِي مَنْعِهٖ مِنْ تَأْوِيلِ هٰذَا وَتَأْوِيلِ النُّزُولِ وَالِاسْتِوَاءِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَفْعَالِ، وَلَهُمْ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ، قِيلَ : إِنَّ هٰذَا غَلَطٌ مِّنْ حَنْبَلٍ انْفَرَدَ بِهٖ دُونَ الَّذِينَ ذَكَرُوا عَنْهُ الْمُنَاظَرَةَ مِثْلَ صَالِحٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ وَالْمَرْوَذِيِّ وَغَيْرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا وَحَنْبَلٌ يَنْفَرِدُ بِرِوَايَاتٍ يُغَلِّطُهٗ فِيهَا طَائِفَةٌ كَالْخَلَّالِ وَصَاحِبِهٖ ....

”حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ کی نقل کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصحاب کا اختلاف ہے، کیونکہ اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ حکایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ان متواتر نصوص کے خلاف ہے، جن میں آپ رحمہ اللہ نے اس کی تاویل کرنے سے منع کیا ہے، نیز نزول، استواء اور دیگر فعلی صفات کی تاویل کرنے سے منع کیا ہے۔ اصحاب احمد کے (اس حکایت

کے بارے میں) تین اقوال ہیں: ① یہ حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ کی غلطی ہے، جسے ذکر کرنے میں وہ اکیلے ہیں، جبکہ صالح، عبداللہ اور مروذی رحمہم اللہ جیسے دیگر حفاظ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مناظرہ ذکر کیا ہے، مگر ان میں سے کسی نے اس تاویل کا ذکر نہیں کیا۔ جبکہ حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں) بہت سے روایات منفرد نقل کرتے ہیں، جن میں کئی اہل علم نے انہیں غلط قرار دیا ہے، جیسے امام خلال رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد (ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر رحمہ اللہ) ہیں......۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 405/16)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لَهٗ مَسَائِلُ كَثِيْرَةٌ عَنْ أَحْمَدَ، وَيَتَفَرَّدُ، وَيُغْرِبُ.

''حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کئی مسائل حکایت کیے ہیں، جنہیں نقل کرنے میں وہ منفرد اور شاذ ہیں۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء: 52/13)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرِّوَايَةُ الْمَنْقُولَةُ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ فَاخْتَلَفَ فِيهَا أَصْحَابُهٗ عَلٰى ثَلَاثِ طُرُقٍ؛ أَحَدُهَا: إِنَّهَا غَلَطٌ عَلَيْهِ، فَإِنَّ حَنْبَلًا تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْهُ، وَهُوَ كَثِيرُ الْمَفَارِيدِ الْمُخَالِفَةِ لِلْمَشْهُورِ مِنْ مَذْهَبِهٖ وَإِذَا تَفَرَّدَ بِمَا خَالَفَ الْمَشْهُورَ عَنْهُ، فَالْخَلَّالُ وَصَاحِبُهٗ عَبْدُ الْعَزِيزِ لَا يُثْبِتُونَ ذٰلِكَ رِوَايَةً وَأَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ حَامِدٍ وَغَيْرُهٗ

يُثْبِتُونَ ذٰلِكَ رِوَايَةً، وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهَا رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ مُخَالِفَةٌ لِجَادَّةِ مَذْهَبِهِ، هٰذَا إِذَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْ مَسَائِلِ الْفُرُوعِ فَكَيْفَ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ؟ ....

''رہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول (مذکورہ) روایت، تو اس بارے میں اصحاب احمد میں تین طرح سے اختلاف ہے؛ ① یہ امام احمد رحمہ اللہ کی طرف غلط نسبت ہے، کیونکہ اسے نقل کرنے میں حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ منفرد ہیں، جبکہ حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ بکثرت منفرد روایات بیان کر دیتے ہیں، جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مشہور و معروف مذہب کے خلاف ہوتی ہیں۔

حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مشہور مذہب کے خلاف منفرد روایت نقل کریں، تو حافظ خلال رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد عبد العزیز بن جعفر رحمہ اللہ اس روایت کو غیر ثابت قرار دیتے ہیں، جبکہ ابو عبداللہ بن حامد رحمہ اللہ وغیرہ اس حکایت کو روایۃً ثابت قرار دیتے ہیں، جبکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ روایت شاذ ہوگی اور امام احمد رحمہ اللہ کے صحیح مذہب کے مخالف ہوگی۔ یہ قاعدہ فروعی مسائل کے بارے میں ہے، بھلا اس (عقیدے کے) مسئلہ میں اس کا کیا حکم ہوگا؟!......''

(مختصر الصّواعق المُرسلة، ص 474)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ عَنْ أَحْمَدَ سُؤَالَاتٌ يَأْتِي فِيهَا بِغَرَائِبَ وَيُخَالِفُ رِفَاقَهٗ.

''حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کئی ایسے سوالات نقل

کیے ہیں، جن میں غریب وشاذ باتیں نقل کر دیں ہیں اور اپنے ساتھیوں کی مخالفت کی ہے۔''

(طَبَقات الحُفّاظ :611)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْمَقَامِ مَقَالَاتٌ كَثِيرَةٌ جِدًّا، لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ بَسْطِهَا، وَإِنَّمَا نَسْلُكُ فِي هٰذَا الْمَقَامِ مَذْهَبَ السَّلَفِ الصَّالِحِ؛ مَالِكٍ وَّالْأَوْزَاعِيِّ، وَالثَّوْرِيِّ، وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَّالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، وَغَيْرِهِمْ مِّنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، قَدِيمًا وَّحَدِيثًا، وَهُوَ إِمْرَارُهَا كَمَا جَاءَ تْ، مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ، وَلَا تَشْبِيهٍ، وَلَا تَعْطِيلٍ، وَالظَّاهِرُ الْمُتَبَادَرُ إِلٰى أَذْهَانِ الْمُشَبِّهِينَ مَنْفِيٌّ عَنِ اللّٰهِ لَا يُشْبِهُهٗ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهٖ، وَلَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ.

''صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں لوگوں کے کئی اقوال ہیں، جنہیں تفصیلی بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ ہم تو اس سلسلے میں سلف صالحین، مثلاً؛ امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور دیگر متقدمین ومتاخرین ائمہ مسلمین کے مذہب پر چلتے ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کو اسی طرح تسلیم کیا جائے، جس طرح وہ بیان ہوئی ہیں۔ نہ ان کی کوئی کیفیت بیان کی جائے، نہ انہیں مخلوقات کی

صفات سے تشبیہ دی جائے اور نہ ان کا انکار کیا جائے۔ جو چیز تشبیہ دینے والے لوگوں کے ذہنوں میں جلدی سے آتی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں، البتہ وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: 383/3، ط العلمیّة)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دیگر ائمہ اہل سنت کی طرح صفات باری تعالیٰ کو اسی طرح تسلیم کرتے تھے، جس طرح وہ وارد ہوئی ہیں، ان کی تاویل، تمثیل، تشبیہ، تحریف یا تعطیل کے قائل وفاعل نہ تھے۔

ثابت ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ سے صفت مجیء کی ثواب سے تاویل کرنا ثابت نہیں، نقل کردہ روایت حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ کا تفرد ہے، اسے غلط اور شاذ قرار دیا گیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟، نیز اس کا مطلب واضح کریں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾(مُحمّد : ٣٨) قَالُوا : مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : وَسَلْمَانُ إِلٰى جَنْبِهٖ، قَالَ : هُمُ الْفُرْسُ هٰذَا وَقَوْمُهٗ .

”جب آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾(مُحمّد : ٣٨) ”اگر تم پھر گئے، تو وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ کون ہوں گے؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فارسی

لوگ ہوں گے، یہ (سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) اور ان کی قوم کے لوگ۔‘‘

(شرح مُشكل الآثار للطّحاوي : 2135، المُستدرك للحاكم : 3709)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۱۲۳) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم سب لوگ ایمان سے پھر بھی جاؤ، تب بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں، وہ تمہاری جگہ پر کوئی دوسری قوم لے آئے گا، جو ایمان پر کاربند رہے گی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزار ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھ لیا کہ بالفرض اگر سبھی لوگ ایمان سے پھر جائیں، تو اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو لائے گا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل فارس کو۔

اس حدیث میں اہل فارس اور عجمیوں کی تعریف ہوئی ہے کہ وہ دین قویم پر مستقیم ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر فارسی ایمان پر قائم نہیں ہوں گے۔ محض اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ تمہارا ایمان سے پھر جانا اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بعض روافض بزعم خویش اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ روافض کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اس حدیث میں اہل ایمان مراد ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ .

’’مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے دے دیں۔‘‘

(سنن ابن ماجه : 2443)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف و متروک ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَعْلُولٌ .

''یہ روایت معلول (ضعیف) ہے۔''

(نصب الرّاية : 4/129)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(مصباح الزّجاجة : 3/75)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ .

''مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے دے دیں۔''

(الكامل لابن عدي : 7/465، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 6/121)

سند ضعیف ہے۔سوید بن سعید حدثانی بکثرت تلقین قبول کرتا تھا، جس وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهٖ؛ إِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ، فَصَارَ يَتَلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهٖ .

''یہ صدوق تھا، نابینا ہونے کے بعد تلقین قبول کر لیتا تھا۔''

(تقريب التّهذيب : 2690)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مسند أبي يعلىٰ : 6682، فوائد تمام : 44، الكامل لابن عدي : 294/5، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 621/6)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن جعفر بن نجیح ضعیف ہے۔

❁ عبداللہ بن جعفر کی متابعت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کی ہے۔

(فوائد تمام : 1412، حلية الأولياء لأبي نعيم : 142/7)

یہ سند باطل ہے۔

① عبدالعزیز بن ابان متروک ہے۔

② سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

لہٰذا یہ متابعت مفید نہیں۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 199/6)

سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن یزید بن رفاعہ ضعیف ہے۔

② حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الصغير :2161)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهٗ مَا دَامَ فِي رَشْحِهٖ .

”مزدور کو اس کی مزدوری اس وقت دے دیں، جب وہ ابھی پسینہ میں ہو (اور اس کا پسینہ خشک نہ ہوا ہو)۔“

(الأحاديث المختارة للضّياء: 183/1)

سند جھوٹی ہے۔

① حامد بن آدم مروزی کذاب و وضاع ہے۔

② احمد بن عباد بن تمیم کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ابوالحسن محمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی خراسان کا ترجمہ نہیں ملا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ .

”مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے دے دیں۔“

(المُعجم الصغير للطّبراني : 34)

باطل روایت ہے۔

① شرقی بن قطامی غیر معتبر ہے۔

② محمد بن زیاد بن زبار کلبی ضعیف ہے۔

③ احمد بن محمد بن صلت بغدادی مجہول الحال ہے۔

④ ابوالزبیر کا عنعنہ ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ .

”مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے دے دیں۔“

(نصب الرّاية للزّيلعي : 130/4)

جھوٹی روایت ہے۔

① بشر بن حسین ہلالی متروک و کذاب ہے۔

② ابو عبداللہ ترمذی حکیم غیر معتبر ہے۔

③ محمد بن زیاد بن زبار کلبی ضعیف ہے۔

④ موسیٰ بن عبداللہ بن سعید ازدی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ جِدًّا .

''یہ سند سخت ترین ضعیف ہے۔''

(الدّراية : 186/2)

اس حدیث کی ساری کی ساری سندیں ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَرْوِيٌّ مِنْ طُرُقٍ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

''یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، وہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔''

(البَدر المُنير : 37/7)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضِعَافٌ .

''یہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔''

(بُلوغ المَرام : 913)

فائدہ:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ : ثَلاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمَهُ خَصَمْتُهُ : رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُوَفِّهِ أَجْرَهُ .

''تمہارا رب کہتا ہے: قیامت والے دن میں تین آدمیوں کے مدمقابل ہوں گا اور میں جس کے مدمقابل ہوں گا اس سے جھگڑوں گا۔ ① وہ آدمی جس نے میرے نام پر (عہد) دے کر دھوکہ کیا۔ ② وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی۔ ③ وہ آدمی جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا، اس سے کام تو پورا لیا، لیکن اجرت پوری نہ دی۔''

(صحيح البخاري : 2227، المُنتقٰى لابن الجارود : 579)

سوال: کیا لفظ اللہ اور ''ھو'' کا ذکر کرنا بدعت ہے؟

جواب: یقیناً یہ ذکر بدعت ہے، کیونکہ ذکر کے لیے کلام تام ہونا ضروری ہے۔ سلف اُمت میں ''ھوھو'' یا ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرنا ثابت نہیں۔ یہ گمراہ صوفیا کی ایجاد ہے۔

سوال: سلسلہ قادریہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: صوفیا نے سلسلہ بنا رکھے ہیں، ان میں سے ایک سلسلہ قادریہ ہے، یہ نسبت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ حالانکہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ اس طرح کی بدعی سلسلوں سے بری ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ صحیح العقیدہ اور سدید المنہج تھے، جبکہ سلسلہ قادریہ سے وابستہ لوگ بدعقیدہ اور بدعمل ہیں۔

یاد رہے کہ صوفیا کے تمام سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ بدعی ہیں اور جہالت وضلالت کی پیداوار ہیں۔ ائمہ اہل سنت والجماعت ان سے ناواقف ہیں۔

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب: رسول وہ ہوتا ہے، جسے تبلیغ رسالت کے ساتھ ساتھ کتاب بھی عطا ہو، جبکہ نبی تبلیغ وحی پر مامور ہوتا ہے، خواہ اسے کتاب دی جائے یا نہ دی جائے۔ گویا نبی اور رسول میں عموم وخصوص من وجہ پایا جاتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے، جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الرَّسُولَ مَنْ بُعِثَ لِتَبْلِيغِ الْوَحْيِ وَمَعَهُ كِتَابٌ، وَالنَّبِيُّ مَنْ بُعِثَ لِتَبْلِيغِ الْوَحْيِ مُطْلَقًا، سَوَاءً كَانَ بِكِتَابٍ أَوْ بِلَا كِتَابٍ كَيُوشَعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ أَعَمُّ مِنَ الرَّسُولِ.

”نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے، جسے تبلیغ وحی کے لیے مبعوث کیا جائے اور اسے کتاب بھی دی جاتی ہے، جبکہ نبی وہ ہوتا ہے، جسے تبلیغ وحی کے لیے مبعوث کیا جائے، خواہ اسے کتاب دی جائے یا کتاب نہ دی جائے، جیسے یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ گویا نبی، رسول سے عام ہے۔“

(شرح الهداية: 20/1)

سوال: بعض احناف نے درج ذیل روایت کے آخر میں ایک اضافہ نقل کیا ہے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَّاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهٗ، قَالَ : عَمْدًا صَنَعْتُهٗ يَا عُمَرُ .

''نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھائیں اور موزوں پر مسح کیا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے : (اللہ کے رسول!) آج آپ نے ایسا عمل کیا ہے، جو پہلے کبھی نہ کیا۔ فرمایا: میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا، اے عمر!''

(صحيح مسلم : 277)

❁ بعض حنفی علما نے اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:

كَيْ لَا تُحْرَجُوا .

''تاکہ آپ کو حرج نہ ہو۔''

(المَبسوط للسّرخسي :5/1، شرح الهداية للأتقاني :40/1، البِناية للعيني :140/1)

جواب: یہ اضافہ کتب حدیث میں منقول و ماثور نہیں۔ یہ بے اصل ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ .

''روزہ دار کی بہترین خصلتوں میں سے ایک مسواک کرنا بھی ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 1677)

جواب: سند ضعیف ہے۔ مجالد بن سعید ضعیف ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 90/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير: 194/1)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

”یہ سند ضعیف ہے۔“

(مصباح الزّجاجة: 66/2)

سوال: نماز تراویح کو واجب کہنا کیسا ہے؟

جواب: نماز تراویح کی مشروعیت اور استحباب پر اجماع ہے، اسے واجب کہنا خطا ہے۔ائمہ اہل سنت میں سے کوئی بھی تراویح کے وجوب کا قائل نہیں۔

تاسف سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ روافض نماز تراویح کی مشروعیت کے قائل نہیں، جس پر کفر کا خدشہ ہے، کیونکہ کلی طور پر تراویح کا انکار کرنا کفر ہے۔

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ أَصْلَ مَشْرُوعِيَّتِهِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ فَإِنَّهٗ يَكْفُرُ .

”جس عمل کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو، اس کا سرے سے انکار کر دے، تو کافر ہو جائے گا۔“

(فتاویٰ شامی: 314/6)

سوال: ایک شخص کسی تقلیدی مذہب کا پیرو ہے، اس پر کسی مسئلہ میں اپنے مذہب کی کمزوری واضح ہوگئی، مگر پھر بھی وہ اسی مؤقف پر قائم ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: برا ہو تقلید کا، جو انسان کو حق قبول کرنے سے مانع ہے۔ تاریخ میں تقلید وہ برائی ہے، جس نے سب سے زیادہ لوگوں کو قبول حق سے باز رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اطاعت اور اتباع واجب کی ہے، نہ کہ تقلید۔ جب کسی عالم، فقیہ، یا امام کی غلطی واضح ہوگئی، تو بحیثیت مسلمان ہمیں حق کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔

جو شخص کسی معین مذہب پر قائم ہے، باوجود مذہب کے کمزور مؤقف کے اسی سے چمٹا رہتا ہے، تو وہ سخت گناہ گار ہے، وہ اپنے لیے خیر کے دروازے بند کر رہا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾

(التّوبة : ٣١)

”انہوں نے اپنے احبار ورھبان کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے۔“

مسلک اہل حدیث کے مقابلہ میں جو ہے، وہ باطل ہے، کیونکہ مسلک اہل حدیث اس حق کا تسلسل ہے، جو صحابہ، تابعین اور ائمہ ومحدثین سے منقول وماثور ہے۔

باطل پر ڈٹا رہنا بھی باطل ہے، کیونکہ باطل بے دلیل ہوتا ہے۔ اگر وہ دلیل جو اہل باطل پیش کرتے ہیں، صحیح معنوں میں دلیل ہوتی، تو اسلاف اُمت اسے قبول کرتے اور اس کے مطابق مذہب بناتے، ان کا اس مطابق مذہب نہ بنانا اس بات کا دلیل ہے کہ اس دلیل سے وہ عقیدہ یا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

سوال: کیا عرب کے نصاریٰ اور عجم کے نصاریٰ میں کوئی فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں۔

سوال: صلیب کو توڑ کر اسے کسی اور استعمال میں لانا کیسا ہے؟

جواب: صلیب کو توڑ کر اسے کسی اور استعمال میں لانا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی ساخت اور صورت تبدیل ہو چکی ہو۔

سوال: جس چیز کے حرام یا حلال ہونے میں شک ہو، اس کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس شے کے حرام اور حلال ہونے میں شک ہو، اس کی خرید وفروخت سے اجتناب کرنا چاہیے، تا آنکہ اس کے حلت واضح ہو جائے۔

سوال: گاڑی میں ٹیپ ریکارڈ پاؤں کی طرف رکھنا اور اس سے قرآن کریم کی تلاوت سننا کیسا ہے؟

جواب: گاڑی میں قرآن کریم کی تلاوت سننا مستحسن ہے، مگر ٹیپ ریکارڈر کو پاؤں میں رکھنا مناسب نہیں۔

سوال: قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہوئے کسی سے بات کرنا کیسا ہے؟

جواب: یقیناً قرآن کریم کے آداب میں سے ہے کہ خاموشی کے ساتھ تلاوت سنی جائے، قرآنی آیات پر غور وفکر اور تدبر کیا جائے، قرآن کریم کی تلاوت سے قلوب واذہان کو سکون ملتا ہے، ایمان بڑھتا ہے، اجر وثواب ملتا ہے، اور رب تعالیٰ سے محبت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ تلاوت سننی چاہیے۔

البتہ اگر تلاوت سننے کے دوران کسی سے بات کر لی جائے، تو گناہ نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شیطان کو بھگانے کے لیے موبائل میں سورت بقرہ لگانا کیسا ہے؟

جواب: گھر سے شیطان کو بھگانے کے لیے خود سورت بقرہ کی تلاوت کی جائے، اگر چہ موبائل سے سننے سے بھی آفاقہ ہوتا ہے، مگر خود پڑھنے سے زیادہ فائدہ ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

''گھروں کو قبرستان نہ بنائیں، جس گھر میں سورت بقرہ تلاوت کی جاتی ہے، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔''

(صحیح مسلم: 780)

مطلب یہ ہے کہ گھر میں شیاطین کا بسیرا ہو، تو سورت بقرہ پڑھنے سے بھاگ جاتے ہیں اور اگر موجود نہ ہوں، تو داخل نہیں ہو سکتے۔

سوال: قرآن کریم پڑھنا افضل ہے یا کسی سے سننا؟

جواب: دونوں نیک اعمال ہیں، سنت سے ثابت ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔

لہٰذا قرآن پڑھنے اور سننے میں سے جس وقت جس عمل میں انسان کا جی لگے، وہ عمل

کرنا بہتر ہے، کیونکہ اس میں حضورِ قلبی اور خشیت زیادہ حاصل ہوگی۔

البتہ عمومی طور پر قرآن کریم کی خود قرأت کرنا افضل ہے۔

❀ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ : آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ : فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى بَلَغْتُ : ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾(النّساء : ٤١) قَالَ : أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ .

''مجھ پر قرآن پڑھیے، میں نے عرض کیا: کیا میں آپ کو قرآن سناؤں، جبکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟! فرمایا: میں دل چاہ رہا ہے کہ کسی سے قرآن سنوں۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت نساء کی تلاوت کی، جب میں اس آیت کریمہ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾(النّساء : ٤١) ''کیا حال ہوگا، جب ہم ہر اُمت میں سے گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہ کے طور پر لائیں گے۔'' پر پہنچا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔''

(صحيح البخاري : 4583، صحيح مسلم : 800)

معلوم ہوا کہ جب قرآن سننے کا دل چاہ رہا ہو، تو قرآن سننا مستحب اور مسنون ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ أَوِ الصُّبْحِ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» عَشْرَ مَرَّاتٍ بَعَثَ اللّٰهُ لَهٗ مَسْلَحَةً يَحْرُسُونَهٗ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَمِنْ حِينِ يُصْبِحُ حَتّٰى يُمْسِيَ.

''جس نے نماز مغرب یا نماز فجر کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مسلح فرشتے مقرر کر دیتا ہے، جو صبح تک اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جس نے صبح کے وقت کلمات پڑھے، اس کی شام تک حفاظت کرتے ہیں:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہی ہے، حمد اسی کے لیے ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 10339)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ علمائے احناف ذکر کرتے ہیں:

الْمَذْيُ رَقِيقٌ يَضْرِبُ إِلَى الْبَيَاضِ يَخْرُجُ عِنْدَ مُلَاعَبَةِ الرَّجُلِ أَهْلَهٗ، وَالْوَدْيُ رَقِيقٌ يَخْرُجُ مِنْهُ بَعْدَ الْبَوْلِ، وَتَفْسِيرُ هٰذِهِ

الْمِيَاهِ مَرْوِيٌّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ .

''مذی سفیدی مائل رقیق پانی کو کہتے ہیں، جو میاں بیوی کے ملاعبت کے وقت خارج ہوتا ہے، ودی سے مراد وہ رقیق مادہ ہے، جو پیشاب کرنے کے بعد خارج ہوتا ہے۔ مذی اور ودی کی یہ تفسیر اسی صفت کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔''

(المَبسوط للسّرخسي الحنفي :67/1، الهداية للمرغيناني الحنفي :20/1)

جواب: مذی اور ودی کی یہ تفسیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول و ماثور نہیں، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ یہ بے سند و بے اصل ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية :93/1)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا التَّفْسِيرُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَإِنَّمَا يَذْكُرُهُ أَهْلُ اللُّغَةِ وَغَيْرُهُمْ .

''مذی کا یہ معنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول و ماثور نہیں، یہ معنی اہل لغت اور دیگر اہل علم کا بیان کردہ ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :311/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ عَنْهَا .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مجھے یہ روایت نہیں ملے۔''

(الدّراية :52/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ هٰذَا عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ تفسیر ثابت نہیں۔''

(البِناية :351/1)

سوال: صاحب ہدایہ (۲۱/۱) لکھتے ہیں کہ حدیث بئر بضاعۃ کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: امام ابوداود رحمہ اللہ نے حدیث بئر بضاعۃ کو ضعیف نہیں کہا۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا سَلْمَانُ كُلُّ طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَقَعَتْ فِيهِ دَابَّةٌ لَيْسَ لَهَا دَمٌ فَمَاتَتْ فِيهِ فَهُوَ حَلَالٌ أَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَوُضُوؤُهُ .

''سلمان! جس کھانے یا پانی میں ایسا جاندار گر جائے، جس میں خون نہیں ہے اور وہ اس میں مرجائے، تو اس شے کو کھانا، پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔''

(سنن الدّارقطني :37/1، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :383/1)

جواب: سند باطل ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح درکار ہے۔

② سعید بن ابی سعید زبیدی ضعیف ہے۔

③ علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

④ سعید بن مسیّب کا سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا۔

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الکامل في ضعفاء الرجال : 464/4)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ وَاهٍ .

''یہ ضعیف روایت ہے۔''

(تنقیح التّحقیق :22/1)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَعْلُولٌ مِنْ أَوْجُهٍ .

''یہ روایت کئی وجہ سے معلول (ضعیف) ہے۔''

(البدر المُنیر :456/1)

سوال: درج ذیل روایات کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

✿ علمائے احناف نے لکھا ہے:

حَدِيثُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ فِي الْفَأْرَةِ إِذَا مَاتَتْ فِي الْبِئْرِ وَأُخْرِجَتْ مِنْ سَاعَتِهَا : نُزِحَ مِنْهَا عِشْرُونَ دَلْوًا ......

رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ فِي الدَّجَاجَةِ : إِذَا مَاتَتْ فِي الْبِئْرِ نُزِحَ مِنْهَا أَرْبَعُونَ دَلْوًا .

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس چوہے کے بارے میں فرمایا، جو کنوئیں میں گر جائے اور اسے فوراً نکال لیا جائے: ”اس کنوئیں سے بیس ڈول پانی نکالا جائے گا۔“ ......سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مرغی کے بارے میں فرمایا: ”اگر وہ کنوئیں میں مر جائے، تو کنوئیں سے چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا۔“

(الهداية :1/24-25)

جواب: یہ دونوں آثار بے سند اور بے اصل ہیں۔ کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ التُّرْكُمَانِيِّ : رَوَاهُمَا الطَّحَاوِيُّ مِنْ طُرُقٍ وَلَيْسَ ذٰلِكَ فِيهِ .

”علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ دونوں آثار امام طحاوی رحمہ اللہ نے کئی سندوں سے ذکر کیے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔“

(الدّراية :1/60)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَانِ الْأَثَرَانِ لَمْ أَجِدْهُمَا فِي شَرْحِ الْآثَارِ لِلطَّحَاوِيِّ .

”یہ دونوں آثار مجھے شرح معانی الآثار للطحاوی میں نہیں ملے۔“

(نصب الراية :1/129)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والا اثر بے اصل ہے۔“

(البِناية :451/1)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا ذُكِرَ عَنْ أَنَسٍ وَالْخُدْرِيِّ ذَكَرَهُ مَشَايِخُنَا غَيْرَ أَنَّ قُصُورَ نَظَرِنَا أَخْفَاهُ عَنَّا .

”سیدنا انس بن مالک اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے جو نقل کیا گیا ہے، وہ ہمارے مشائخ حنفیہ نے ذکر کیا ہے، مگر اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے ہم اس پر دسترس نہیں پا سکے۔“

(فتح القدير :102/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ .

”پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 464)

جواب: اس روایت کو موصول بیان کرنا خطا ہے، اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الصَّوَابُ مُرْسَلٌ .

”اس روایت کا مرسل ہونا ہی راجح ہے۔“

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 464)

❁ اس حدیث کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن ابن ماجه : 348، سنن الدّارقطني : 465)

سند ضعیف ہے۔اعمش کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ .

''پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔''

(سنن الدّارقُطني : 459)

روایت ضعیف و مرسل ہے۔

① قتادہ کا عنعنہ ہے۔

② اس روایت کو موصول بیان کرنا غیر محفوظ ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمَحْفُوظُ مُرْسَلٌ .

''اس حدیث مرسل ہونا ہی محفوظ ہے۔''

(سنن الدّارقُطني، تحت الرّقم : 459)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(العِلَل لابن أبي حاتم : 42)

سند مرسل ہے۔اس روایت کو موصول بیان کرنا خطا ہے،اس کا مرسل ہونا ہی محفوظ ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا أَشْبَهُ عِنْدِي .

”میرے نزدیک اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے۔“

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم :462/1)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَامَّةُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ فَتَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ .

”پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 466)

سند ضعیف ہے۔ابو یحییٰ قتات ضعیف ہے۔

❁ ابو یحییٰ کی متابعت عوام بن حوشب نے کی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني :79/11)

سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن خراش ضعیف ہے۔

② زید بن حریش اہوازی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات:۸/۲۵۱“ میں ذکر کیا ہے۔

❁ اسے حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ نے ”مجہول الحال“ کہا ہے۔

(بَيان الوهم والإيهام : 383/3)

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبَوْلِ فَقَالَ : إِذَا مَسَّكُمْ شَيْءٌ فَاغْسِلُوهُ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ مِنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ .

”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے چھینٹوں کے بارے میں پوچھا،تو

فرمایا: جب آپ پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں، تو انہیں دھو دیں، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔''

(مسند البزّار : 2688)

سند باطل ہے۔

① یوسف بن خالد سمتی متروک وکذاب ہے۔

② خالد بن یوسف بن خالد کی روایات میں نکارت ہے۔

③ عمر بن اسحاق بن یسار کی معتبر اور قوی نہیں۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَيَأْمُرُ أَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ، قَالَ مُعَاذٌ : إِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے چھینٹوں سے بچتے تھے اور اپنے صحابہ کو اس کا حکم فرماتے تھے۔سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اکثر عذاب قبر پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 124/20)

سند باطل ہے۔

① عبداللہ بن حذیم مجہول ہے۔

② اس کا سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

③ رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

❁ حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ .

''پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔''

(أمالي ابن سمعون : 296)

سند ضعیف ہے۔

① حسن بصری رحمہ اللہ براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔ مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

② مبارک بن فضالہ کا عنعنہ ہے۔

مبارک بن فضالہ کی متابعت یونس بن عبید نے کی ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حجر : 450)

یونس مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں، لہٰذا یہ متابعت مفید نہیں۔

③ احمد بن سلیمان ابوبکر ابن زبان کندی غیر معتبر ہے۔

فائدہ:

پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ عذاب قبر کا ثبوت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ : إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِى كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا :يَا رَسُولَ

اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ : لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا .

”رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے جرم میں عذاب نہیں دیا جا رہا، ایک تو ان میں سے وہ تھا، جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ نے تر ٹہنی پکڑی، اس کے دو حصے کیے اور دونوں قبروں میں گاڑ دیا، صحابہ نے عرض کیا: آقا! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں نہیں سوکھیں گی، ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی۔“

(صحيح البخاري : 218، صحيح مسلم : 292)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَتَوَضَّأُ بِمَا أَفْضَلَتِ الْحُمُرُ؟ قَالَ : وَبِمَا أَفْضَلَتِ السِّبَاعُ .

”عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کیا ہم گدھوں کے جوٹھے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ فرمایا: (جی ہاں،) بلکہ درندوں کے جوٹھے سے بھی کر سکتے ہیں۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 252، سنن الدّارقطني : 176، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 377/1)

جواب: سند باطل ہے۔

① ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ ضعیف و متروک ہے۔

اس کی متابعت ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سمعان نے کی ہے، وہ متروک ہے۔

② حصین قرشی ضعیف ہے۔

③ حصین کا سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ .

”یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(المَجموع :173/1، خلاصة الأحكام :185/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(خلاصة البدر المنير :13/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(الدّراية :62/1)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْحِيَاضِ الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، تَرِدُهَا السِّبَاعُ، وَالْكِلَابُ، وَالْحُمُرُ، وَعَنِ الطَّهَارَةِ مِنْهَا؟ فَقَالَ : لَهَا مَا حَمَلَتْ فِي بُطُونِهَا، وَلَنَا مَا غَبَرَ طَهُورٌ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کی بابت پوچھا گیا، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں اور ان پر درندے، کتے اور گدھے وارد ہوتے ہیں، نیز اس پانی سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے؟ فرمایا: ان جانوروں نے جو پینا تھا، وہ پی لیا اور جو باقی بچ گیا، وہ ہمارے لیے پاک ہے۔“

(سنن ابن ماجه : 519)

❀ یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن الدّارقطني : 56، شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 2647)

دونوں کی سند سخت ضعیف ہے۔عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور اس نے اپنے باپ کی سند سے جھوٹا نسخہ روایت کیا ہے۔یہ روایت بھی اس نسخہ سے ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي شَيْءٌ أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا شَيْءٌ مِنْ حُمُرٍ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي مَا أُطْعِمُ أَهْلِي إِلَّا سِمَانُ الْحُمُرِ، وَإِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَقَالَ : أَطْعِمْ أَهْلَكَ مِنْ سَمِينِ حُمُرِكَ، فَإِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ أَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْيَةِ .

''ہمیں قحط سالی کا سامنا ہوا، میرے پاس ایسا کچھ نہ تھا، جو میں اپنے گھر والوں کو کھلا پاتا، البتہ چند گدھے تھے، جبکہ گھریلو گدھوں کے گوشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما چکے تھے، چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمیں قحط سالی کا سامنا ہے، میرے پاس گھر والوں کو کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے، صرف یہ موٹے گدھے ہیں اور آپ نے گھریلو گدھوں کو حرام فرما دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اپنے گھر والوں کو موٹے

گدھوں میں سے کھلا سکتے ہیں، میں نے انہیں اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ یہ بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔''

(سنن أبي داود : 3809)

جواب: روایت ضعیف ہے۔اس حدیث کی سند میں شدید اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔اہل علم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مُضْطَرِبٌ ...... فَكَأَنَّهُ إِنْ صَحَّ إِنَّمَا رَخَّصَ لَهُ فِي أَكْلِهِ بِالضَّرُورَةِ حَيْثُ تُبَاحُ الْمَيْتَةُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اس کی سند مضطرب ہے۔...... بشرط صحت روایت لگتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے مجبوری کی صورت میں گدھا کھانے کی اجازت دی کہ جس مجبوری میں مردار کھانا بھی جائز ہے، واللہ اعلم!''

(مَعرِفة السّنن والآثار : 103/14)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ .

''اس کی سند میں سخت اختلاف (اضطراب) ہے۔''

(نصب الرّاية : 197/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبٌ .

''اس کی سند ضعیف و مضطرب ہے۔''

(الدّراية :63/1، 211/2)

فائدہ:

گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہے، اس کی حرمت پر متواتر دلائل موجود ہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے وقت نکاح متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 4216، صحيح مسلم : 1407، المُنتقٰى لابن الجارود : 697)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ .

''غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 5115، صحيح مسلم : 30/1407)

❀ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

نَهٰى عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ .

”آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔“

(صحيح البخاري : 4216، صحيح مسلم : 1407)

❁ صحیح مسلم (1407/31) میں ہے:

إِنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُلَيِّنُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ : مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں نرم بات کرتے سنا، تو فرمایا: ابن عباس! اس فتوے سے رُک جائیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔“

❁ صحیح مسلم (1407/32) میں ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ .

”رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ

الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

”رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔“

(صحيح البخاري: 5521، صحيح مسلم: 561، المُنتقٰى لابن الجارود: 883)

❁ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيكَتِهٖ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ.

”خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے، ساتھ میں اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔ خبردار! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی تکیے پر ٹیک لگائے کہے گا: ”اس قرآن کو لازم پکڑلو، تم اس میں جسے حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو۔“ خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت اور کچلی والے درندے حلال نہیں ہیں اور نہ معاہد کی گری ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے۔“

(سنن أبي داود: 4604، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه الإمام أحمد: 4/132 والتّرمذي: 2664، وقال: حسنٌ غريب، وابن ماجه: 12، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۰۹) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَصْحَابَ الْمَسْجِدِ أَصْحَابَ ابْنِ الزُّبَيْرِ يَأْكُلُونَ الْفَرَسَ،

وَالْبِرْذَوْنَ قَالَ : وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ : أَكَلْنَا زَمَنَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ، وَحَمِيرَ الْوَحْشِ، وَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ .

”میں نے اس مسجد والوں، یعنی (صحابیٔ رسول) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ عربی اور عجمی گھوڑا کھاتے تھے، نیز مجھے ابوالزبیر نے بتایا کہ انہوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم خیبر کے زمانے میں گھوڑے اور وحشی (جنگلی) گدھے کھاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھریلو گدھے کھانے سے منع فرمایا تھا۔“

(مصنّف عبد الرزاق : 8737، صحيح مسلم :1941، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اشعار میں قرآنی آیت کا کوئی ٹکڑا ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب: اچھے اشعار ہوں، تو قرآنی آیات یا کسی آیت کا ٹکڑا ذکر کرنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ شعر کے سیاق وسباق سے کوئی ایسا معنی ثابت نہ ہو رہا ہو، جس سے آیت کریمہ کی معنوی تحریف لازم آتی ہو، کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ شعراء تخیلاتی دنیا میں کھو جاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ ایسے اشعار کی مذمت ہوئی ہے۔

سوال: جو قاری اور حافظ بچوں کو قرآن سکھاتا ہے، کیا اس کا عالم ہونا ضروری ہے؟

جواب: بچوں کو قرآن کریم کے ناظرہ یا حفظ کی تعلیم دینے کے لیے قاری اور حافظ کا عالم ہونا ضروری نہیں۔

البتہ اگر قرآن کریم کے ترجمے اور تفسیر کی تعلیم دینا مقصود ہو، تو معلم کا عالم فاضل ہونا ضروری ہے، ہر کس و ناکس سے قرآن کریم کے معانی ومفاہیم سیکھنا جائز نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا موبائل پر قرآن پڑھنے سے ثواب کم ملتا ہے؟

جواب: تلاوت میں اصل خشوع وخضوع اور للّٰہیت ہے، اگر یہ مقصود موبائل سے بھی حاصل ہو رہا ہے، تو موبائل اور مصحف سے دیکھ کر یا زبانی پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔

اگر مصحف سے دیکھ کر پڑھا جائے اور تدبر وتفکر حاصل ہو، نیز خشوع بھی نصیب ہو، تو بہت سے اہل علم مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو زبانی پڑھنے سے بھی بہتر خیال کرتے ہیں۔ اگر زبانی پڑھنے سے بھی خشیت پیدا ہو، تو راجح قول کے مطابق کسی بھی طرح تلاوت کی جا سکتی ہے، کسی ایک طریقہ کو افضل نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کسی طریقہ کو افضل یا مفضول کہنے پر کوئی دلیل نہیں۔

تلاوت میں اصل تدبر وتفکر اور خشیت وتقویٰ کا حصول ہے، وہ کسی بھی طرح حاصل ہو جائے، خواہ موبائل سے دیکھ کر پڑھنے سے، خواہ مصحف سے یا زبانی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

(صٓ : ۲۹)

”یہ مبارک کتاب، جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تا کہ یہ (لوگ) اس کی آیات میں تدبر کر سکیں اور تا کہ اہل عقل وخرد اس سے نصیحت پکڑ سکیں۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾(محمّد : ٢٤)

''کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔''

سوال: رحمت یا عذاب والی آیات کو بار بار پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر قاری کو کسی رحمت یا عذاب والی آیت سے خشیت پیدا ہوتی ہے، تو وہ اس آیت یا آیات کو بار بار پڑھ سکتا ہے، اس میں حرج نہیں۔

❁ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : هٰذَا مَقَامُ أَخِيكَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى أَصْبَحَ، أَوْ كَرُبَ أَنْ يُصْبِحَ، يَقْرَأُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَيَبْكِي : ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَآءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(الجاثية : ٢١)

''مجھے مکہ کے ایک آدمی نے کہا: یہ آپ کے بھائی سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جہاں میں نے انہیں ساری رات صبح تک یا صبح کے قریب تک ایک ہی آیت کریمہ پڑھتے دیکھا، وہ آیت پڑھتے، رکوع وسجدہ کرتے اور خوب روتے تھے، وہ آیت یہ تھی : ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَآءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(الجاثية : ٢١)''کیا

پاپیوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم انہیں بھی ان لوگوں کی طرح (جنت میں داخل) کر دیں گے، جو ایمان لائے اور نیک و صالح اعمال کیے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے، یہ بہت ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔“

(الزّهد لابن المبارك : 94، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا نام ”قرآن“ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب ”قرآن“ ہے، اس کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نام رکھا ہے۔ یہ کہنا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ کا نام ”قرآن“ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا اور اس سے پہلے یہ نام نہ تھا، دنیا کی بے حقیقت بات ہے۔

قرآن کا لفظ مکمل قرآن کریم پر بھی بولا جاتا ہے اور بعض سورتوں اور آیات پر بھی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّهٗ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾(الواقعة : ۷۷)

”بلاشبہ یہ قرآن کریم ہے۔“

❁ نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ﴾(البُروج : ۲۱)

”بلکہ یہ قرآن مجید ہے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

(النّحل : ۹۸)

’’جب آپ قرآن کریم کی قرأت کرنے لگیں، شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾(البقرة : ۱۸۵)

’’ماہ رمضان کہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾(الحِجر : ۸۷)

’’یقیناً ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔‘‘

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

(الأعراف : ۲۰٤)

’’جب قرآن کی تلاوت کی جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر رحمت ہو۔‘‘

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾(محمّد : ۲٤)

’’کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾(النّساء : ٨٢)

''کیا انہوں نے قرآن پر تدبر نہیں کیا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا، تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾(بني إسرائيل : ٨٢)

''ہم نے قرآن کو نازل کیا، یہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، البتہ یہ (قرآن) ظالموں کے لیے نقصان میں اضافہ کا باعث ہے۔''

❁ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾

(بني إسرائيل : ١٠٦)

''ہم نے قرآن کریم کو (آسمان دنیا سے زمین پر) ٹکڑوں میں نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔''

یہ اور ان جیسی کئی آیات میں کتاب اللہ کا نام ''قرآن'' رکھا گیا ہے، اگرچہ قرآن کریم کے دیگر نام بھی ہیں، مگر زیادہ مشہور ''قرآن'' ہے۔

احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ میں کتاب اللہ پر قرآن کا لفظ اتنی بار آیا ہے کہ اسے احاطہ قرطاس میں نہیں لایا جا سکتا۔

کیا اتنے دلائل کے بعد بھی شک کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ پر نازل کردہ کتاب کا نام خود قرآن رکھا ہے۔ یہ نام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی اور شخصیت نے نہیں رکھا۔

سوال: رنگین تجویدی مصحف کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، اس سے قرآن کو تجویدی اصولوں کے مطابق پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔

سوال: ختم قرآن کی کوئی خاص دعا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی تکمیل کے بعد کوئی خاص مسنون دعا پڑھنا ثابت نہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ختم قرآن کے بعد یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِخْبَاتَ الْمُخْبِتِينَ، وَإِخْلَاصَ الْمُوقِنِينَ، وَمُرَافَقَةَ الْأَبْرَارِ، وَاسْتِحْقَاقَ حَقَائِقِ الْإِيمَانِ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، وَوُجُوبَ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ.

''اے اللہ! میں تجھ سے عاجز اور انکسار لوگوں کی انکساری، یقین کامل رکھنے والوں کے اخلاص، نیکوکاروں کی رفاقت، حقائق الایمان کے استحقاق، ہر نیکی میں حصہ داری، ہر گناہ سے بچاؤ، تیری رحمت کے واجب ہونے، اپنے حق میں بخشش کے پختہ ہونے، جنت میں داخل ہونے کی کامیابی اور جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔''

(مَجموع فيه مصنفات أبي الحسن ابن الحمامي، ص 183، الأمالي للشّجري : 563)

سند ضعیف و منکر ہے۔ ابو یحییٰ زکریا بن ابی صمصامہ مجہول ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَتٰی بِخَبَرٍ مُّنْكَرٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْجُعْفِيِّ .

''اس نے حسین جعفی سے (یہ) منکر روایت بیان کی ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 73/2)

البتہ قرآن کریم کی تکمیل پر دعا کرنا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، مگر خاص الفاظ ثابت نہیں۔

✿ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَنَسٌ إِذَا خَتَمَ الْقُرْآنَ، جَمَعَ وَلَدَهٗ وَأَهْلَ بَيْتِهٖ فَدَعَا لَهُمْ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تکمیل کرتے، تو اپنے بچوں اور گھر والوں کو جمع کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔''

(سنن الدّارمي : 3517، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ایک شخص سونے سے پہلے موبائل پر قرآن کریم کی تلاوت لگا دیتا ہے اور سنتے سنتے سو جاتا ہے، اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی نیند کا آغاز اور جاگنے کا اختتام اللہ کے ذکر پر ہو، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: سونے سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت سننا بہترین ہے، جاگنے کا اختتام اور نیند کا آغاز ذکر اللہ پر ہو، تو یہ فضیلت والا عمل ہے۔ سوتے وقت تلاوت سننا دل و دماغ کو پرسکون اور مطمئن کرتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾(الرّعد: ۲۸)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہوتے ہیں، خوب یاد رکھو کہ دلوں کا اطمینان ذکر الٰہی میں ہے۔''

سوال: جس شخص کو سونے کے اذکار یاد نہیں اور وہ دیکھ کر پڑھ بھی نہیں سکتا، تو کیا وہ موبائل سے وہ اذکار ریکارڈ کر کے سن سکتا ہے؟

جواب: اسے چاہیے کہ تھوڑے تھوڑے کر کے اذکار یاد کرنے کی کوشش کرے، جب تک یاد نہیں ہوتے، تب تک موبائل سے سن سکتا ہے۔

سوال: کافروں کے پریس سے طبع کیا گیا مصحف قرآنی خریدنا کیسا ہے؟

جواب: کافر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، بعید نہیں کہ وہ مصحف قرآنی کو چھاپ کر اس میں تحریف کا ارتکاب کریں اور مسلمانوں میں فری یا کم قیمت میں تقسیم کر دیں، تاکہ وہ تحریف شدہ قرآن پڑھیں۔

اس لیے مسلمانوں کے پریس سے طبع شدہ قرآن کریم ہی پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح کافروں کی ویب سائٹس سے قرآن کریم یا دیگر اسلامی کتابیں ڈاؤن لوڈ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے، کیونکہ عام مسلمان کو معلوم نہیں کہ اس میں تحریف کی گئی ہے یا نہیں؟

سوال: اکھٹے بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایک جگہ اکھٹے بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قرآن سیکھ رہا ہے، تو کسی شخص کے پیچھے پیچھے سب کا اکھٹے پڑھنا بھی جائز ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهٗ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ.

''جو لوگ اللہ کے گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے سیکھتے سکھاتے ہیں، ان پر ''سکینت'' نازل ہوتی ہے، ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتے میں ان کا ذکر خیر فرماتے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 2699)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹی کے گھر سے پانی بھی نہیں پی سکتا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ بے جا سختی ہے۔ باپ اپنے داماد اور بیٹی کے گھر میں جا سکتا ہے، وہاں کھا پی سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَوَجَدَ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ، قَالَ : وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا، فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَرَآهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ : مَا لَكِ؟ قَالَتْ : جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَأَتَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ،

إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، قَالَ : وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمُ؟، فَذَهَبَ إِلٰى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : قُلْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَأْمُرُنِي بِهٖ؟ قَالَ : قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهٖ إِلٰى بَنِي فُلَانٍ .

”رسول اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیکھا، تو اندر تشریف نہ لائے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی گھر داخل ہوتے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہلے تشریف لاتے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے، تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پریشان دیکھا، وجہ پوچھی، تو کہنی لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آئے تھے، لیکن اندر تشریف نہیں لائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، عرض کیا: اللہ کے رسول! فاطمہ پریشان ہیں کہ آپ ان کی طرف آئے ہیں، مگر اندر تشریف نہیں لائے، فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میرا نقش ونگار سے کیا تعلق؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھئے کہ وہ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: فاطمہ سے کہیے کہ وہ (نقش ونگار والا پردہ) فلاں قبیلہ کو دے دیں۔“

(صحيح البخاري : 2613، سنن أبي داود : 4149، واللّفظ لهٗ)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ .

''مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے دے دیں۔''

(الكامل لابن عدي : 465/7، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 121/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سوید بن سعید حدثانی بکثرت تلقین قبول کرتا تھا، جس وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهٖ؛ إِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ، فَصَارَ يَتَلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهٖ .

''یہ صدوق تھا، نابینا ہونے کے بعد تلقین قبول کر لیتا تھا۔''

(تقريب التّهذيب : 2690)

شرح معانی الآثار للطحاوی (۳۰۱۴) میں سوید بن سعید کی تصحیف سعید بن منصور سے ہوگئی ہے؛

① کسی اور کتاب میں یہ روایت سعید بن منصور سے نقل نہیں کی گئی، بلکہ سوید بن سعید سے ہی نقل کی گئی ہے۔

② حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کی ساری کی ساری سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

③ حافظ ابن طاہر رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْمَحْفُوظِ .

''یہ روایت غیر محفوظ ہے۔''

(نصب الرّاية للزّيلعي الحنفي : 130/4، الدّراية لابن حجر : 186/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے۔

(المُهذّب في اختصار السّنن : 2252/5)

④ شرح مشکل الآثار للطحاوی (۵۹۹۷) ہی کی ایک دوسری روایت میں بھی سوید بن سعید کی تصحیف سعید بن منصور سے ہوئی ہے، کیونکہ دیگر کتابوں میں صالح بن موسیٰ طلحی سے نقل کرنے والے سوید بن سعید ہیں، نہ کہ سعید بن منصور۔

سوال: آیات کریمہ پر نظر پھیرنا اور زبان سے نہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح مطالعہ کرنے پر اجر ملتا ہے؟

جواب: قرآن پڑھنے کا ثواب اس وقت ملتا ہے، جب قرآن آیات کو زبان یا ہونٹوں کی حرکت کے ساتھ پڑھا جائے، کیونکہ زبان یا ہونٹوں کی حرکت نہ ہو، تو شرعاً وہ عمل معتبر نہیں ہوتا۔

البتہ قرآن کریم کی آیات میں غور وفکر اور تدبر کرنے کے لیے مطالعہ کیا جائے، تو اس مطالعہ کا ثواب ہے، اس طرح تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا۔

سوال: جس گھر میں کتا ہو، وہاں قرآن کریم کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: گھر یا کمرے میں کتا ہو، تو قرآن کریم کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔ البتہ بلا شرعی ضرورت کے گھر میں کتا ہو، تو رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے۔

❁ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ .

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا اور تصویر ہو۔“

(صحيح البخاري : 3322، صحيح مسلم : 2106)

سوال: کیا سورت فاتحہ پڑھنے کا کوئی ممنوع وقت ہے؟

جواب: سورت فاتحہ دیگر قرآنی سورتوں کی طرح کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے، بشرطیکہ پڑھنے والا جنبی نہ ہو۔ سورت فاتحہ پڑھنے کے لیے کوئی وقت ممنوع یا مکروہ نہیں۔

سوال: قرآن کریم میں زمزم کا قصہ کیوں بیان نہیں کیا گیا؟

جواب: قرآن کریم میں بہت سی باتیں ذکر نہیں کی گئی، وہ باتیں شریعت کے دوسری بڑے ماخذ حدیث مبارک میں ذکر کر دی گئیں ہیں، مثلاً نمازوں کی تعداد، نمازوں کا طریقہ، حج کا مکمل طریقہ، زکوٰۃ کا مکمل نصاب الخ۔

قرآن کریم کی طرح حدیث مبارک بھی شرعی حجت ہے۔ اس کے بغیر دین پر عمل ممکن نہیں، لہٰذا اگر کسی حکم کو حدیث میں ذکر کر دیا گیا، تو وہ شرعی حکم بننے کے لیے کافی ہے۔

زمزم کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں، مگر حدیث مبارکہ میں موجود ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کی مکمل تفصیل منقول و ماثور ہے۔

(صحيح البخاري : 3364، فضائل الصّحابة للنّسائي : 273)

سوال: سورت رحمٰن میں قرآن کی تعلیم کا ذکر انسان کی تخلیق سے پہلے کیا گیا ہے، ایسا کیوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ ۞ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۞ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۞ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾

(الرّحمٰن : ١ـ٤)

''رحمٰن، جس نے قرآن سکھایا، انسان کی تخلیق کی، اسے بولنا سکھایا۔''

اللہ تعالیٰ نے سورت رحمٰن میں اپنی نعمتوں کا تعارف کرایا ہے، اس لیے نعمتوں میں

سے سب سے بڑی اور اعلیٰ نعمت کو پہلے ذکر کیا، کیونکہ قرآن کریم کے نزول سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ اب چونکہ قرآن کریم کا مخاطب انسان ہے، اس لیے تعلیم قرآن کے بعد انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ ......﴾(النّساء : ٤٣)

''ایمان والو! تم حالت نشہ میں نماز کے قریب مت جاؤ، تا آنکہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔''

جواب: شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے ایک مرتبہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شراب پی لی، پھر نماز مغرب کا وقت ہوا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، تو آپ رضی اللہ عنہ سے سورت کافرون کی قرأت خلط ملط ہوگئی، جس پر شراب کی مشروط ممانعت نازل ہوئی۔ پھر بعد میں کلی طور پر شراب سے منع کر دیا گیا اور اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ : ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ

وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾.

''ایک انصاری شخص نے علی بن ابی طالب اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی دعوت کی اور دونوں کو شراب پلائی، اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مغرب کی امامت کروائی اور سورت کافرون کی قرأت کی، تو الفاظ خلط ملط ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ''نشے میں نماز مت پڑھو، تا آنکہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔''

(سنن أبي داود: 3671، وسنده حسنٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

''یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 3026)

امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۳۰۷) نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے بعض صحابہ شراب پی لیا کرتے تھے، ان میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ہیں، لیکن جب شراب کی حرمت نازل ہوئی، تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت سبھی صحابہ شراب نوشی سے رک گئے، پھر کبھی شراب نہیں پی۔ یہ کمال اطاعت ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِذَا أَقَرَّ الْمَرِيضُ بِدَيْنٍ جَازَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ تَرِكَتِهِ .

”جب (قریب المرگ) مریض نے قرض کا اقرار کیا، تو یہ اس پر تمام متروکہ مال میں بھی جائز ہے۔“

(الهداية : 187/3)

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت منقول نہیں۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 111/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 180/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ ...... وَأَيْضًا نِسْبَتُهُ إِلٰى عُمَرَ غَيْرُ صَحِيحٍ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔...... اس قول کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں۔“

(البِناية : 471/9)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اَلزَّارِعُ یُتَاجِرُ رَبَّهٗ .

”کاشت کار اپنے رب سے تجارت کرتا ہے۔“

(الهداية : 288/4)

جواب: ایسی کوئی روایت کتب حدیث میں منقول نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 553)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ بالکل بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 166/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث منکر اور بے اصل ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 656/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 200/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ ، وَهُوَ غَرِيبٌ جِدًّا .

”اس حدیث کی کوئی سند نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 136/11)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلشُّفْعَةُ لِشَرِيكٍ لَمْ يُقَاسِمْ .

”شفعہ کا حق اس حصہ دار کو ہوگا، جس نے مال تقسیم نہیں کیا۔“

(الهداية : 308/4)

جواب: اس الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 172/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 202/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 275/11)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا شُفْعَةَ إِلَّا فِي رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ .

”شفعہ صرف گھر اور دیوار میں ہے۔“

(الهداية : 318/4)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں آسکی۔

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا اللَّفْظُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ الفاظ کتب احادیث میں منقول نہیں ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 695/5)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيث غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البدر المُنير : 7/7، خلاصة البدر المنير : 101/2)

فائدہ:

اس معنی کی ایک روایت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ شِرْكٍ لَّمْ يُقْسَمْ رَبْعَةٍ، أَوْ حَائِطٍ لَّا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يَّبِيعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيكَهٗ، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ فَإِنْ بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهٖ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس مشترکہ چیز میں شفعہ کا حق رکھا ہے، جو تقسیم نہ ہوئی ہو، خواہ مکان ہو یا باغ ہو، اپنے ساجھی کو اطلاع دیے بغیر اسے بیچنا مالک کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ (ساجھی) چاہے گا، تو خرید لے گا، چاہے گا، تو چھوڑ دے گا۔ اگر مالک ساجھی کو بتائے بغیر فروخت کر دے، تو ساجھی اس کا زیادہ حقدار ہے۔“

(صحيح مسلم: 1608، المُنتقٰى لابن الجارود: 642)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پٹی پر مسح کرنے کا حکم فرمایا۔

(الهداية للمَرغيناني: 32/1، البِناية للعيني: 614/1)

جواب: اس معنی کی کوئی روایت ثابت نہیں۔ البتہ علمائے احناف جو روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں، وہ بے اصل اور بے سند ہے۔

❀ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں؛

إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُسِرَتْ يَدُهٗ يَوْمَ أُحُدٍ فَسَقَطَ اللِّوَاءُ مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِجْعَلُوهُ فِي يَسَارِهٖ، فَإِنَّهٗ صَاحِبُ اللِّوَاءِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْنَعُ بِالْجَبَائِرِ فَقَالَ : اِمْسَحْ عَلَيْهَا .

''اُحد کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ٹوٹ گیا، تو آپ کے ہاتھ سے جھنڈا گر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جھنڈا علی کے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیں، کیونکہ دنیا اور آخرت علی ہی صاحب لواء ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں پٹی کا کیا کروں؟ فرمایا: اس پر مسح کر لیں۔''

(المبسوط للسّرخسي :74/1، بدائع الصّنائع للكاساني :13/1، البِناية للعيني :614/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ بے اصل حدیث ہے۔''

(البِناية :614/1)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جدید مفسرین کی وہ تفاسیر، جو سلف صالحین کے خلاف ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن وسنت کو سمجھا جا چکا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تفسیر کا علم حاصل کیا، پھر صحابہ سے تابعین نے اور تابعین سے تبع تابعین، حتیٰ کہ یہ سلسلہ محدثین تک آ پہنچا۔

متاخرین کی وہ علمی تفسیر قبول ہے، جس کے بارے میں سلف صالحین نے کوئی تفسیر نہیں کی یا وہ متاخر کی وہ تفسیر سلف صالحین کی تفسیر کے خلاف نہیں ہے۔

متاخر کی وہ تفسیر جو سلف صالحین کی واضح ثابت شدہ تفسیر کے خلاف ہو، وہ باطل ہے، وہ دراصل تفسیر ہے ہی نہیں، بلکہ وہ تحریف ہے، خواہ وہ کتنی ہی سائنسی موشگافیوں پر مشتمل کیوں نہ ہو، کتنی ہی عقلی دلائل سے مزین کیوں نہ ہو؟! کیونکہ سلف اُمت کے زمانہ کو سب سے بہترین زمانہ قرار دیا گیا ہے، یہ خیریت ہر اعتبار سے ہے۔ آیت کی جو تفسیر سلف صالحین نے بیان کر دی ہے، وہی حق اور سچ ہے، اس کے خلاف کی گئی تفسیر درحقیقت تحریف ہے، جس کا ارتکاب بہت سے متاخرین مفسرین کر چکے ہیں۔

مثال کے طور پر:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحِجر : ۹۹)

''تادمِ واپسین اپنے رب کی عبادت بجالایئے۔''

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري :61/1)

سلف اُمت نے یہاں یقین سے مراد موت لیا ہے، اب اگر کوئی متاخر یقین سے مراد مقام یقین لے، جیسا کہ گمراہ باطنی صوفیا کہتے ہیں، تو قرآن کی واضح باطل تحریف ہوگی، اسے تفسیر یا تاویل نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح استواء کا معنی استیلاء (غلبہ) سے کرنا بھی آیت کریمہ کی تحریف ہے، تمام سلف کا اجماع ہے کہ یہاں استواء سے مراد بلند ہونا ہے، نہ کہ غلبہ پانا۔

اگر کوئی جدید مفسر یہاں استواء کا معنی غلبہ پانا کرے، تو اس کی یہ تفسیر قبول نہیں، کیونکہ اس نے سلف کے خلاف تفسیر کی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم سلف کی تفاسیر اور تفاہیم پر کاربند ہوجائیں، کیونکہ انہوں نے صافی چشمہ سے پیا ہے، ان کی نسبت محمد کریم ﷺ کے ساتھ ہے، وہ سب سے بڑھ کر کتاب وسنت کی تعبیرات سے واقف تھے، ان میں سے کسی سے اگر کوئی غلطی ہو بھی گئی، تو اس کی اصلاح ہوچکی ہے۔ اگر کسی آیت کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہوگیا ہے، تو ان میں جمع وتوفیق دی جائے گی، اگر جمع ممکن نہ ہو، تو کسی ایک قول کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی جائے گی، نیا قول جاری نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا بعد والوں کو چاہیے کہ اپنے علم وعمل کی بنیاد سلف صالحین کے علم وعمل کو بنائیں، اسی میں عافیت ہے اور اسی میں کامیابی۔

سوال: ایک عیسائی کہتا ہے کہ اگر قرآن کتاب ہدایت ہے، تو اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف کیوں ہے؟

جواب: پہلی بات کہ مفسرین کا سارے قرآن کی تفسیر میں اختلاف نہیں، بلکہ قلیل آیات ہیں، جن میں اختلاف کیا گیا ہے، بلکہ متقدمین سلفی علمائے تفسیر کا اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے، ان کے مابین جو اختلاف ہے، ان میں سے اکثر تفاسیر کا اختلاف ایسا ہے، جن کی وجہ سے اصل مضمون میں اختلاف لازم نہیں آتا، وہاں فقط نوع کا اختلاف ہے۔

قرآن کریم کی بیشتر آیات کی تفسیر میں اتفاق ہے، جو کہ کسی کے ہدایت یافتہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ جن سلفی اہل علم نے تفاسیر کی ہیں، ان کے مابین ایسا اختلاف نہیں کہ جس کی وجہ سے قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنا مشکل ہو جائے۔

لہذا بعض مفسرین کے تفسیری اختلاف سے قرآن کریم کے کتاب ہدایت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ توحید و رسالت، آخرت اور بنیادی عقائد میں سبھی اہل سنت مفسرین یکجا ہیں، ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں، یہ اختلاف بعض فقہی احکام کے بارے میں ہوا ہے، ایسا ہی اختلاف احادیث مبارکہ میں بھی ہوا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا صَحَّ عَنِ السَّلَفِ أَنَّهُمُ اخْتَلَفُوا فِيهِ اخْتِلَافَ تَنَاقُضٍ فَهٰذَا قَلِيلٌ .

”سلف صالحین سے جو (قرآنی آیات کی تفاسیر میں) تناقض والا اختلاف ثابت ہے، وہ بہت ہی کم ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 162/5)

اس کے برعکس یہود ونصاریٰ کی کتابوں میں عقائد، احکام اور تفاسیر وغیرہ میں ہر قسم کا اختلاف وارد ہوا ہے، کیونکہ یہ ان کے علما کی تحریف شدہ عبارات ہیں، جنھیں تورات یا انجیل کا درجہ دیا گیا ہے، اسی وجہ سے ان کی اناجیل کی تفاسیر کے مابین شدید تعارض اور اختلاف واقع ہوا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

تَفَاسِيرُ النَّصَارٰى لِلْكُتُبِ الْإِلَهِيَّةِ فِيهَا مِنَ التَّحْرِيفِ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، وَالْإِلْحَادِ فِي أَسْمَاءِ اللّٰهِ وَآيَاتِهٖ مَا يَطُولُ وَصْفُهٗ، وَلَا يَنْقَضِي التَّعَجُّبُ مِنْهُ.

''نصاریٰ کی کتب سماویہ کی تفاسیر میں کلام الٰہی کی تحریف کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کے اسما اور آیات میں الحاد سے کام لیا گیا ہے، جسے بیان کرنا باعث طوالت ہے اور اس سے تعجب کبھی ختم نہیں ہونے والا۔''

(الجواب الصّحیح: 93/3)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُّعْبَدُونَ﴾ (الزّخرف: ٤٥)

''(اے نبی!) آپ ان رسولوں سے پوچھ لیں، جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث کیے کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ بھی الٰہ بنائیں ہیں، جن کی عبادت کی جاتی ہو؟''

نبی کریم ﷺ پہلے رسولوں سے کیسے سوال کر سکتے ہیں، جبکہ وہ سب رسول تو پہلے گزر چکے ہیں؟

جواب: آیت مبارکہ کی تفسیر میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں؛

① نبی کریم ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ جن نبیوں اور رسولوں سے آپ کی ملاقات بیت المقدس میں ہونے والی ہے، ان سے پوچھ لیں کہ کیا انہیں مختلف معبودوں کی عبادت کا حکم یا اجازت دی گئی تھی۔ گویا یہ سوال سفر معراج کے موقع کے ساتھ خاص ہے۔

② یہاں پہلے رسولوں سے پوچھنے کا مطلب ان رسولوں پر ایمان رکھنے والے لوگوں سے پوچھ لیں کہ جو آپ پر ایمان لا چکے ہیں یا ان کی طرف منزل کتابوں کا اصل مضمون دیکھ لیں۔ گویا اہل کتاب میں سے جو ایمان قبول کر چکے ہیں، ان سے پوچھنا دراصل رسولوں سے پوچھنا ہے، کیونکہ وہ ان تعلیمات کو جانتے تھے، جو ان کے پیغمبروں نے انہیں دی تھیں، جیسے یہود و نصاریٰ ہیں۔

قرآن کریم کی دوسری آیت کریمہ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَؤُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ (یونس: ٩٤)

”اگر آپ ہماری نازل کردہ وحی کے بارے میں کسی قسم کے شک میں ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں، جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، یقیناً بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے، لہٰذا آپ ہرگز

شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔‘‘

اب چونکہ تمام انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کا پیغام توحید ایک ہی ہے، لہٰذا بعض رسولوں کے متبعین سے پوچھ لینا گویا تمام رسولوں اور پیغمبروں کے متبعین سے پوچھ لینا ہے۔

❁ قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ : ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾(الزّخرف : ٤٥) سَلْ أَهْلَ الْكِتَابِ، أَكَانَتِ الرُّسُلُ تَأْتِيهُمْ بِالتَّوْحِيدِ؟ أَكَانَتْ تَأْتِيهُمْ بِالْإِخْلَاصِ؟ .

’’فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ (الزّخرف : ٤٥) ’’(اے نبی!) آپ ان رسولوں سے پوچھ لیں، جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث کیے......۔‘‘ کا معنی ہے: (اے نبی) آپ اہل کتاب سے سوال کیجئے کہ کیا رسول ان کے پاس توحید کا پیغام لائے تھے؟ کیا رسول ان کے پاس اخلاص کی دعوت لائے تھے؟‘‘

(مصنّف عبد الرزّاق : 125/6، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ آیت کریمہ کی یہ تفسیر سب سے بہتر ہے۔

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (٣١٠ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى الْقَوْلَيْنِ بِالصَّوَابِ فِي تَأْوِيلِ ذٰلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ : عُنِيَ بِهٖ : سَلْ مُؤْمِنِي أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ .

’’اس آیت کی سب سے صحیح تفسیر ان مفسرین کی ہے، جنھوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب کے مؤمن لوگوں سے پوچھنا ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري : 606/20)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَعْجَبُ رَبُّكُمْ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةٍ بِجَبَلٍ، يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ، وَيُصَلِّي، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : انْظُرُوا إِلٰى عَبْدِي هٰذَا يُؤَذِّنُ، وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ، يَخَافُ مِنِّي، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ .

”آپ کا رب عز وجل اس چرواہے پر تعجب کرتا ہے، جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا ہے، نماز کے لیے اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، تو اللہ عز وجل فرماتا ہے: (فرشتو!) میرے اس بندے کو دیکھو، یہ اذان کہہ کر نماز پڑھتا ہے، یہ مجھ سے ڈرتا ہے۔ (گواہ رہو) میں نے اپنے اس بندے کو معاف کر دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔“

(سنن أبي داود : 1203، سنن النّسائي : 666)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۶۰) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سوال: نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا بدعت اور بے اصل عمل ہے، اس کے بارے میں مروی روایت ضعیف و غیر ثابت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام

پھیرنے کے بعد اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ، أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ .

''اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو رحمٰن ورحیم ہے۔ اللہ! میرے سارے دکھ درد دور فرما دے۔''

(عَمَلُ اليَوْم واللّيلة لابن السنّي : 112، حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 301/2)

سند باطل ہے۔

① سلام بن سلم مدائنی طویل ضعیف ومتروک ہے۔

② زید بن الحواری عمی ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ .

''حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(نتائج الأفكار : 301/2)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 110/10)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

”اکثر محدثین ضعیف کہتے ہیں۔“

(مَجموع رسائل ابن عبد الهادي، ص 68)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

”اکثر محدثین ضعیف کہتے ہیں۔“

(البدر المُنير : 133/2)

❁ علامہ حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

”اکثر محدثین ضعیف کہتے ہیں۔“

(الكَشف الحَثيث، ص 122)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

”جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(نتائج الأفكار :253/1)

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 3178، الدُّعاء للطَبَراني : 658، الكامل لابن عدي : 2084-2085/6، تاريخ بغداد للخطيب : 480/12)

سند باطل ہے۔

① کثیر بن سُلَیم، ابوسلمہ، مدینی ضعیف، متروک اور منکر الحدیث ہے۔

② کثیر کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(تاريخ أصبهان لأبي نُعَيم : 66/2)

سند باطل ہے۔

① داود بن محبر متروک وکذاب ہے۔

② عباس بن رزین مصطفیٰ اسلمی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ خلاس بن یحییٰ کا ترجمہ نہیں ملا۔

❁ عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ مَسَحَ جَبْهَتَهٗ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، وَقَالَ : «بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، اللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ» .

''نبی کریم ﷺ نماز سے سلام پھیرتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر یوں دعا فرماتے تھے:

''اس اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو غیب و حاضر کو جاننے والا اور رحمٰن و رحیم ہے۔ اللہ! غم اور پریشانی کو مجھ سے دُور فرما دے۔''

(تاريخ واسط لِبَحْشل، ص 130)

سند ضعیف و مرسل ہے۔

① عنبسہ بن عبدالواحد واسطی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

② عمرو بن قیس تابعی ہیں اور وہ بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے

ہیں، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دُعا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ دین صحیح حدیثوں کا نام ہے، لہٰذا یہ عمل بدعت ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

❀ منقول ہے:

إِنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ كَانَ مُؤَذِّنَ مَكَّةَ فَلَمَّا انْتَهٰى إِلٰى ذِكْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَفَضَ صَوْتَهُ اسْتِحْيَاءً مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَعْهَدُوا ذِكْرَ اسْمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ جَهْرًا فَفَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُذُنَهٗ وَأَمَرَهٗ أَنْ يَعُودَ فَيَرْفَعَ صَوْتَهٗ لِيَكُونَ تَأْدِيبًا لَهٗ .

''سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ کے مؤذن تھے، جب (اذان میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ سے بچنے کے لیے آواز آہستہ کر لی، کیونکہ مکہ والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اونچا نہیں لیا جاتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا کان مروڑا اور انہیں دوبارہ یہی کلمات پڑھنے کا حکم دیا اور آواز بلند کرنے کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تادیباً کیا تھا۔''

(المَبسوط للسّرخسي الحنفي: 1/128-129)

جواب: روایت بے سند اور بے اصل ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ عامر شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةُ مُؤَذِّنِينَ؛ بِلَالٌ، وَأَبُو مَحْذُورَةَ، وَعَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِذَا غَابَ بِلَالٌ أَذَّنَ أَبُو مَحْذُورَةَ، وَإِذَا غَابَ أَبُو مَحْذُورَةَ أَذَّنَ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ.

”رسول اللہ ﷺ کے تین مؤذن تھے: ① سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ② سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ③ سیدنا عمرو بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ۔ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے، تو سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان کہتے تھے اور جب سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے، تو سیدنا عمرو بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہتے تھے۔“

(طَبقات ابن سعد: 234/3)

جواب: روایت باطل ہے۔

① جابر بن یزید جعفی متروک وکذاب ہے۔

② عامر شعبی کی مرسل ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ یحییٰ بکاء سے مروی ہے:

كُنْتُ آخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ مِنْ مُؤَذِّنِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: إِنِّي لَأُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَإِنِّي لَأُبْغِضُكَ فِي اللّٰهِ، إِنَّكَ تُحَسِّنُ صَوْتَكَ لِأَخْذِ الدَّرَاهِمِ.

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کر رہے تھے، اسی اثنا میں کعبہ کے ایک مؤذن سے ملاقات ہوئی، کہنے لگا: میں اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مگر

میں اللہ کے لیے تجھ سے بغض رکھتا ہوں، اس لیے کہ تم درہم کمانے کے لیے (اذان دیتے وقت) آواز کو خوبصورت بناتے ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :227/1، المُعجم الكبير للطّبراني : 264/12)

جواب: روایت باطل ہے۔ یحییٰ بن مسلم بکاء ضعیف ومتروک ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أُتِيَ بِجَدِّي سَعْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ فَتِلْكَ الْمَسْحَةُ فِينَا إِلَى السَّاعَةِ .

''خندق کے دن میرے دادا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے استغفار کی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، (قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں:) اس ہاتھ پھیرنے کے نشان قیامت تک ہماری نسل میں رہیں گے۔''

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص 97)

جواب: بے سند اور جھوٹی روایت ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ ملکہ سبأ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائیں، تو ان کے ساتھ شادی ہوگئی تھی، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی معتبر خبر نہیں، کیونکہ کتاب وسنت اس بارے میں خاموش ہیں، ہمیں بھی خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اگر چہ تاریخی روایات کے مطابق سیدنا سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبأ کی شادی ہوگئی تھی، واللہ اعلم!

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ سورت نمل میں جس ''ہدہد'' کا ذکر ہے، اس سے مراد پرندہ نہیں، بلکہ کوئی بندہ ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): سورت نمل میں جس ''ہدہد'' کا ذکر ہے، اس سے مراد معروف پرندہ ہے، یہ کہنا کہ یہ کسی شخص کا نام تھا، باطل بات ہے اور کلام اللہ کی معنوی تحریف ہے۔

(سوال): قرآن کریم میں ''محصنات'' کا لفظ وارد ہوا ہے، اس کا کیا معنی ہے؟

(جواب): لفظ ''محصنات'' قرآن کریم میں تین مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے؛

① پاک دامن عورتیں، جو زانیہ نہ ہوں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(المائدة : 5)

''تم سے پہلے اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ﴾(النّساء : ٢٥)

''وہ عورت پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ دلی دوستیاں لگانے والی ہوں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

② آزاد عورتیں، جو لونڈیوں کے مقابلہ میں آتی ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾

(النّساء : ٢٥)

”ان (لونڈیوں) پر اس عذاب (سزا) کا نصف ہے، جو آزاد عورتوں پر ہے۔“

③ احصان سے مراد شادی شدہ ہونا بھی آیا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ ......﴾(النّساء : ٢٥)

”جب وہ (لونڈیاں) نکاح کر لیں اور پھر اگر وہ برائی (زنا) کا ارتکاب کریں......۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ٢٤)

”شادی شدہ عورتیں (بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں، جو کسی کے نکاح میں ہیں)۔“

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَذَانُ الْحَيِّ يَكْفِينَا .

”محلے والی اذان ہمیں کافی ہے۔“

(الهداية :45/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت کتب حدیث میں منقول نہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ . ”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 291/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ . ”مجھے یہ اثر نہیں ملا۔“

(الدّراية : 121/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ . ”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(البِناية : 116/2)

تنبیہ:

❁ ابراہیم نخعی سے مروی ہے:

إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي دَارِهِ بِغَيْرِ إِقَامَةٍ، وَقَالَ : إِقَامَةُ الْمِصْرِ تَكْفِي .

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں شاگردوں کو بغیر اقامت کے نماز پڑھائی، فرمایا: شہر کی اقامت کافی ہے۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 1961، المُعجم الكبير للطّبراني : 257/9)

روایت ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

② ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ضعیف ہیں۔

③ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

④ ابراہیم نخعی مدلس ہیں، ان کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید رحمہما اللہ سے مروی ہے:

كُنَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ يُصَلِّي فَقُمْنَا خَلْفَهُ، فَأَقَامَ أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِهِ، ثُمَّ قَامَ بَيْنَنَا، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: هٰكَذَا، اصْنَعُوا إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، وَكَانَ إِذَا رَكَعَ طَبَّقَ وَصَلَّى بِغَيْرِ أَذَانٍ، وَلَا إِقَامَةٍ، وَقَالَ: يُجْزِئُ إِقَامَةُ النَّاسِ حَوْلَنَا.

''ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے، اسی اثنا میں نماز کا وقت ہو گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی، ہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے ہم سے ایک کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا، خود ہمارے درمیان کھڑے ہو گئے، جب نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: جب آپ تین لوگ ہوں، تو اس طرح کھڑے ہوا کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب رکوع کرتے، تو تطبیق کرتے تھے اور بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھا دیتے تھے، نیز فرماتے: ہمارے اردگرد کے لوگوں کی اقامت ہمیں کافی ہے۔''

(الآثار لمُحمّد بن الحسن الشَّيباني: 211/1)

جھوٹی روایت ہے۔

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی کذاب ہے۔

② ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ضعیف ہیں۔

③ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

④ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

سوال: اگر لڑکا بے نماز ہو، تو اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: رشتوں کے لین دین میں دین کو بنیاد بنانا چاہیے۔ اگر بیٹی صالحہ ہے، تو اس کا شوہر بھی نیک و صالح ہونا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں دینی حوالہ سے مناسبت ضروری ہے۔ نماز چھوڑنا کفر ہے۔ بے نماز خیر اور برکت سے محروم ہوتا ہے، لہٰذا اس سے ہرگز اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اس کے بُرے نتائج کے منتظر رہیں۔

اگر کسی نے اپنی بچی کے متعلق غلط فیصلہ کرلیا اور اسے کسی بے دین، بدعقیدہ، بدعتی، ملحد اور بد مذہب سے بیاہ دیا، تو روز آخرت یہ فیصلہ اس کے لیے وبال جان بن جائے گا، کیونکہ جس سے بچیوں کی دیکھ بھال اس کا فرض ہے، اسی طرح اس کی اچھی جگہ شادی کرنا بھی اس کا دینی واخلاقی فریضہ ہے۔

اگر اس نے اس فریضہ میں کوتاہی برتی، تو اس کا گناہ اس کے ذمہ بہر کیف موجود رہے گا اور اگر اس نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا، تو دنیا وآخرت میں اس کے لیے عزت ہی عزت ہے۔

دنیا میں جتنا بگاڑ ہے، اس کی وجہ نفسانی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی تسکین کی خاطر انسان اللہ کی حدود کو پامال کر دیتا ہے، یہاں تک کہ دنیا کی خاطر کفر کو اختیار کر لیتا ہے۔ اسی

طرح اولاد کے معاملہ میں دنیا کو ترجیح دیتا ہے اور دین وآخرت کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

سوال: بچوں کی شادی کب کرنی چاہیے؟

جواب: اسلامی معاشرے کی اصلاح وفلاح اور مسلمانوں کی خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ اولاد، خواہ بیٹا ہو یا بیٹی، جب بالغ ہو جائے، تو مناسب رشتہ ملتے ہی اس کی شادی کر دی جائے۔

❀ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنْ يَجِبُ أَنْ نَّعْلَمَ أَنَّ الْكَفَائَةَ إِنَّمَا هِيَ فِي الدِّينِ وَالْخُلُقِ فَقَطْ .

''یہ جاننا ضروری ہے کہ لڑکی اورلڑکے کی باہمی مناسبت صرف دین اور اخلاق میں ہوتی ہے۔''

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة : 57/3، ح : 1067)

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ لوگ دنیا کی خاطر آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔ انہیں اولاد کی پرواہ نہیں، نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے۔ وہ مغربی تہذیب کی دلدادہ بن چکی ہے اور اسلام سے بیگانہ ہے۔ اگر بچوں کی بروقت شادی کر دی جائے، تو ان کو صحت و عافیت والی لمبی عمر نصیب ہو سکتی ہے اور یقیناً دین ودنیا کی بھلائیاں ان کا مقدر بنیں گی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ؛ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ .

''عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: ① مال کی وجہ سے ② حسب ونسب کی وجہ سے ③ حسن وجمال کی وجہ سے ④ دین داری کی وجہ

سے۔(اے ابو ہریرہ!) آپ دین دار کو ترجیح دینا، (بطور محاورہ فرمایا:) آپ کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔''

(صحيح البخاري : 5090، صحيح مسلم : 1466)

تنبیہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، فَأَنْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَتَزَوَّجُوا إِلَيْهِمْ.

''اپنی اولاد کے لیے مناسب رشتوں کا انتخاب کریں، مناسب مردوں سے اپنی بیٹیوں کا نکاح کریں اور مناسب عورتوں سے اپنے بیٹوں کی شادی کریں۔''

(النَّفقة على العِيال لابن أبي الدّنيا : 130، تاريخِ ابن عساكر : 84/15، وسندهٗ حسنٌ)

روایت ضعیف ہے۔ ائمہ علل اسے بے اصل قرار دیتے ہیں۔

❁ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 1219)

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ.

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 1208)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: زخم پر پٹی باندھی ہوئی ہے، اس پر مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اعضائے وضو میں سے کسی عضو پر زخم ہے اور اس پر پٹی باندھی ہوئی ہے، تو اس صورت میں اگر وہ عضو دھونا ممکن نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کیا جا سکتا ہے، اگر زخم معمولی ہے اور دھونے سے کوئی نقصان نہیں، تو اس عضو کو دھویا جائے گا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

مَنْ كَانَ لَهٗ جُرْحٌ مَعْصُوبٌ عَلَيْهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْعَصَائِبِ وَيَغْسِلُ مَا حَوْلَ الْعَصَائِبِ.

''جس کا کوئی عضو زخمی ہو اور اس پر پٹی باندھی گئی ہو، تو وضو کرتے ہوئے وہ پٹی والی جگہ پر مسح کر لے اور اردگرد کے حصہ کو دھو لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1448، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :228/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس روایت کو حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ :228/1)

❁ عبید بن عمیر لیثی جندی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

فِي الرَّجُلِ يَكُونُ بِهِ الْجُرْحُ قَالَ : يَغْتَسِلُ وَيَغْسِلُ مَا حَوْلَهٗ .

''جس شخص کو کوئی زخم لگا ہو، تو وہ (نقصان کا اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں)

غسل کرے اور زخم کے ارد گرد کے حصہ کو دھولے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1439، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَمْسَحُ مَا حَوْلَهٗ .

''زخم کے ارد گرد کے حصہ پر مسح کرلے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1440، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَصَابَنِي مَحْمِلٌ هَاهُنَا وَوَضَعَ شُعْبَةُ إِصْبَعَهٗ فِي أَصْلِ حَاجِبِهٖ فَعَصَبْتُ عَلَيْهِ عِصَابًا فَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَمْسَحُ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ : نَعَمْ .

''مجھے اس جگہ کجاوہ لگ گیا، شعبہ رحمہ اللہ نے اپنی ابرو کے نیچے والے حصہ پر انگلی رکھ کر دکھایا۔ تو میں نے اس پر پٹی باندھی لی اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا میں اس پر مسح کرسکتا ہوں، فرمایا: جی ہاں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1442، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ طَاوُسًا عَنِ الْخَدْشِ يَكُونُ بِالرَّجُلِ فَيَزِيدُ الْوُضُوءَ أَوْ الْاغْتِسَالَ مَنَ الْجَنَابَةِ وَقَدْ عَصَبَ عَلَيْهِ خِرْقَةً، فَقَالَ : إِنْ كَانَ يَخَافُ فَلْيَمْسَحْ عَلَى الْخِرْقَةِ وَإِنْ كَانَ لَا يَخَافُ فَلْيَغْسِلْهَا .

''میں نے طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے خراش یا زخم کے بارے میں پوچھا، جو

کسی شخص کو لاحق ہو اور وہ وضو یا غسل جنابت کرنا چاہتا ہے، جبکہ اس نے زخم پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔ فرمایا: اگر اسے (زخم کے بگڑنے کا) خدشہ ہو، تو پٹی پر مسح کر لے، اگر خدشہ نہیں، تو اسے دھو لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1436، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1084، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُمْسَحُ عَلَى الْعِرْقِ .

''رگ کٹنے پر (باندھی گئی پٹی پر) مسح کیا جائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1449، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عمران بن حدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ بِي جُرْحٌ مِنَ الطَّاعُونِ فَسَأَلْتُ أَبَا مِجْلَزٍ فَقَالَ : امْسَحْ عَلَيْهِ .

''مجھے طاعون کی وجہ سے زخم تھا، میں نے ابومجلز لاحق بن حمید رحمہ اللہ سے پوچھا، تو فرمایا: اس پر مسح کر لیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1438، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ يُجِيزُونَ الْمَسْحَ عَلَى الْجَبَائِرِ، وَلَسْتُ أَحْفَظُ عَنْ أَحَدٍ أَنَّهٗ مَنَعَ مِنَ الْمَسْحِ عَلَى الْجَبَائِرِ ...... فَدَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلٰى أَنَّ النَّاسَ لَمْ يُكَلَّفُوا غَيْرَ طَاقَتِهِمْ، وَهٰذِهٖ كَالْإِجْمَاعِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي بَابِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَبَائِرِ .

''اکثر اہل علم پٹی پر مسح کو جائز کہتے ہیں، میرے علم میں نہیں کہ کسی نے پٹی پر مسح

کو منع کیا ہو۔ ...... چنانچہ کتاب وسنت دلالت کناں ہیں کہ لوگوں کو ان کی طاقت سے زائد مکلّف نہیں ٹھہرایا جائے گا، پٹی پر مسح کے بارے میں اہل علم کا تقریباً اجماع ہے۔''

(الأوسط : 24/2)

تنبیہ:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انْكَسَرَتْ إِحْدٰى زَنْدَيَّ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَمْسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ .

''میری ایک کلائی ٹوٹ گئی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پٹی پر مسح کرنے کا حکم دیا۔''

(سنن ابن ماجه : 657)

باطل روایت ہے۔عمرو بن خالد واسطی ضعیف ومتروک اور کذاب ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''حفاظ حدیث کا عمرو بن خالد کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(المَجموع : 324/2)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ اس روایت کے تحت فرماتے ہیں:

لَوْ عَرَفْتُ إِسْنَادَهٗ بِالصِّحَّةِ قُلْتُ بِهٖ .

''اگر مجھے اس سند کے صحیح ہونے کا علم ہو جائے، تو میں اس کے مطابق مذہب

بناؤں گا۔''

(الأمّ: 60/1)

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ باطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ.

''یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم: 102)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ لَا تَحِلُّ رِوَايَتُهٗ إِلَّا عَلٰى بَيَانِ سُقُوطِهٖ.

''اس روایت کو نقل کرنا جائز نہیں، البتہ اس کے ضعف کو بیان کرنے کی غرض سے نقل کیا جا سکتا ہے۔''

(المُحلّٰی: 317/1)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ.

''نبی کریم ﷺ سے اس مسئلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم: 1082)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ.

''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(المَجموع: 324/2)

❀ علمائے احناف نقل کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُسِرَتْ يَدُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَسَقَطَ اللِّوَاءُ مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِجْعَلُوهُ فِي يَسَارِهٖ، فَإِنَّهٗ صَاحِبُ اللِّوَاءِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْنَعُ بِالْجَبَائِرِ فَقَالَ : اِمْسَحْ عَلَيْهَا .

”اُحد کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ٹوٹ گیا، تو آپ کے ہاتھ سے جھنڈا گر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جھنڈا علی کے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیں، کیونکہ دنیا اور آخرت علی ہی صاحب لواء ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں پٹی کا کیا کروں؟ فرمایا: اس پر مسح کر لیں۔“

(المبسوط للسّرخسي :74/1، بدائع الصّنائع للكاساني :13/1، البِناية للعيني :614/1)

یہ روایت بے اصل اور بے سند ہے۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ بے اصل حدیث ہے۔“

(البِناية :614/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِنَّهُمَا فَرْضَانِ فِي الْجَنَابَةِ، سُنَّتَانِ فِي الْوُضُوءِ .

”کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، جنابت (کے غسل) میں فرض ہیں اور وضو میں

سنت ہیں۔‘‘

(الهِداية :19/1)

(جواب): کتب حدیث میں یہ روایت منقول و ماثور نہیں۔ یہ بے سند و بے اصل روایت ہے۔

❁ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

’’اس کی سند کا کوئی اتا پتا نہیں۔‘‘

(الغاية في شرح الهداية :212/1)

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

’’یہ روایت میرے علم میں نہیں۔‘‘

(التّنبيه، ص 69)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

’’بے اصل ہے۔‘‘

(نصب الرّاية :78/1)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ .

’’اس حدیث کی سند معلوم نہیں۔‘‘

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة :296/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة :47/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنَ الشُّرَّاحِ أَصْلَ هٰذَا الْحَدِيثِ .

”شارحین ہدایہ میں سے کسی نے اس حدیث کی اَصل (سند) ذکر نہیں کی۔“

(البِنایة :317/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔“

(فتح باب العِنایة بشرح النقایة :72/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنْ سَبْعٍ؛ مِنْ إِقْطَارِ الْبَوْلِ، وَالدَّمِ السَّائِلِ، وَالْقَيْءِ، وَمِنْ دَسْعَةٍ يُمْلَأُ بِهَا الْفَمُ، وَالنَّوْمِ الْمُضْطَجِعِ، وَقَهْقَهَةِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ، وَمِنْ خُرُوجِ الدَّمِ .

”سات چیزوں سے وضو کا اعادہ کیا جائے گا؛ ① پیشاب کے قطرے نکلنے

سے ② خون بہہ جانے سے ③ قے آنے سے ④ منہ بھر کے قے آنے سے ⑤ چت لیٹ پر سونے سے ⑥ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے ⑦ خون نکلنے سے۔''

(الخلافيات للبيهقي :364/1)

سند باطل ہے۔

① سہل بن عفان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الخلافيات :364/1)

② جارود بن یزید عامری ضعیف، متروک اور کذاب ہے۔

③ ابوجعفر محمد بن سلیمان مذکر کی توثیق نہیں، اس پر کلام ہے۔

④ زہری کا عنعنہ ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(الخلافيات :364/1)

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(الغاية في شرح الهداية :133/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ وَاهٍ جِدًّا .

''اس کی سند سخت ضعیف ہے۔''

(الدّراية :33/1)

❁ عبیدہ بن حسان (؟) اور حمزہ بن یسار (؟) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنْ سَبْعٍ؛ مِنْ إِقْطَارِ بَوْلٍ ، أَوْ قَيْءٍ ذَارِعٍ، أَوْ دَمٍ سَائِلٍ، أَوْ نَوْمٍ مُضْطَجِعٍ، أَوْ دَسْعَةٍ تَمْلَأُ الْفَمَ، أَوْ قَهْقَهَةٍ فِي صَلَاةٍ، أَوْ حَدَثٍ .

''سات چیزوں سے وضو کا اعادہ واجب ہے؛ ① پیشاب کے قطرے نکلنے سے ② قے آنے سے ③ خون بہنے سے ④ پہلو کے بل سونے سے ⑤ منہ بھر کر قے نکلنے سے ⑥ نماز میں قہقہہ لگانے سے ⑦ ہوا خارج ہونے سے۔''

(الطّهور لأبي عبيد :401)

روایت باطل ہے۔

① عبیدہ بن حسان اور حمزہ بن یسار کی توثیق نہیں ملی۔

② عبیدہ اور حمزہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند معضل (جس میں پے در پے ایک سے زائد راوی ساقط ہوں) ہے۔

③ زکریا بن سلام مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۲۵۲/۸'' میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

علامہ احمد بن محمد بن عمر ابو العباس ناطفی حنفی رحمہ اللہ نے یہ روایت اسی سند سے ذکر کی ہے، مگر اس میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واسطہ بھی ذکر کیا ہے۔

(شرح الهداية للأتقاني الحنفي :107/1)

ہمارے مطابق زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واسطہ وہم اور خطا ہے۔ لہٰذا روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ معضل بھی ہے۔ بالفرض زید رضی اللہ عنہ کا واسطہ صحیح بھی مانا جائے، تب بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

① عبیدہ بن حسان اور حمزہ بن یسار مجہول و نامعلوم ہیں۔

② دونوں کا سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

③ زکریا بن سلام مجہول الحال ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَمَا الْحَدَثُ؟ قَالَ : مَا يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيلَيْنِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: وضو کس سے ٹوٹتا ہے؟ فرمایا: جو چیز سبیلین (اگلی اور پچھلی شرمگاہ) سے نکلے۔“

(الهِداية :17/1)

جواب: روایت بے اصل اور بے سند ہے، اس سیاق کے ساتھ کتب حدیث میں کوئی حدیث نہیں۔

۞ علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ أَصْلًا .

”اس کی سند کا سرے سے کوئی اتا پتا نہیں۔“

(الغاية في شرح الهداية :125/1)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية :37/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية :30/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا يُعْرَفُ أَصْلًا .

”اس حدیث کی سرے سے سند ہی معلوم نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية :281/1)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُ لَهٗ أَصْلًا .

”مجھے اس روایت کے بارے میں بالکل بھی علم نہیں ہو سکا۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :59/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ فَقْدِ السِّوَاكِ يُعَالِجُ بِالْإِصْبَعِ .

''نبی کریم ﷺ کے پاس جب مسواک نہ ہوتی، تو آپ انگلی منہ میں مار لیتے۔''

(الهداية :16/1)

جواب: نبی کریم ﷺ سے ایسا کرنا کسی روایت میں منقول و ماثور نہیں۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) نے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية :9/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أَرَادَ أَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ مِنْ جِهَةِ فِعْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی غریب سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل ثابت نہیں۔''

(البِناية في شرح الهِداية :206/1)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَرِدْ .

''نبی کریم ﷺ سے ایسا کرنا کسی روایت میں وارد نہیں ہوا۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :256/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدهُ مِنْ فِعْلِهِ .

''نبی کریم ﷺ کا یہ فعل مجھے کسی روایت میں نہیں ملا۔''

(الدّراية :17/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

''نبی کریم ﷺ نے قے کیا اور وضو نہیں کیا۔''

(الهداية :17/1)

جواب: ایسی کوئی روایت کتب حدیث میں منقول نہیں۔ یہ بے اصل اور بے سند روایت ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''اس کی سند کا کوئی اتا پتا نہیں۔''

(الغاية في شرح الهداية :134/1)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية :37/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية :30/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَا ذِكْرَ لَهٗ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، اس کا کتب حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔''

(البِناية :260/1)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ .

''یہ روایت (کتب حدیث میں) معروف نہیں۔''

(فتح القدير :39/1)

سوال: حرام خوری کی کیا سزا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور مؤمن بندوں کو حلال اور طیب رزق کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ حرام خوری کبیرہ گناہ ہے۔ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی، نیز حرام خوری کافر قوموں کا شیوہ اور باعث لعنت کام ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ، فَأَكَلُوا ثَمَنَهٗ .

''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام جانوروں

کی چربی حرام کی، تو انہوں نے (حیلہ کر کے) اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔‘‘

(صحيح البخاري : 2236، صحيح مسلم : 1207)

❁ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ! إِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النَّارُ أَوْلٰى بِهٖ .

’’اے کعب بن عجرہ! جو گوشت حرام سے پروان چڑھا ہو، یقیناً وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جہنم ہی اس کو زیادہ مناسب ہے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 321/3، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (4514) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ (422/4) نے ’’صحیح الاسناد‘‘ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

’’یہ حدیث صحیح ہے۔‘‘

(الأمالي المُطلقة، ص 214)

❁ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ ! إِنَّهٗ لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلٰى بِهٖ .

’’اے کعب بن عجرہ! جو گوشت حرام سے پلا ہو، آگ ہی اس کی مستحق ہوگی۔‘‘

(سنن التّرمذي : 614، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

سوال: زید کی دو بیویاں ہیں اور دونوں کے بطن سے اس کی بیٹیاں ہیں۔ بکر کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کی کسی بیٹی کے ساتھ دودھ پیا۔ اب کیا بکر کا بیٹا اپنی رضاعی بہن کے علاوہ اس کی دوسری بہنوں یا زید کی دوسری بیوی کی بیٹیوں سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: اس بچے کا نکاح جس طرح اپنی رضاعی بہن کے ساتھ نہیں ہو سکتا، اسی طرح اس کی دیگر بہنوں اور زید کی دوسری بیوی کی بیٹیوں سے بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ جو رشتے خون کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ زید کی بچی کے ساتھ اس نے دودھ پیا، وہ زید کا رضاعی بیٹا بن گیا۔ اب زید کی تمام بیٹیاں اس کی رضاعی بہنیں ہیں۔

ہاں بکر کے دوسرے بیٹے، جنہوں نے زید کی کسی بیوی کا دودھ نہیں پیا، وہ زید کی کسی بھی بیٹی کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَّسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ يَّسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، قَالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُرَاهُ فُلَانًا، لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا، لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ، إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ .

''رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف فرما تھے کہ انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی، جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ سیدہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ شخص آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تو یہ حفصہ کے رضاعی چچا لگتے ہیں۔ سیدہ نے عرض کیا: اگر میرے رضاعی چچا زندہ ہوتے، تو کیا وہ میرے گھر آ سکتے تھے؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو خون سے حرام ہوتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 2646، صحيح مسلم : 1445، واللفظ لهٗ)

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا تُجَالِسُوا أَبْنَاءَ الْأَغْنِيَاءِ، فَإِنَّ لَهُمْ شَهْوَةً كَشَهْوَةِ النِّسَاءِ .

''امیروں کے بیٹوں کے ساتھ مت بیٹھا کریں، کیونکہ ان میں بھی عورتوں جیسی شہوت پائی جاتی ہے۔''

(شرح الهِداية للأتقاني الحنفي :1/148)

جواب: بے سند اور بے اصل ہے۔

تنبیہ:

اس باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دو مرفوع روایات مروی ہیں، دونوں باطل ہیں۔

سوال: تفسیر ابن کثیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حافظ ابوفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) کا شمار مفسر علما میں ہوتا ہے، آپ رحمہ اللہ کی تفسیر اہل سنت والجماعت کی نمائندہ تفاسیر میں سے ہے۔ اہل علم نے اس کی مدح سرائی کی ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَهُ التَّفْسِيرُ الَّذِي لَمْ يُؤَلَّفْ عَلٰى نَمْطِهِ مِثْلُهٗ .

''حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ایک تفسیر ہے، جس انداز اور نہج پر کوئی دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی۔''

(طَبقات الحفّاظ، ص 534)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیات کی تفسیر آیات، احادیث، آثار سلف، لغت اور اسرائیلی روایات سے کرتے ہیں۔ لہٰذا تفسیر ابن کثیر، تفسیر بالماثور کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

''سورت عصر کو تدبر کے ساتھ پڑھنا، بغیر تدبر کے پورا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔''

جواب: اس مفہوم کی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں۔

دوسری بات کہ سورت عصر کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں۔

سوال: کیا جمعہ کے دن سورت جمعہ پڑھنے کی فضیلت ہے؟

جواب: جمعہ کے دن سورت جمعہ پڑھنے کی فضیلت ثابت نہیں، البتہ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورت جمعہ اور دوسری رکعت میں سورت منافقون پڑھنا مسنون اور مستحب

ہے۔اس بارے میں صحیح روایات ہیں۔

مگر عام حالت میں جمعہ کے دن سورت جمعہ کی فضیلت میں کوئی روایت نہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں سورت مزمل کی تلاوت امیری اور مالداری کا سبب ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: سورت مزمل کے بارے میں یہ فضیلت کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی۔

سوال: کیا بائیں ہاتھ میں مصحف پکڑنا ممنوع ہے؟

جواب: ہر نفیس اور عمدہ کام دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے۔ اس لحاظ سے افضل یہی ہے کہ مصحف دائیں ہاتھ میں پکڑا جائے، مگر بائیں ہاتھ سے پکڑنے کی ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: ایک طباعتی ادارہ قرآن کریم پرنٹ کرتا ہے، اس نے کمپنی میں بعض کفار کو رکھا ہوا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جو ادارہ قرآن طبع کرتا ہے، اس میں کفار کو نہیں رکھنا چاہیے، وہ قرآن کریم میں تحریف کر سکتے ہیں، یا اس کی بے حرمتی کا ارتکاب کر سکتے ہیں، لہٰذا ایسے ادارے میں صرف مسلمانوں کو ہی رکھنا چاہیے۔

سوال: جیب میں مصحف رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جیب میں مصحف رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت مصحف باہر رکھ دیں، اگر چوری ہونے کا اندیشہ ہو، تو اضطراری صورت میں جیب میں رکھ کر بیت الخلاء جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسا مصحف کی حفاظت کی غرض سے کر رہا ہے، نہ کہ بے حرمتی کے ارادہ سے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مصحف پر نجاست گر گئی، کیا اسے دھو کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

جواب: یاد رکھیں کہ مصحف کو ایسی جگہ رکھنا چاہیے، جہاں نجاست پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ پھر بھی اگر کسی طرح مصحف پر نجاست گر گئی، تو اسے دھو کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ اس سے دیکھ کر قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: مصحف پر اپنا نام یا جس نے وہ مصحف ہدیہ کیا ہے، اس کا نام لکھا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصحف پر اپنا یا ہدیہ کرنے والے کا نام لکھنا جائز ہے۔ اس میں کوئی شرعی قباحت نظر نہیں آتی۔

سوال: کیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی درج ذیل نام سے کوئی کتاب ہے؟

اَلْاِسْتِعْدَادِ لِیَوْمِ الْمِیعَادِ .

جواب: اس کتاب کی نسبت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف کرنا ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یا آپ کے تلامذہ یا بعد کے معتبر اہل علم نے اس کتاب کو ابن حجر رحمہ اللہ کی تالیفات وتصنیفات میں درج نہیں کیا۔ البتہ محققین علما نے اس کتاب کی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف نسبت کو غلط قرار دیا ہے۔

اس کتاب میں مندرج منکر وموضوع روایات، اس میں مذکورہ سندوں اور انداز

تالیف سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی نہیں ہو سکتی، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ لَيَكْرَهُ أَنْ يُّخَطَّأَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْأَرْضِ.

''بلاشبہ آسمان پر اللہ عزوجل ناپسند کرتا ہے کہ زمین پر ابوبکر صدیق علیہ السلام کو خطا کار ٹھہرایا جائے۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنبل : 659)

جواب: جھوٹی سند ہے۔

① محمد بن سعید مصلوب کذاب ہے۔

② بکر بن خنیس ضعیف ہے۔

③ ابوالحارث نصر بن حماد وراق ضعیف، متروک اور کذاب ہے۔

❀ اس کا دوسرا طریق بھی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 67/20)

سند باطل ہے۔

① ابوعطوف جراح بن منہال حرانی متروک و منکر الحدیث ہے۔

② ابو یحییٰ حمانی ضعیف ہے۔

③ وضین بن عطاء ضعیف ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْخَبَرُ غَيْرُ صَحِيحٍ وَعَلٰى بَاغِضِ الصِّدِّيقِ اللَّعْنَةُ .

''یہ روایت ثابت نہیں، باقی صدیق سے بغض رکھنے والے پر لعنت ہو۔''

(العُلُوّ : 132)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اِلْتَمِسْ لِأَخِيكَ سَبْعِينَ عُذْرًا .

''اپنے بھائی کے لیے ستر عذر (بہانے) تلاش کریں۔''

جواب: یہ بے اصل و بے سند روایت ہے، نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔ دنیا جہاں میں اس کی سند نہیں۔

تنبیہ:

❀ حمدون بن احمد قصار رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِذَا زَلَّ أَخٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ، فَاطْلُبُوا لَهُ سَبْعِينَ عُذْرًا، فَإِنْ لَمْ تَقْبَلْهُ قُلُوبُكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ الْمَعِيبَ أَنْفُسُكُمْ حَيْثُ ظَهَرَ لِمُسْلِمٍ سَبْعُونَ عُذْرًا، فَلَمْ يَقْبَلْهُ .

''اگر تمہارے کسی بھائی سے غلطی ہو جائے، تو اس کے لیے ستر عذر تلاش کرو، اگر تمہارا دل کوئی عذر قبول نہ کرے، تو جان لو کہ یہ تمہارے دل کا عیب ہے کہ مسلمان کے ستر عذر ظاہر ہوئے اور تمہارے دل نے اسے قبول نہ کیا۔''

(شُعب الإيمان للبيهقي : 10684)

باطل سند ہے۔

① منصور بن عبداللہ ابو علی ذہلی ہروی متروک و کذاب ہے۔

② ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی گمراہ بدعتی اور متکلم فیہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ، بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ، يَا عَائِشَةُ، بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ.

''عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو، وہ افراد خانہ بھوک کا شکار ہیں، عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو، وہ افراد خانہ بھوک کا شکار ہیں۔''

(صحیح مسلم: 2046)

جواب: اس حدیث مبارکہ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ کھجور مکمل غذا ہے، جن کے پاس کوئی اناج نہ بھی ہو، تب بھی انہیں کھجور کافی رکھے گی، کھجور سے وہ اپنی بھوک مٹا سکتے ہیں، ان کے جسم غذائی قلت کا شکار بھی نہ ہوں گے۔

حدیث کی یہ مراد نہیں کہ جس گھر میں کھجور نہ ہو، باقی سب نعمتیں ہوں، تو وہ گھر والے بھوکے ہی رہیں گے، ان کے گھر سے برکت اٹھ جائے گی، وغیرہ وغیرہ۔

درست مفہوم یہی ہے کہ کھجور مکمل غذا ہے، اس کی تائید حدیث مبارکہ درج ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ.

''وہ گھر والے بھوکے نہیں رہیں گے، جن کے پاس کھجور ہے۔''

(صحیح مسلم: 2046)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہے:

أَنَا أَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ .

”حرف ضاد کو پڑھنے میں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔“

جواب: بے سند اور بے اصل روایت ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: 143/1)

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(المقاصِد الحَسنة : 185)

❀ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(أشرف الوسائل، ص 69)

❀ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(تذکرة الموضوعات، ص 87)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ وَلَا يَصِحُّ .

”روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔“

(الأسرار المَرفوعة، ص 117)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحُفَّاظَ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ .

”حفاظ حدیث کا اجماع ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔“

(شرح الشّفا : 515/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جب تک آپ (دعا میں) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے، تب تک دعاء زمین اور آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے، اوپر نہیں چڑھتی۔“

(سنن التّرمذي : 486)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابوقرہ اسدی مجہول ہے۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَا أَعْرِفُ أَبَا فَرْوَةَ (قُرَّةَ) بِعَدَالَةٍ وَلَا جَرْحٍ .

”مجھے ابوقرہ کے متعلق جرح یا تعدیل کا علم نہیں۔“

(صحيح ابن خزيمة، قبل الرقم : 2433)

سوال: جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو، کیا اس کی اقتدا میں نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: ختنہ کرنا فطرت اسلام ہے، اگر کوئی بلوغت کے بعد مسلمان ہوا اور اس کا ختنہ نہیں ہوا، تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

الْأَقْلَفُ لَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ، وَلَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ، وَلَا تُؤْكَلُ لَهُ ذَبِيحَةٌ .

”جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کی گواہی معتبر نہیں، اس کی نماز قبول نہیں اور نہ اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 23334)

سند ضعیف ہے۔

① سعید بن ابی عروبہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۸ھ) ذکر کرتے ہیں:

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الضَّبُعِ، فَقَالَ : تِلْكَ نَعْجَةٌ سَمِينَةٌ .

”نبی کریم ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ سے بجو کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا: یہ فربہ دنبی ہے۔“

(غاية البَيان: 263/15)

جواب: مذکورہ روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

تنبیہ:

❀ عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ الضَّبُعِ، قَالَ: نَعْجَةٌ مِّنَ الْغَنَمِ.

”میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بجو کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: یہ بکریوں کی جنس سے ایک دنبی ہی ہے۔“

(مُصنّف ابن أبي شيبة: 24291)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو قِلَابَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

”ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرمی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔“

(سؤالات السّجزي، ص 154)

دیگر اہل علم بھی سماع کی نفی کرتے ہیں۔ رہا اس روایت میں ابو قلابہ کا «سَأَلْتُ» ”میں نے سوال کیا۔“ کہنا، تو یہ کسی راوی کا وہم ہوسکتا ہے۔

❀ عکرمہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

سُئِلَ عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ : نَعْجَةٌ سَمِينَةٌ .

''آپ رحمہ اللہ سے بجو کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا: یہ فربہ دنبی ہے۔''

(أحكام القرآن للجصاص : 188/4، وسندہٗ صحيحٌ)

فائدہ:

بجو حلال ہے۔ یہ چیر پھاڑ کرنے والے عادی درندوں میں سے نہیں ہے۔ اگر اسے درندوں کے زمرہ میں ذکر کر دیا گیا ہے، تو بھی حدیث سے اس کی استثنیٰ ہو جائے گی، لہٰذا بجو کی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔

❀ عبدالرحمٰن بن ابی عمار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ : كُلْهَا قَالَ : قُلْتُ : آكُلُهَا قَالَ : نَعَمْ، كُلْهَا بِأَمْرِي قُلْتُ : صَيْدٌ هِيَ قَالَ : نَعَمْ، قُلْتُ : سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَعَمْ .

''میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بجو (کھانے) کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: کھالیں، میں نے (پھر) پوچھا: کیا میں اسے کھالوں؟ فرمایا: جی ہاں! میں حکم دیتا ہوں کہ اسے کھالیں، میں نے پوچھا: کیا یہ شکار ہے؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!۔''

(مُسند الإمام أحمد : 3/297-318-322، سنن أبي داوٗد : 3801، سنن النّسائي : 2839، سنن التّرمذي : 851، سنن ابن ماجه : 3236، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳۸) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۶۴۵،۲۶۴۶) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۹۶۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۵۲/۱) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، ابن جریج نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، نیز متابعت بھی ہوئی ہے، ابن جریج تک بہت سارے طرق ہیں۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ فِي حِلِّ الضَّبُعِ أَحَادِيثُ لَا بَأْسَ بِهَا .

''بجو کی حلت پر کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں کوئی علت نہیں۔''

(فتح الباري : 658/9)

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلضَّبُعُ يُبَاحُ أَكْلُهَا لِلْحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِأَنَّ كُلَّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ قَالَ، وَالْأَكْثَرُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهٖ يَقُولُونَ .

''بجو کھانا جائز ہے، کیونکہ اس کی حلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث منقول ہے، اسی طرح جن صحابہ کو ہم جانتے ہیں، وہ بھی اسی کے قائل ہیں، نیز اکثر اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔''

(الأشراف :391/1)

۞ مشہور لغوی امام، ابو منصور ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلضَّبُعُ لَا يُعَدُّ مِنَ السِّبَاعِ الْعَادِيَةِ، وَلِذٰلِكَ وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِإِبَاحَةِ لَحْمِهَا.

''بجو کو عادی درندوں میں شمار نہیں کیا جاتا، اسی لیے حدیث میں اس کے گوشت کی حلت وارد ہوئی ہے۔''

(تهذيب اللُّغة : 71/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُعَدُّ الضَّبُعُ مِنَ السِّبَاعِ لُغَةً وَلَا عُرْفًا.

''لغوی اور عرفی اعتبار سے بجو کو درندوں میں شمار نہیں کیا گیا۔''

(إعلام الموقعين : 90/2)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ منسوب ہے:

إِنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَضَرَ وَلِيمَةً، فَجَلَسَ عَلٰى وِسَادَةِ حَرِيرٍ فِيهَا طُيُورٌ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ولیمہ میں حاضر ہوا، تو ریشمی تکیے پر براجمان ہوئے، جس پر پرندوں کی تصاویر تھیں۔''

جواب: علمائے احناف نے یہ روایت اپنی کتابوں میں بے سند ذکر کی ہے۔ مگر کتب حدیث میں س کا وجود نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ روایت ہے:

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ بِالْعَقِيقِ، وَقَالَ : تَخَتَّمُوا بِهٖ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ .

''نبی کریم ﷺ عقیق کی انگوٹھی پہنتے تھے، نیز فرماتے: عقیق کی انگوٹھی پہنا کریں، کیونکہ یہ مبارک ہے۔''

جواب: علمائے احناف نے یہ روایت اپنی کتابوں میں بے سند ذکر کی ہے، کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ : فِيهِ نَظَرٌ .

''میں کہتا ہوں کہ یہ روایت محل نظر ہے۔''

(عمدة القاري : 37/22)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَافَ أَنْ يَّنْسٰى شَيْئًا رَبَطَ فِي يَدِهٖ خَيْطًا لِّيَذْكُرَ بِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ کو جب کسی کام کے بھولنے کا اندیشہ ہوتا، تو ہاتھ میں ایک دھاگہ باندھ لیتے، تا کہ اسے دیکھ کر کام یاد رہے۔''

(مسند أبي يعلٰى [نصب الراية للزيلعي] : 238/4، مسند الحارث [بغية الباحث] : 47)

جواب: جھوٹی سند ہے۔ سالم بن عبد الاعلیٰ متروک و وضاع ہے۔

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

”یہ حدیث باطل ہے۔“

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 2247)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المعجم الأوسط للطّبراني : 7156)

سند ضعیف ہے۔ ہشیم بن بشیر کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(مُعجم ابن الأعرابي : 1133)

سند باطل ہے۔

① بشیر بن عبید دارسی متروک وکذاب ہے۔

② یحییٰ بن ابی فرات مجہول وغیر معروف ہے۔

❁ امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الْمُخْتَلِفَةُ الْمَعَانِي أَسَانِيدُ جَمِيعِهَا مُنْكَرَةٌ وَلَا نَعْلَمُ أَنَّهُ يَصِحُّ مِنْهَا رِوَايَةٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ .

”یہ احادیث جن کے معانی مختلف ہیں، ان کی ساری کی ساری سندیں منکر ہیں، ہمارے علم کے مطابق ان میں سے کوئی بھی روایت ثابت نہیں، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔“

(ناسخ الحديث ومَنسوخه، تحت الرقم : 583)

سوال: درج ذیل دعا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نماز عشاء کے بعد سوتے وقت یہ دعا پڑھتی تھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَجَدِّكَ الْأَعْلَى، وَاسْمِكَ الْأَكْبَرِ، وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ، وَلَا فَاجِرٌ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْنَا نَظْرَةً مَرْحُومَةً .

(المُعجم الكبير للطّبراني : 25/12، الأسماء والصّفات للبيهقي :323/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔عبداللہ بن حسان عنبری مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۸/ ۳۳۷''میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفِ الْحَالِ .

''مجہول الحال ہے۔''

(بَيان الوهم والإيهام : 92/5)

سوال: کیا سیدنا زکریا علیہ السلام کو ان کی قوم نے آرے سے چیر دیا؟

جواب: اس بات کی کوئی حقیقت نہیں۔

❁ معراج کے بارے میں ایک طویل روایت میں سیدنا زکریا علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مکالمہ مروی ہے:

قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ : قَدْ غَضِبَ إِلٰهُ زَكَرِيَّا لِزَكَرِيَّا، فَتَعَالَوْا حَتّٰى نَغْضَبَ لِمَلِكِنَا، فَنَقْتُلَ زَكَرِيَّا، قَالَ : فَخَرَجُوا فِي طَلَبِي لِيَقْتُلُونِّي، فَجَائَنِي النَّذِيرُ، فَهَرَبْتُ مِنْهُمْ، وَإِبْلِيسُ

أَمَامَهُمْ، يَدُلُّهُمْ عَلَيَّ، فَلَمَّا أَنْ تَخَوَّفْتُ أَنْ لَّا أُعْجِزَهُمْ، عَرَضَتْ لِي شَجَرَةٌ، فَنَادَتْنِي، فَقَالَتْ : إِلَيَّ، وَانْصَدَعَتْ لِي، فَدَخَلْتُ فِيهَا، قَالَ : وَجَاءَ إِبْلِيسُ حَتّٰى أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِي، وَالْتَأَمَتِ الشَّجَرَةُ، وَبَقِيَ طَرَفُ رِدَائِي خَارِجًا مِّنَ الشَّجَرَةِ، وَجَاءَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ، فَقَالَ إِبْلِيسُ : أَمَا رَأَيْتُمُوهُ دَخَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ، هٰذَا طَرَفُ رِدَائِهٖ، دَخَلَهَا بِسِحْرِهٖ، فَقَالُوا : نُحَرِّقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ، فَقَالَ إِبْلِيسُ : شُقُّوهَا بِالْمِنْشَارِ شَقًّا، قَالَ : فَشُقِقْتُ مَعَ الشَّجَرَةِ بِالْمِنْشَارِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا زَكَرِيَّا! هَلْ وَجَدْتَّ لَهٗ مَسًّا أَوْ وَجَعًا؟، قَالَ : لَا، إِنَّمَا وَجَدْتُّ ذٰلِكَ الشَّجَرَةَ جَعَلَ اللّٰهُ رُوحِي فِيهَا .

’’بنی اسرائیل نے کہا کہ زکریا کا اللہ اس سے ناراض ہو گیا ہے، آؤ ہم اپنے بادشاہ کی خاطر زکریا سے ناراض ہو جائیں اور اسے قتل کر دیں۔ وہ مجھے قتل کرنے کے لیے تلاش کرنے لگے۔ ایک شخص نے مجھے اس بات کی اطلاع دی تو میں بھاگ نکلا۔ ابلیس ان لوگوں کے آگے آگے تھا اور میرے بارے میں ان کو بتا رہا تھا۔ جب مجھے خوف ہوا کہ میں مزید بھاگ نہیں پاؤں گا تو ایک درخت میرے سامنے آ کر کہنے لگا: میرے پاس آ جاؤ۔ یہ کہہ کر اس کا تنا پھیل گیا۔ میں اس میں داخل ہونے لگا۔ اتنی دیر میں ابلیس نے آ کر میری چادر کا ایک کونہ پکڑ لیا۔ اسی دوران درخت کا تنا لپٹ گیا اور میری چادر کا کونہ درخت

سے باہر ہی رہ گیا۔ جب بنی اسرائیل آئے تو ابلیس ان سے کہنے لگا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ زکریا اپنے جادو کے ذریعے اس درخت میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ رہا اس کی چادر کا کونہ! بنی اسرائیل کہنے لگے کہ ہم اس درخت کو جلائیں گے۔ ابلیس نے کہا: اسے آرے سے چیر دو۔ یوں آرے سے مجھے درخت کے ساتھ ہی چیر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا زکریا علیہ السلام سے پوچھا: کیا اس سے آپ کو کوئی گزند یا تکلیف پہنچی؟ سیدنا زکریا علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، مجھے تو یوں لگا کہ میری روح اللہ تعالیٰ نے درخت ہی میں ڈال دی تھی۔''

(تاریخ دمشق لابن عَساکِر : 56/19)

جھوٹی روایت ہے۔اسحاق بن بشر بن محمد بن عبد اللہ، ابوحذیفہ بخاری متروک وکذاب ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا سِيَاقٌ غَرِيبٌ، وَحَدِيثٌ عَجِيبٌ، وَرَفْعُهٗ مُنْكَرٌ، وَفِيهِ مَا يُنْكَرُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''یہ بے اصل روایت اور عجیب وغریب روایت ہے۔ اس کو مرفوع بیان کرنا منکر ہے، اس میں بعض ایسی باتیں ہیں، جو ہر حال میں منکر ہیں۔''

(البداية والنّهاية : 413/2)

سیدنا زکریا علیہ السلام سے منسوب اسی طرح کا واقعہ کچھ تابعین سے بھی بیان کیا گیا ہے، ان سے مروی روایات کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں:

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ۔

(تاریخ دمَشق لابن عَساکر : 207/64)

سند ضعیف ہے۔علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

❁ وہب بن منبہ رحمہ اللہ۔

(تاریخ دمَشق لابن عَساکر : 207/64)

جھوٹی سند ہے۔

① عبدالمنعم بن ادریس متروک وکذاب ہے۔

② اس کا باپ ادریس بن سنان،ابوالیاس صنعانی ضعیف ہے۔

❁ محمد بن اسحاق بن یسار۔

(تاریخ الطّبري :536/1)

سند ضعیف ہے۔محمد بن حمید رازی ضعیف ہے۔

سوال: جو صرف اس نیت سے صدقہ کرے کہ میرے مال میں بڑھوتری ہو جائے، کیا کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرے اور مقصد اپنے مال کو بڑھانا ہو،تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صدقہ سے مال میں اضافہ ہوتا ہے، اس پر کئی نصوص دلالت کناں ہیں۔لہٰذا مال کی بڑھوتری کی نیت سے کوئی نیکی کرنے میں گناہ نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهٗ فِي رِزْقِهٖ، وَيُنْسَأَ لَهٗ فِي أَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ .

”جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ کر دیا جائے،تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔“

(صحیح البخاري : 5986، صحیح مسلم : 2557)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرنے سے رزق اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا مال اور عمر کو بڑھانے کی نیت سے صلہ رحمی کرنا جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے اپنے طور پر طے کیا ہے کہ وہ ہفتہ میں چار دن کمائی کرے گا اور فرائض کی ادائیگی کرے گا، باقی تین دن مکمل عبادت کے لیے مختص کر دے گا، چار دن کمائی سے اس کے تمام اخراجات بآسانی ادا ہو جاتے ہیں، کیا اس کی یہ تقسیم درست ہے؟

جواب: اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ نفلی عبادات کے لیے تین مکمل دن مختص کرنے کی بجائے روزانہ کچھ وقت نفلی عبادات کے لیے نکالے اور کچھ وقت کاروبار کو دے۔ یہ زیادہ مستحسن ہے۔ واللہ اعلم!

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا .

”بلاشبہ آپ کے جسم کا آپ پر حق ہے، آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے، آپ کی بیوی کو بھی حق ہے اور آپ کے مہمان کا بھی آپ پر حق ہے۔“

(صحیح البخاري : 1975، صحیح مسلم : 1159)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ باقی وقت نفلی عبادات میں گزارا جائے، تو بہت خوب ہے۔

سوال: ایک شخص نماز کا پابند ہے، فرائض کی ادائیگی کرتا ہے، گناہوں سے بھی بچتا ہے، مگر عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہے۔ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: کے مردوں کے لیے عورت بہت بڑا فتنہ اور آزمائش ہے۔

❁ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ .

''میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لیے عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''

(صحيح البخاري : 5096، صحيح مسلم : 2740)

معلوم ہوا کہ اجنبی عورتوں کی طرف راغب ہونا بہت بڑا فتنہ ہے۔ جس کی وجہ وہ خود ہے یا اس کا ماحول ہے۔

جو شخص عورت کے متعلق فتنے کا شکار ہو، اسے اجنبی عورتوں میں رغبت ہو، بدنظری کا شکار ہو، غیر محرم خواتین سے باتیں کرنے کا شوقین ہو اور اسی طرح کے غیر شرعیہ اُمور میں مبتلا ہو، تو وہ سخت پریشانی کا شکار ہے، اسے چاہیے؛

① قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرے۔

② بکثرت استغفار کرے، شیطان رجیم کے وساوس سے پناہ مانگے۔

③ احکام شرعیہ کی تمام شرائط وضوابط کے ساتھ پابندی کرے۔

④ مسنون اذکار کا اہتمام کرے، کہ بکثرت ذکر کرنے سے دل شیطانی تسلط سے پاک ہوتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، وَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ .

''شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب انسان (اللہ کی یاد

سے) غافل ہو جائے، تو اسے وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/8، وسندہٗ صحیحٌ)

⑤ بری مجالس سے اجتناب کیا جائے اور علمائے حقہ کی مجالس اختیار کی جائیں۔

⑥ سابقہ انبیائے کرام، صحابہ کرام اور صلحائے اُمت کے ثابت شدہ ایمان افروز واقعات پڑھے جائیں اور برے لوگوں کے انجام بارے آگاہی حاصل کرے۔

⑦ وہ قرآنی اور حدیثی دلائل ذہن نشین رکھے، جن میں غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرنے کا برا انجام ذکر ہوا ہے۔

⑧ باری تعالیٰ سے دعائیں مانگی جائیں، بالخصوص تہجد کے وقت۔

⑨ ایسی تمام چیزوں سے دور رہے، جو اسے عورتوں کی طرف راغب کرتی ہیں، مثلاً؛ موبائل اور ٹی وی کا غلط استعمال، وغیرہ۔

⑩ یہ ذہن نشین کرے کہ جس طرح وہ غیر عورتوں کی طرف راغب ہے، اگر کوئی دوسرا شخص اس کی ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی اور قریبی محرم رشتہ دار کی طرف راغب ہوگا، تو اسے کیسا لگے گا؟ اگر برا لگے گا اور یقیناً برا لگے گا، تو جس کی طرف وہ خود راغب ہے، وہ بھی کسی کی ماں، بیٹی، بہن، بہو، خالہ اور پھوپھی ہے۔

⑪ اگر کنوارہ ہے، تو جلد شادی کرے، جب تک شادی نہ ہو، نفلی روزوں کا اہتمام کرے، یوں اس کی عزت محفوظ رہے گی۔ شادی شدہ ہے، تو بیوی کی طرف رغبت رکھے۔

ان باتوں پر سختی سے عمل کیا جائے، تو عورتوں کی طرف غیر شرعی میلان میں کمی آئے گی، ان شاء اللہ!

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: فٹ بالر سے شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: فٹ بالر مسلمان ہو، محرمات سے اجتناب کرے، تو اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص کو زنا کا خدشہ ہے، کیا وہ مشت زنی کر سکتا ہے؟

جواب: زنا کا خدشہ ہو، تو شادی کی جائے اور حلال راستہ اختیار کیا جائے، اگر کسی وجہ سے شادی تاخیر کا شکار ہے، تو نفلی روزے رکھے، اس سے شہوت کنٹرول میں رہے گی، لیکن مشت زنی غیر شرعی اور غیر فطری عمل ہے، اس سے شہوت کنٹرول نہیں ہوتی۔ جب شادی کی عدم دستیابی میں عفت و پاکدامنی کا راستہ نفلی روزوں کو بتایا گیا ہے، تو کسی دوسری طرف جانا جائز نہیں۔ پھر مشت زنی زنا کے مزید قریب کرتی ہے، انسان کے ذہن کو پراگندہ کرتی ہے، اس میں کئی شرعی اور طبی خرابیاں ہیں۔

لہٰذا زنا کا اندیشہ ہو، تو شادی کریں، ورنہ نفلی روزے رکھیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ،

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ .

”جوانی کے دنوں میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہمیں آپ ﷺ نے فرمایا: نوجوانو! جو اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ شادی کر لے، اس سے نظر اور عزت محفوظ رہے گی اور جس کے پاس وسائل نہ ہوں، وہ (نفلی) روزے رکھے، اس سے شہوت ختم ہو جائے گی۔“

(صحيح البخاري : 5066، صحيح مسلم : 1400)

سوال: قرآنِ مجید کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

جواب: مصحف قرآنی کو بوسہ دینا جائز نہیں، کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ سلف صالحین میں سے بھی کسی سے یہ عمل منقول نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقِيَامُ لِلْمُصْحَفِ وَتَقْبِيلُهٗ؛ لَا نَعْلَمُ فِيهِ شَيْئًا مَّأْثُورًا عَنِ السَّلَفِ .

”قرآنِ کریم کے لیے قیام اور اس کو چومنے کے بارے میں سلف سے منقول کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں۔“

(الفتاوی الکبریٰ : 49/1، مجموع الفتاوٰی : 65/23)

بعض حجر اسود کے بوسے پر قرآنِ مجید کے بوسے کو قیاس کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ قیاس درست نہیں، کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ .

”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔“

(صحيح البخاري : 1610، صحيح مسلم : 1270)

ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بوسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دیا تھا، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی تعظیمی عمل کو سرانجام نہ دینا یا اس کی تعلیم نہ دینا اس کے غیر شرعی ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔

❁ علامہ ابو ولید سلیمان بن خلف باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُك مَا قَبَّلْتُكَ»، تَبْيِينٌ بِأَنَّ تَقْبِيلَهٗ وَتَعْظِيمَهٗ لَيْسَ لِذَاتِهٖ، وَلَا لِمَعْنًى فِيهِ، وَإِنَّمَا هُوَ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَعَ ذٰلِكَ طَاعَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ (اے حجر اسود!) اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ واضح کرتا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ اور اس کی تعظیم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں کی تھی، نہ ہی حجر اسود میں کوئی ذاتی کمال تھا، بلکہ یہ اس لیے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مشروع کیا تھا۔''

(المنتقٰى شرح الموطإ : 287/2)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حجر اسود کو بوسہ دینے والی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَكَبَّ عَلَى الرُّكْنِ، فَقَالَ : إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْ لَمْ أَرَ حِبِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ وَاسْتَلَمَكَ، مَا اسْتَلَمْتُكَ وَلَا قَبَّلْتُكَ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي

رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود پر جھکے اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، اگر میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے اور چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں بھی تجھے نہ بوسہ دیتا نہ چومتا۔ تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد :21/1، وسندہٗ حسنٌ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی یا تابعی سے حجر اسود کے علاوہ کسی بھی چیز کو تعظیماً بوسہ دینا قطعاً ثابت نہیں۔ قرآنِ کریم کو حجر اسود پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ قیاس جائز ہوتا، تو اسلافِ امت اور محدثین کرام ایسا ضرور کرتے۔

❀ سیدنا یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الرُّكْنِ الَّذِي يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، أَخَذْتُ بِيَدِهٖ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ : أَمَا طُفْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قُلْتُ : بَلٰى، قَالَ : فَهَلْ رَأَيْتَهٗ يَسْتَلِمُهٗ ؟ قُلْتُ : لَا، قَالَ : فَانْفُذْ عَنْكَ، فَإِنَّ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةً حَسَنَةً .

''میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ جب میں دروازے کے پاس حجر اسود کے ساتھ والے کونے تک پہنچا، تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا، تا کہ وہ اس کونے کو بوسہ دیں۔ وہ فرمانے لگے: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، تو

انہوں نے فرمایا: کیا آپ ﷺ کو اس کونے کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔اس پر انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دیں، آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اسوۂ حسنہ ہے۔"

(مسند الإمام أحمد : 253، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:**

إِنَّهٗ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ : لِمَ تَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ؟ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : صَدَقْتَ .

"انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سارے کونوں کو چومنے لگے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: آپ ان دونوں کونوں کو کیوں چوم رہے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو انہیں نہیں چوما کرتے تھے۔اس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز بھی چھوڑنے والی نہیں۔یہ سن کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہی اسوۂ حسنہ ہے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے سچ فرمایا ہے۔"

(مُسند الإمام أحمد :217/1)

سند ضعیف ہے۔ خصیف بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ أَلْحَقَ مَنْصُوصًا بِمَنْصُوصٍ يُّخَالِفُ حُكْمَهُ، فَقِيَاسُهُ فَاسِدٌ، وَكُلُّ مَنْ سَوّٰى بَيْنَ شَيْئَيْنِ، أَوْ فَرَّقَ بِغَيْرِ الْأَوْصَافِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي حُكْمِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، فَقِيَاسُهُ فَاسِدٌ.

''جس نے ایک منصوص چیز کو دوسری ایسی منصوص چیز کے ساتھ ملا دیا، جس کا حکم مختلف تھا، اس کا قیاس فاسد ہے۔ اسی طرح جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں بیان کردہ اوصاف کو مدنظر رکھے بغیر دو مختلف چیزوں کا حکم ایک کر دیا یا دو ایک حکم والی چیزوں کا حکم مختلف کر دیا، اس کا قیاس بھی فاسد ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 287/9، 288)

❀ علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

لِأَجْلِ ذٰلِكَ كَرِهَ عُلَمَاؤُنَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمُ التَّمَسُّحَ بِجِدَارِ الْكَعْبَةِ، أَوْ بِجُدْرَانِ الْمَسْجِدِ، أَوْ بِالْمُصْحَفِ، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ، سَدًّا لِّهٰذَا الْبَابِ، وَلِمُخَالَفَةِ السُّنَّةِ، لِأَنَّ صِفَةَ التَّعْظِيمِ مَوْقُوفَةٌ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلُّ مَا عَظَّمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُعَظِّمُهُ وَنَتَّبِعُهُ فِيهِ، فَتَعْظِيمُ الْمُصْحَفِ قِرَائَتُهُ، وَالْعَمَلُ بِمَا فِيهِ، لَا تَقْبِيلُهُ وَلَا الْقِيَامُ إِلَيْهِ،

كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُهُمْ فِي هٰذَا الزَّمَانِ، وَكَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ تَعْظِيمُهُ الصَّلَاةُ فِيهِ، لَا التَّمَسُّحُ بِجُدْرَانِهِ .

''اسی لیے ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ نے کعبہ کی دیوار، مسجد کی دیواروں یا مصحف کے ساتھ اپنا جسم لگانے اور اس طرح کے دیگر کاموں کو مکروہ قرار دیا ہے، جو تبرک کی نیت سے کیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد جہاں اس (غیر شرعی تبرک کے) دروازے کو بند کرنا ہے، وہاں سنت کی مخالفت (سے بچنا) بھی ہے، کیونکہ تعظیم کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جس طرح) قابل تعظیم قرار دیا ہے، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق اس کی تعظیم کریں گے۔ مثال کے طور پر قرآنِ کریم کی (شرعی) تعظیم اس کی تلاوت اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی، نہ کہ اس کے لیے قیام کر کے اور اس کو چوم کر، جیسا کہ موجودہ دَور کے بعض لوگ کرتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کی (شرعی) تعظیم اس میں نماز پڑھنا ہے، نہ کہ اس کی دیواروں کے ساتھ اپنا جسم رگڑنا۔''

(المَدخل :263/1)

بعض لوگ قرآنِ مجید کو بوسہ دینا سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما، سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن ایسا ہرگز ثابت نہیں۔

❀ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ أَبِي جَهْلٍ كَانَ يَضَعُ الْمُصْحَفَ عَلٰى وَجْهِهٖ وَيَقُولُ : كِتَابُ رَبِّي، كِتَابُ رَبِّي .

”سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ مصحف قرآن کو اپنے چہرے پر رکھتے اور فرماتے: میرے رب کی کتاب، میرے رب کی کتاب۔“

(مُسند الدّارمي : 3453)

سند ضعیف ہے۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کی سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں۔ نیز اس روایت میں بوسے کا ذکر نہیں، بلکہ قرآنِ کریم کو چہرے پر رکھنے کا ذکر ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُيَيْنَةَ، وَالْأَقْرَعَ سَأَلَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ أَنْ يَكْتُبَ بِهٖ لَهُمَا، فَفَعَلَ وَخَتَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَ بِدَفْعِهٖ إِلَيْهِمَا، فَأَمَّا عُيَيْنَةُ فَقَالَ: مَا فِيهِ؟ قَالَ: فِيهِ الَّذِي أُمِرْتُ بِهٖ، فَقَبِلَهٗ، وَعَقَدَهٗ فِي عِمَامَتِهٖ.

”عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا کہ ان کا مطالبہ پورا کیا جائے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریر پر مہر لگا دی اور فرمایا: انہیں دے دیں۔ عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (معاویہ!) خط میں کیا لکھا ہے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہی، جو مجھے حکم ہوا تھا۔ عیینہ رضی اللہ عنہ نے خط کو قبول کیا اور پگڑی میں باندھ لیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 4/180، سنن أبي داود : 1629، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۹۱) اور ابن حبان رحمہ اللہ (۳۳۹۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ امام موسیٰ بن ہارون حمال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''اس کی سند صحیح ہے۔''

(أمالي ابن بشران، ص 277)

اس حدیث میں فقبله میں درست اعراب فَقَبِلَهٗ ہے، جس کا معنی قبول کرنا ہے، کیونکہ بعض روایات میں اس کی جگہ أَخَذَ ''اس نے وہ خط پکڑا'' کے الفاظ ہیں۔

اس پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ کسی ثقہ امام نے اس روایت سے قرآن یا حدیث کو بوسہ دینے کا استدلال نہیں کیا۔

لہٰذا یہاں فَقَبَّلَهٗ ''اس نے بوسہ دیا۔'' کا اعراب درست نہیں، واللہ اعلم

الحاصل قرآنِ کریم کو بوسہ دینا یا اسے چہرے پر رکھنا بے اصل اور بے دلیل ہے۔ نہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل ہے، نہ اسلافِ امت نے ایسا کیا۔ ہر بھلائی سلف صالحین کی پیروی میں اور ہر شر سلف صالحین کی مخالفت میں ہے۔

سوال: کیا عیسیٰ علیہ السلام نے نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کو زندہ کیا؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو کئی معجزات عطا کیے تھے، ان میں سے ایک مردوں کو زندہ کرنا بھی تھا۔ لیکن ایسا نہیں کہ وہ ہر مردے کو ہی زندہ کر دیتے تھے، نیز یہ بھی ثابت نہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حام بن نوح کو زندہ کیا، اس بارے کوئی معتبر روایت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ : لَوْ بَعَثْتَ لَنَا رَجُلًا شَهِدَ

السَّفِينَةَ فَحَدَّثَنَا عَنْهَا قَالَ : فَانْطَلَقَ بِهِمْ حَتَّى انْتَهٰى بِهِمْ إِلٰى كَثِيبٍ مِّنْ تُرَابٍ، فَأَخَذَ كَفًّا مِّنْ ذٰلِكَ التُّرَابِ بِكَفِّهٖ، قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا هٰذَا؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : هٰذَا كَعْبُ حَامِ بْنِ نُوحٍ، قَالَ : فَضَرَبَ الْكَثِيبَ بِعَصَاهُ، قَالَ : قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْ رَأْسِهٖ قَدْ شَابَ، قَالَ لَهٗ عِيسٰى : هٰكَذَا هَلَكْتَ؟ قَالَ : لَا، وَلٰكِنْ مِتُّ وَأَنَا شَابٌّ، وَلٰكِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّهَا السَّاعَةُ، فَمِنْ ثَمَّ شِبْتُ، قَالَ : حَدِّثْنَا عَنْ سَفِينَةِ نُوحٍ قَالَ : كَانَ طُولُهَا أَلْفَ ذِرَاعٍ وَمِئَتَيْ ذِرَاعٍ، وَعَرْضُهَا سِتَّ مِائَةِ ذِرَاعٍ، وَكَانَتْ ثَلَاثَ طَبَقَاتٍ، فَطَبَقَةٌ فِيهَا الدَّوَابُّ وَالْوَحْشُ، وَطَبَقَةٌ فِيهَا الْإِنْسُ، وَطَبَقَةٌ فِيهَا الطَّيْرُ، فَلَمَّا كَثُرَ أَرْوَاثُ الدَّوَابِّ، أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى نُوحٍ أَنِ اغْمِزْ ذَنَبَ الْفِيلِ فَغَمَزَهٗ فَوَقَعَ مِنْهُ خِنْزِيرٌ وَخِنْزِيرَةٌ، فَأَقْبَلَا عَلَى الرَّوْثِ، فَلَمَّا وَقَعَ الْفَأْرُ بِحَبْلِ السَّفِينَةِ يَقْرِضُهٗ، أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى نُوحٍ أَنِ اضْرِبْ بَيْنَ عَيْنَيِ الْأَسَدِ فَخَرَجَ مِنْ مَنْخَرِهٖ سِنُّورٌ وَسِنُّورَةٌ، فَأَقْبَلَا عَلَى الْفَأْرِ، فَقَالَ لَهٗ عِيسٰى : كَيْفَ عَلِمَ نُوحٌ أَنَّ الْبِلَادَ قَدْ غَرِقَتْ؟ قَالَ : بَعَثَ الْغُرَابَ يَأْتِيهِ بِالْخَبَرِ، فَوَجَدَ جِيفَةً فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَدَعَا عَلَيْهِ بِالْخَوْفِ،

فَلِذٰلِكَ لَا يَأْلَفُ الْبُيُوتَ، قَالَ : ثُمَّ بَعَثَ الْحَمَامَةَ فَجَاءَ تْ بِوَرَقِ زَيْتُونٍ بِمِنْقَارِهَا وَطِينٍ بِرِجْلَيْهَا، فَعَلِمَ أَنَّ الْبِلَادَ قَدْ غَرِقَتْ، قَالَ : فَطَوَّقَهَا الْخُضْرَةَ الَّتِي فِي عُنُقِهَا، وَدَعَا لَهَا أَنْ تَكُونَ فِي أُنْسٍ وَأَمَانٍ، فَمِنْ ثَمَّ تَأْلَفُ الْبُيُوتَ، قَالَ : فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا نَنْطَلِقُ بِهٖ إِلٰى أَهْلِينَا، فَيَجْلِسُ مَعَنَا، وَيُحَدِّثُنَا؟ قَالَ : كَيْفَ يَتَّبِعُكُمْ مَنْ لَا رِزْقَ لَهٗ؟ قَالَ : فَقَالَ لَهٗ : عُدْ بِإِذْنِ اللّٰهِ، قَالَ : فَعَادَ تُرَابًا .

”حواریوں نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے کہا: براہِ کرم! آپ ہمارے لیے ایسے آدمی کو زندہ کر دیں، جو (نوح علیہ السلام کی) کشتی میں موجود تھا، وہ ہمیں کشتی کے متعلق بیان کرے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ چلے اور انہیں مٹی کی ایک چٹان کے پاس لے آئے، آپ علیہ السلام نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ حام بن نوح کے ٹخنے ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے چٹان پر اپنا عصا مارا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے اٹھ جایئے! تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور سر سے مٹی جھاڑنے لگا، وہ اب بوڑھا ہو چکا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: آپ اسی حالت میں فوت ہوئے تھے؟ کہنے لگا: نہیں، جب میں فوت ہوا، تب تو جوان تھا، لیکن میں نے سمجھا کہ قیامت آ چکی ہے، اس غم سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں سفینہ نوح کے متعلق کچھ بیان فرمایئے۔ اس

نے کہا: کشتی کی لمبائی بارہ سو ہاتھ اور چوڑائی چھ سو ہاتھ تھی۔ اس کی تین منزلیں تھیں، ایک منزل میں چوپائے اور وحشی جانور تھے، دوسری منزل میں انسان تھے اور تیسری منزل میں پرندے تھے۔ جب چوپائیوں کی لید اور گوبر بہت زیادہ جمع ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہاتھی کی دُم ہلائیے، تو انھوں نے دُم ہلائی، جس سے نر اور مادہ خنزیر پیدا ہوئے، دونوں نے لید اور گوبر کھا لیا۔ جب چوہا کشتی کی لکڑی کاٹنے لگا، تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو وحی کی کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماتھے پر) ضرب لگائیں، تو شیر کے نتھنوں سے بلی اور بلا پیدا ہوئے، دونوں چوہے پر جھپٹ پڑے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص (حام بن نوح) سے پوچھا: نوح علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا کہ تمام علاقے ڈھوپ چکے ہیں؟ کہنے لگے: نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ خبر معلوم کرے، وہ گیا، اس نے ایک مردار دیکھا، وہ اس پر جھپٹ پڑا، تو نوح علیہ السلام نے اسے ہمیشہ خوفزدہ رہنے کی بدعا دے دی، اسی لیے وہ کبھی گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ حام بن نوح کہنے لگے: پھر نوح علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا، تو وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتا اور پاؤں میں گارا لے کر آیا، اس سے نوح علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ تمام علاقے ڈوب چکے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے اس پتے کو کبوتر کے گلے کا ہار بنا دیا اور اس کے لیے دعا فرمائی کہ وہ سدا اُنس و امان میں رہے، اسی لیے کبوتر گھروں سے مانوس ہوتا ہے۔ حواری کہنے لگے: اللہ کے رسول (عیسیٰ)! کیا ہم اس شخص (حام بن نوح) کو اپنے ساتھ گھر نہ لے جائیں، یہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور ہمیں مزید باتیں بیان کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا: وہ شخص آپ کے ساتھ کیسے جا سکتا ہے، جس کا رزق (اب دنیا میں) نہیں ہے؟ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: اللہ کے حکم سے واپس لوٹ جایئے! تو وہ دوبارہ مٹی بن گیا۔"

(تفسير الطبري: 395/12)

جواب: سند باطل ہے۔

① علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

② مفضل بن فضالہ ضعیف ہے۔

③ قاسم بن حسن کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: کیا طوطے کو دیکھ کر اسے سلام کہنا مشروع ہے؟

جواب: طوطے کو دیکھ کر سلام کہنا مشروع نہیں، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ سلام کہنا عمل خیر ہے، یہ اسی کو کہا جائے گا، جس کے متعلق دلیل ہو۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ مِنْ مُعْتَكَفِهٖ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتکف سے صرف انسانی ضرورت کے لیے نکلتے تھے۔"

(الهداية: 129/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 491/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 288/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 126/4)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ روایت ہے:

وَقَفَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى قُزَحٍ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قزح پہاڑ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔''

(الهِداية : 143/1، البِناية للعيني : 228/4)

جواب: کتب حدیث میں یہ روایت نہیں ملی۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 68/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 22/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ يَعْنِي لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”یہ روایت غریب یعنی بے اصل ہے۔“

(البِناية : 228/4)

تنبیہ:

اس بارے میں مرفوع روایت ثابت ہے۔

(زوائد مُسند الإمام أحمد : 76/1، ح : 564، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: میری ایک لڑکی سے منگنی ہوئی ہے، مجھے ایک خواب آیا، میں نے اس خواب کی تعبیر دو ماہر معبرین سے کرائی، دونوں نے میری منگیتر کے متعلق یہی کہا کہ وہ میرے حق میں بہتر نہیں، لہٰذا منگنی توڑ دی جائے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اسے چاہیے کہ اس لڑکی کے بارے میں پوری تحقیق کر لے، اگر اسے بہتر لگے، تو منگنی برقرار رکھے اور اگر اپنے حق میں بہتر نہ لگے، تو منگنی توڑ دے۔

سوال: دادا کے بھائی کی بیٹی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: دادا کے بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، کیونکہ دادا کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، دادا کے بھائی کی بیٹی سے حرام نہیں، کیونکہ وہ حرام رشتوں میں داخل نہیں۔

سوال: کیا اچانک موت سے پناہ مانگنی چاہیے؟

جواب: اچانک موت، جو بطور سزا ہو، یا بری حالت میں ہو، تو وہ مذموم ہے، اس سے پناہ مانگنی چاہیے، البتہ اگر خیر و بھلائی پر اچانک موت آجائے یا شہادت مل جائے، تو یہ موت بری نہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ کے وظائف میں سے ایک وظیفہ یہ بھی تھا:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَ ةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ.

”یا اللہ! میں تیری نعمت چھن جانے، تیری عافیت کے پلٹ جانے، تیرے عذاب کے اچانک آ لینے اور تیری ہر ناراضی سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں۔“

(صحيح مسلم : 2739)

سوال: کیا لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے کا کوئی خاص وقت ہے؟

جواب: کوئی خاص وقت نہیں، کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”افضل ذکر «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ» اور افضل دعا «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ» ہے۔“

(سنن التّرمذي : 3383؛ سنن ابن ماجه : 3800؛ عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 731؛ وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن غریب کہا ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (846) اور امام حاکم (498/1، 503) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امْرَأَةُ الْمَفْقُودِ امْرَأَتُهٗ حَتّٰى يَأْتِيَهَا الْخَبَرُ .

''گم شدہ کی جب تک کوئی خبر نہ آ جائے، تب تک اس کی بیوی اسی کی بیوی رہتی ہے۔''

(سنن الدّارقُطني : 312/3، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 445/7)

جواب: سند باطل ہے۔

① سوار بن مصعب ضعیف و متروک ہے۔

② محمد بن شرحبیل ضعیف و متروک ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، يَرْوِي عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ أَبَاطِيلَ .

''یہ متروک الحدیث ہے، اس نے بواسطہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب منکر اور باطل احادیث روایت کی ہیں۔''

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 1298)

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حديثٌ مُنكَرٌ .

”یہ حدیث منکر ہے۔“

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 1298)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے گم شدہ کی بیوی کے بارے میں مروی ہے:

إِنَّهَا امْرَأَةٌ ابْتُلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ حَتّٰى يَسْتَبِينَ مَوْتاً أَوْ طَلَاقًا.

”یہ ایسی عورت ہے، جس پر آزمائش ٹوٹی ہے، اسے چاہیے کہ صبر کرے، تا آنکہ گم شدہ کی موت کا یقین ہو جائے یا وہ طلاق دے دے۔“

(الأصل للشّيباني : 350/9)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن حسن شیبانی کذاب ہے۔

② ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بالاجماع ضعیف و متکلم فیہ ہیں۔

③ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

④ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

⑤ ابراہیم نخعی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع و لقاء نہیں۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے تین فیصلوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مؤقف کی طرف رجوع کیا؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَجَعَ عَنْ ثَلَاثِ قَضِيَّاتٍ إِلٰى قَوْلِ

عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ امْرَأَةِ أَبِي كَنَفٍ، وَالْمَفْقُودِ زَوْجُهَا، وَالْمَرْأَةِ الَّتِي تَزَوَّجَتْ فِي عِدَّتِهَا.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تین فیصلوں سے رجوع کر کے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے موقف کو اختیار کر لیا؛ ① ابو کنف کی بیوی کے بارے میں، ② ایسی عورت کے بارے میں، جس کا شوہر گم ہو گیا، ③ ایسی عورت کے بارے میں، جس نے عدت میں نکاح کر لیا۔''

(المَبسوط للسّرخسي : 37/11)

جھوٹی روایت ہے۔ دنیا جہاں میں اس کی سند نہیں ملی، نیز عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ علمائے احناف نے اپنی کتابوں کو بے سند اور بے اصل روایات سے بھر دیا ہے۔ لہٰذا جب بھی ان کتابوں میں کوئی مرفوع یا موقوف روایت درج ہو، تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرنی چاہیے، کیونکہ ان کی ذکر کردہ بہت سی روایات ایسی ہیں، جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا یا ان کا وجود ہوتا ہے، مگر مذکورہ الفاظ سے نہیں ہوتا۔

❀ ابو کنف رحمہ اللہ کا اپنی بیوی کو طلاق دینے والا واقعہ بعض کتابوں میں مذکور ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 18909، مصنّف عبد الرزّاق : 10980)

سند ضعیف ہے۔

① ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

② ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع ولقاء نہیں۔

❁ دوران عدت نکاح کے بارے میں سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف بارے میں کچھ ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

❁ گم شدہ کی بیوی کے بارے میں بھی سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف ثابت نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مؤقف بارے جو روایت مروی ہے، وہ سخت ضعیف، بلکہ باطل ہے۔

سوال: کیا شکاری کتے کو قتل کرنے پر ہرجانہ ہے؟

جواب: شکاری کتے کو بلاوجہ قتل کرنے پر ہرجانہ رکھا جا سکتا ہے، یہ حکومت وقت کی صوابدید پر ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص قیمت مقرر نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ قَضٰی فِي کَلْبِ صَیْدٍ قَتَلَهٗ رَجُلٌ بِأَرْبَعِینَ دِرْهَمًا، وَقَضٰی فِي کَلْبِ مَاشِیَةٍ بِکَبْشٍ.

”آپ رضی اللہ عنہ نے شکاری کتے کو مارنے پر چالیس درہم کا ہرجانہ کا فیصلہ کیا اور جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے کتے کو مارنے پر ایک دنبہ کا ہرجانہ مقرر کیا۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي: 58/4، السّنن الکبریٰ للبیهقي: 12/6)

سند ضعیف ہے۔ ابن جریج مدلس ہیں، نیز ان کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابْنُ جُرَیْجٍ لَا یَرَوْنَ لَهٗ سَمَاعًا مِنْ عَمْرٍو.

”محدثین کے نزدیک ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں۔“

(السّنن الکبریٰ: 12/6)

فتاوی امن پوری (قسط ۵۸۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کفن چور کی کیا سزا ہے؟

جواب: کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ حدود مقرر کرنے کا حق اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔

کفن چوری کرنا بھیانک جرم اور غیر اخلاقی اقدام ہے، مسلم حکمران کو چاہیے کہ اس پر سخت سے سخت تعزیری سزا دے۔

کفن چور کے بارے میں بعض دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ان کا جائزہ ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَبَشَ قَطَعْنَاهُ.

”جس نے کفن چوری کیا، ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے۔“

(مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي : 409/12، السّنن الصغير للبيهقي : 2622، الخلافيّات للبيهقي : 114/7)

سند باطل ہے۔

① باشر بن خازم کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② عمران بن یزید بن براء مجہول و نامعلوم ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بَعْضُ مَنْ يُّجْهَلُ .

''اس سند میں مجہول راوی ہیں۔''

(مَعِرفة السّنن والآثار : 409/12)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا أَعْرِفُ بِشْرًا وَّلَا شَيْخَهٗ .

''میں بشر (باشر) اوراس کے استاذ (عمران بن یزید) کو نہیں جانتا۔''

(المُهذّب في السّنن الكبير : 3131/6)

❀ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(التّجريد : 6001/11)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ منکر حدیث ہے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 198/4)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَارِقُ أَمْوَاتِنَا كَسَارِقِ أَحْيَائِنَا .

''ہمارے مردوں کی چوری کرنے والے کا وہی حکم ہے، جو ہمارے زندوں کی چوری کرنے والے کا ہے۔''

(مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي : 409/12، الخلافيّات للبيهقي : 114/7)

سند ضعیف ہے۔

① سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔

② محمد بن سلیمان بن خالد عبدی مجہول ہے۔

✿ اسے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(ديوان الضّعفاء : 3753)

❀ زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أُتِيَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ بِقَوْمٍ يَخْتَفُونَ الْقُبُورَ يَعْنِي يَنْبُشُونَ فَضَرَبَهُمْ وَنَفَاهُمْ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُونَ.

''مروان بن حکم رحمہ اللہ کے پاس کچھ لوگوں کو لایا گیا، جو کفن چوری کرتے تھے، تو آپ رحمہ اللہ نے ان کی مار پٹائی کی اور انہیں جلا وطن کر دیا، اس وقت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے (کسی نے اعتراض نہیں کیا)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28612)

سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

❀ زہری رحمہ اللہ ہی سے مروی ہے:

أُخِذَ نَبَّاشٌ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ زَمَانَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَسَأَلَ مَنْ كَانَ بِحَضْرَتِهِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ وَالْفُقَهَاءِ، فَلَمْ يَجِدُوا أَحَدًا قَطَعَهُ، قَالَ

: فَأَجْمَعَ رَأْيُهُمْ عَلٰى أَنْ يَضْرِبَهُ وَيُطَافَ بِهٖ .

”سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک کفن چور پکڑا گیا، اس وقت مدینہ کے امیر مروان بن حکم رحمہ اللہ تھے، آپ رحمہ اللہ نے مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء سے کفن چور کی سزا بارے پوچھا، تو کسی کو ہاتھ کاٹنے کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی، چنانچہ سب سے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس چور کی مار پٹائی کی جائے اور گلیوں میں چکر لگائے جائیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28613)

سند ضعیف ہے۔

① اشعث بن سوار ضعیف ہے۔

② حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا قَطْعَ عَلَى الْمُخْتَفِي .

”کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“

(الهداية : 365/2، المبسوط للسّرخسي : 159/9)

بے اصل اور بے سند ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 431)

۞ علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(العِناية في تخريج أحاديث الهداية)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية : 367/3)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 198/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 110/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ حدیث بے اصل و بے سند ہے۔''

(البِناية : 28/7)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ غَرِيبٌ غَيْرُ مَعْرُوفٍ.

”یہ روایت بے اصل ہے اور (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 15/3)

صاحب ہدایہ اور شارحین ہدایہ اپنی اپنی کتابوں میں بے سند و بے سرو پا روایات ذکر کرتے ہیں، علما کی تحقیق میں وہ روایات ثابت نہیں ہوتیں۔

بعض اس ناکام کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ یہ روایت ثابت ہے، مثال کے طور پر تداخل و تلفیق کا بہانہ تراش لیں گے یا روایت بالمعنی کا سہارا لیں گے، حالانکہ تدوین حدیث کے بعد روایت بالمعنی جائز نہیں۔ یا ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی کی کتابوں سے وہ روایت پیش کر دیں گے، حالانکہ ان کی کتابیں احادیث کی کتابیں نہیں، محدثین ان کتابوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے، ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

سوال: جو شخص شیخین کو گالیاں نکالے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص شیخین سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو گالی دے، وہ کافر و مرتد ہے، کیونکہ شیخین کے فضائل کتاب و سنت میں متواتر ہیں، نیز ان کے افضل الصحابہ ہونے پر اجماع و اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایمان کی گواہی دی ہے۔ لہٰذا انہیں برا بھلا کہنا دراصل ان آیات اور احادیث کا استخفاف اور انکار ہے، جو ان کے فضائل و مناقب کے بارے میں صریح ہیں۔

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

الرِّدَّةُ بِسَبِّ الشَّيْخَيْنِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَدْ صَرَّحَ فِي الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ بِأَنَّ الرَّافِضِيَّ إِذَا سَبَّ الشَّيْخَيْنِ وَطَعَنَ فِيهِمَا كَفَرَ .

''سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرنے سے ارتداد لازم آتا ہے۔ خلاصہ اور بزازیہ میں صراحت ہے کہ اگر کوئی رافضی شیخین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرے اور ان پر طعن کرے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔''

(البحر الرّائق : 136/5)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کے نزدیک خلاصہ اور بزازیہ معتبر کتابیں ہیں۔

(البحر الرّائق : 63/7)

❁ مزید لکھتے ہیں:

إِنَّ الرَّافِضِيَّ كَافِرٌ إِنْ كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ .

''رافضی اگر شیخین کو گالی بکے، تو وہ کافر ہے۔''

(البحر الرّائق : 47/5، النهر الفائق : 169/3)

سوال: ایک بوڑھا شخص نہایت کمزور ہو چکا ہے، اسے دیکھ بھال کی سخت ضرورت ہے، وہ قضائے حاجت بھی نہیں کرسکتا، کیا اس کے لیے ملازمہ کی مدد لے سکتا ہے؟

جواب: اگر کسی شخص کو قضائے حاجت کے لیے بھی کسی سہارے کی ضرورت ہے، تو وہ اپنے گھر والوں کی مدد لے، غیر محرم عورت سے ایسی مدد لینا جائز نہیں، اگر گھر میں کوئی بھی ایسی مدد نہیں کرسکتا، تو کسی مرد کو خادم رکھا جائے، اپنی بیوی کے علاوہ کسی عورت سے یہ

خدمت لینا جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، اسی طرح کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔''

(صحیح مسلم : 338)

سوال: کیا فقہ حنفی میں ایسا کوئی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص گھر میں گھس کر کوئی شے چرائے اور پھر باہر کھڑے دوسرے شخص کو وہ شے تھما دے، تو دونوں میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، فقہ حنفی میں یہ مسئلہ مندرج ہے۔

❁ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

إِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهٗ آخَرَ خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا.

''اگر کوئی چور گھر میں نقب لگائے، گھر میں داخل ہو، وہاں سے مال چرائے اور گھر سے باہر کھڑے دوسرے شخص کو پکڑا دے، تو دونوں میں سے کسی کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔''

(الهداية : 368/2)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

اللِّصُّ إِذَا كَانَ ظَرِيفًا لَا يُقْطَعُ، قِيلَ : وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ : أَنْ يَنْقُبَ الْبَيْتَ فَيُدْخِلَ يَدَهُ وَيُخْرِجَ الْمَتَاعَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَدْخُلَهُ.

”جب چور ظریف (ماہر، شاطر اور چالباز) ہو، تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: وہ اس طرح کہ وہ گھر میں نقب لگائے، پھر اپنا ہاتھ اندر داخل کرے اور گھر میں گھسے بغیر گھر کا سامان باہر نکال لے۔“

(المَبسوط للسّرخسي الحنفي : 147/9، بدائع الصّنائع للكاساني الحنفي : 66/7)

بے سند و بے سروپا ہے۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

فقہ حنفی کا مذکورہ مسئلہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ کسی کا سامان کسی بھی طریقہ سے چرایا جائے، اسے چوری ہی کہتے ہیں، اس کے لیے خواہ کسی طرح کی بھی چال چلی جائے۔

فقہائے احناف نے اس بارے میں پہلے کتاب وسنت کے منافی مسئلہ گھڑا، پھر دلیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول وضع کر لیا، جس کی دنیا و جہاں میں کوئی سند نہیں۔ یہ بہت بڑی جسارت ہے۔

اگر فقہ حنفی کے اس مسئلہ کو درست مانا جائے، پھر تو کسی کے بینک اکاؤنٹ سے پیسے چوری کرنے پر حد نہیں لگے گی، کیونکہ جو لوگ اکاؤنٹ کو ہیک کرتے ہیں، وہ کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

دراصل کسی کے محفوظ مال کو چھپ کر ہتھیا لینے کو چوری کہتے ہیں، خواہ اس کے لیے کوئی

بھی صورت اختیار کی جائے، کیونکہ قرآن و حدیث میں ہاتھ کاٹنے کے لیے چوری کو مطلق ذکر کیا ہے، چوری کی کسی صورت کو متعین یا مقید نہیں کیا۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعٍ وَّشَرْطٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بیک وقت) شرط اور بیع سے منع فرمایا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4361، مَعرِفة علوم الحديث للحاكم، ص 128، التّمهيد لابن عبد البرّ : 186/22، مسند أبي حنيفة لأبي نعيم، ص 186)

جواب: روایت باطل ہے۔

① عبداللہ بن ایوب بن زاذان ضریر متروک ہے۔

② ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بالاجماع ضعیف ہے۔

③ محمد بن سلیمان ذہلی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِلَّتُهٗ ضَعْفُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کی وجہ ضعف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، جو حدیث میں ضعیف ہیں۔''

(بَيان الوهم والإيهام : 527/3)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(المُغني : 165/6)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنَّمَا يُرْوٰى فِي حِكَايَةٍ مُنْقَطِعَةٍ .

''یہ حدیث باطل ہے، مسلمانوں کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں، یہ تو ایک منقطع حکایت میں ذکر کی گئی ہے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 63/18)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهَا كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضُوعَةٌ عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنَ الْفُقَهَاءِ يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ .

''محدثین عظام کا اتفاق ہے کہ یہ احادیث (جن میں مذکورہ حدیث میں شامل ہے) رسول اللہ پر جھوٹ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئیں ہیں۔ یہ بات فقہا اہل علم بھی جانتے ہیں۔''

(مِنهاج السّنة : 430/7)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''محدثین کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 380/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی ابن سلول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَقْتُلُ أَبِي ، قَالَ : لَا تَقْتُلْ أَبَاكَ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اپنے باپ (عبداللہ بن اُبی ابن سلول، سید المنافقین) کو قتل کر دوں، فرمایا: اپنے باپ کو قتل مت کریں۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 1967 ، المُستدرك للحاكم : 679/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عروہ بن زبیر کا عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: مندرج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ حَنْظَلَةَ بْنَ (أَبِي) عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتُلَ أَبَاهُ فَقَالَ : لَا تَقْتُلْ أَبَاكَ .

''سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے (منافق اور کافر) باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل مت کریں۔''

(طَبقات ابن سعد : 291/4 ، ط خانجي، الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 1967)

جواب: روایت مرسل ہے۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تابعی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کر رہے ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ، وَالْجَاهِلُ السَّخِيُّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ.

”سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے، جنت کے بھی قریب ہوتا ہے، لوگوں کے بھی قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے۔ جبکہ بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔“

(سنن التّرمذي: 1961)

جواب: باطل و منکر روایت ہے۔ سعید بن محمد وراق ضعیف و متروک ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حديثٌ مُنكَرٌ.

”یہ حدیث منکر ہے۔“

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم: 2353)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ أَصْلٌ مِنْ حَدِيثِ يَحْيٰى وَلَا مِنْ حَدِيثِ غَيْرِهِ.

”یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ اور دیگر (ثقہ راویوں) سے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔“

(الضعفاء الكبير : 117/2)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''غیر محفوظ'' کہا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 460/4)

تنبیہ:

❀ یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 2352)

روایت باطل و بے اصل ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(العِلَل ومعرفة الرّجال برواية المَروذي، ص 118)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَسَعِيدٌ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، أَخَافُ أَنْ يَّكُونَ أُدخِلَ لَهٗ.

''یہ حدیث باطل ہے، سعید بن محمد وراق ضعیف الحدیث ہے، مجھے خدشہ ہے کہ اس پر یہ روایت داخل کر دی گئی ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 2352)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ مِنْهَا شَيْءٌ عَلٰى وَجْهٍ.

''یہ روایت کسی طریق کے ساتھ بھی ثابت نہیں ہے۔''

(عِلَل الدّارقطني : 269/14)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ صَدَقَتِهِ .

”نبی کریم ﷺ اپنے (وقف کردہ) صدقہ سے کھا لیتے تھے۔“

(الهِداية : 19/3)

جواب: بے سند اور بے اصل ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 479/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 146/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔“

(البِناية : 448/7)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَا قَطْعَ فِي الطَّعَامِ .

”(جو کھانا جلد خراب ہو جاتا ہے، اس) کھانے (کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“

(الهداية : 364/2)

جواب: ذخیرہ احادیث میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں ملی۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 362/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَ اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 109/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔“

(البِناية : 17/7)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ مطلوب ہے:

❁ علامہ ابن نجیم حنفی نقل کرتے ہیں:

فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ : وَلَوْ اسْتَدْخَلَتْ ذَكَرَ الْحِمَارِ أَوْ ذَكَرًا مَقْطُوعًا يَفْسُدُ حَجُّهَا بِالْإِجْمَاعِ، وَلَوْ لَفَّ ذَكَرَهٗ بِخِرْقَةٍ، وَأَدْخَلَهٗ إِنْ وَجَدَ حَرَارَةَ الْفَرْجِ وَاللَّذَّةَ يَفْسُدُ، وَإِلَّا فَلَا .

''(علامہ کاکی حنفی رحمہ اللہ کی) معراج الدرایہ میں ہے: اگر عورت اپنی شرمگاہ میں گدھے کا آلہ تناسل یا کوئی کٹا ہوا آلہ تناسل داخل کرے، تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا، اس پر تمام فقہائے حنفیہ کا اجماع ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ لے اور اسے (عورت کی شرمگاہ میں) داخل کر دے، پھر وہ مرد اگر شرمگاہ کی حرارت اور لذت محسوس کرے، تو حج فاسد ہو جائے گا، ورنہ حج فاسد نہ ہوگا۔''

(البحر الرّائق : 3/15)

جواب: اسلام عفت و پاکدامنی کا درس دیتا ہے، بلکہ شرم وحیا والے مسائل کو بھی اشاروں اور کنایوں میں ذکر کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ بھی کنایات استعمال کرتے تھے، ہاں جہاں صراحت کرنا انتہائی ضروری ہو جاتا، وہاں صراحت کے ساتھ بات بیان فرماتے۔

یہی درس عفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابہ سے تابعین عظام نے سیکھا۔ محدثین عظام بھی پاکیزگی کا سبق پڑھاتے تھے، حیاباختہ اور فرضی مسائل سے گریز کرتے تھے، اسی لیے محدثین کی فقہ اسلامی فقہ ہے، یہ فقہ اسلام کی نمائندہ ہے۔

اس کے برعکس فقہ حنفی جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب وسنت کا نچوڑ

ہے، اس فقہ میں ایسے رکیک، مضحکہ خیز اور غیر اخلاقی مسائل ذکر کر دیے گئے ہیں کہ جو کسی طور پر اسلامی طرز سے مطابقت نہیں رکھتے۔ جس کی ایک مثال اوپر بیان کر دی گئی ہے۔

❁ اسی سے ملتا جلتا مسئلہ یوں بھی درج ہے:

لَوْ لَفَّ عَلٰى ذَكَرِهٖ خِرْقَةً وَأَوْلَجَ وَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ بَعْضُهُمْ : يَجِبُ الْغُسْلُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَجِبُ، وَالْأَصَحُّ إِنْ كَانَتْ الْخِرْقَةُ رَقِيقَةً بِحَيْثُ يَجِدُ حَرَارَةَ الْفَرْجِ وَاللَّذَّةِ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِلَّا فَلَا وَالْأَحْوَطُ وُجُوبُ الْغُسْلِ فِي الْوَجْهَيْنِ .

”اگر مرد اپنے آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور انزال نہ ہو، تو بعض کے نزدیک اس پر غسل واجب ہوگا، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ غسل واجب نہیں، درست یہی ہے کہ اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ شرمگاہ کی حرارت اور لذت محسوس ہو، تو غسل واجب ہے، ورنہ غسل واجب نہیں ہے، لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب کیا جائے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:1/ 15)

کیا ایسے مسائل کو کتاب وسنت کا نچوڑ کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر ایسی فقہ سے تائب ہو کر اس فقہ محدثین کی طرف لوٹ آیئے، جو عصمت وآبرو کی محافظ بھی ہے اور غیرت کا درس بھی دیتی ہے۔

سوال: شیمپو لگا کر داڑھی کو نرم کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک شخص کے داڑھی کے بال بہت کم ہیں، کیا وہ مصنوعی طریقہ سے بال اگا

سکتا ہے؟

جواب: جس کے داڑھی کے بال کم ہوں، وہ اتنے بال ہی رکھ لے، اسے بال اگانے کے لیے علاج کروانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر تھوڑا بہت علاج معالجہ کروانا چاہتا ہے، تو اس کی مرضی ہے، مگر اس پر یہ علاج کروانا ضروری نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ إِلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِ .

”جب آپ کا رب دنیا کے کسی بندے کی طرف ہنستا ہے، تو اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔“

(مُسند الإمام أحمد : 287/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اسماعیل بن عیاس کا عنعنہ ہے۔ جس سند میں اسماعیل نے سماع کی صراحت کی ہے، وہاں ہشام بن عمار کے اختلاط کا مسئلہ ہے۔

سوال: کسی دوسرے کی مدد سے بغلوں کے بال صاف کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر اپنی بغلوں کے بال خود سے صاف کرنا مشکل ہو، تو کسی دوسرے کی مدد بھی لی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا حالت جنابت میں بال اور ناخن کاٹ سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: جو شخص لمبے عرصہ تک جان بوجھ کر زیر ناف بال صاف نہیں کرتا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ سخت گناہ گار ہے۔

(سوال): کیا وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے؟

(جواب): وضو میں پاؤں کو دھونا واجب ہے۔ اس پر قرآنی نص اور احادیث متواترہ دلالت کناں ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے جن صحابہ نے بھی وضو کا طریقہ نقل کیا ہے، انھوں نے پاؤں کے دھونے کو نقل کیا ہے، نیز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اسی پر عمل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے پاؤں پر اسی صورت مسح کیا، جب موزے زیب تن کیے ہوئے ہوں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موزوں اور جرابوں دونوں پر مسح ثابت ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الْمُسْتَفِيضَةُ مِنْ صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ...... وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ مَسَحَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ خُفٍّ فِي حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ .

''نبی کریم ﷺ کے طریقہ وضو کے بارے میں مروی صحیح متواتر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پاؤں کو دھویا۔ ...... نیز نبی کریم ﷺ سے سفر و حضر میں بغیر موزوں کے پاؤں پر مسح کرنا ثابت نہیں۔''

(الغاية في شرح الهِداية :1/27-28)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا مشرکین مکہ بھی جھوٹ کو برائی خیال کرتے تھے؟

جواب: جھوٹ ایک اخلاقی عیب ہے، جو ہر سلیم الفطرت انسان کے نظر میں عیب اور برائی ہے۔ جو لوگ کسی آسمانی مذہب کے پیرو نہیں، وہ بھی جھوٹ کو بری خصلت کہتے ہیں۔ دین اسلام کی نظر میں جھوٹ کی سنگینی سب سے زیادہ ہے۔ کسی انسان کا جھوٹا ہونا ہی اس کے کردار کو داغ دار کرنے کو کافی ہے۔

بہر حال مشرکین مکہ کہ جن کا حساب و کتاب اور روز آخرت پر یقین نہ تھا، وہ بھی جھوٹ کو عیب سمجھتے تھے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبول اسلام سے پہلے سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو شاہِ روم ہرقل کے دربار میں طلب کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کیے گئے، تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَّأْثِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ.

”اللہ کی قسم! اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا مسئلہ نہ ہوتا، تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ کہہ دیتا۔“

(صحيح البخاري : 7، صحيح مسلم : 1773)

❀ امام ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔“

(الإيمان : 143)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُمْ كَانُوا يَسْتَقْبِحُونَ الْكَذِبَ إِمَّا بِالْأَخْذِ عَنِ الشَّرْعِ السَّابِقِ أَوْ بِالْعُرْفِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مشرکین (کہ جو آخرت اور جزا وسزا کے منکر تھے) بھی جھوٹ کو قبیح خیال کرتے تھے، یہ قباحت انہوں نے یا تو سابقہ شریعتوں سے اخذ کی تھی یا ان کے عرف میں ہی ایسا تھا۔“

(فتح الباري : 33/1)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہی مسائل لکھتے اور پڑھتے تھے؟

جواب: فقہ اسلامی کتاب وسنت سے استدلال کو کہتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے شمار روایات ہیں، جن میں انہوں نے کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے، یہ ان کے فقہی مسائل ہی تو تھے، جو ان سے تابعین عظام نے نقل کیے اور محدثین نے باسند اپنی کتابوں میں مزین کیے۔ بہر کیف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہی مسائل کو باہم ذکر بھی کرتے تھے اور لکھتے بھی تھے، کتب احادیث میں اس پر دلائل موجود ہیں۔

❁ یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ : مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَؤُهٗ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيفَةَ قَالَ : وَصَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ

فِي قِرَابِ سَيْفِهِ، فَقَدْ كَذَبَ، فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ.

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے پاس قرآن اور اس صحیفہ کے علاوہ بھی کچھ ہے، تو وہ جھوٹا ہے، یہ صحیفہ آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار کی میان میں رکھا ہوا تھا، اس میں دیت کے اونٹوں کی عمر کا ذکر اور دیگر چیزیں ہیں......۔''

(صحيح البخاري : 3179، صحيح مسلم : 1370)

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سِوَى الْقُرْآنِ؟ قَالَ: لَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِلَّا أَنْ يَّرْزُقَ اللّٰهُ عَبْدًا فَهْمًا فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَأَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز (فرمان وغیرہ) موجود ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا! اس صحیفے اور کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سمجھ کے علاوہ کچھ نہیں ہے، میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت (کے احکام)، قیدیوں کو آزاد کرنا اور یہ کہ کافر

کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔''

(صحيح البخاري : 6915، المُنتقٰى لابن الجارود : 794)

❀ علامہ ابوالعباس ابن منیر رحمہ اللہ (۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ كَانَ عِنْدَهٗ أَشْيَاءُ مَكْتُوبَةٌ مِّنَ الْفِقْهِ الْمُسْتَنْبَطِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ فقہی مسائل لکھے ہوئے تھے، جنہیں کتاب اللہ سے مستنبط کیا گیا تھا۔''

(فتح الباري لابن حجَر :204/1)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوا كَانَ حَدِيثُهُمْ يَعْنِي الْفِقْهَ، إِلَّا أَنْ يَقْرَأَ رَجُلٌ سُورَةً أَوْ يَأْمُرُوا رَجُلًا أَنْ يَّقْرَأَ سُورَةً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مجلسیں لگاتے، تو ان کا موضوعِ سخن فہم دین ہوتا تھا۔ ایک شخص خود سورت پڑھتا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی شخص کو سورت پڑھنے کا کہتے (پھر اس کی تفہیم وتشریح کی جاتی تھی)۔''

(المُستدرك للحاكم : 322، المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 419، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح؟

جواب: خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں، لہٰذا خلع والی عورت کی عدت وہ نہیں جو مطلقہ عورت کی ہوتی ہے۔ خلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

❁ حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ، فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهٖ بِالْغَلَسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ هٰذِهٖ؟»، فَقَالَتْ: أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، فَقَالَ: «مَا شَأْنُكِ؟»، قَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا، فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتٌ، قَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هٰذِهٖ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ قَدْ ذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَذْكُرَ»، فَقَالَتْ حَبِيبَةُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ كُلُّ مَا أَعْطَانِي عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتٍ: «خُذْ مِنْهَا»، فَأَخَذَ مِنْهَا وَجَلَسَتْ فِي أَهْلِهَا.

''وہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے اندھیرے میں باہر تشریف لائے، تو حبیبہ بنت سہل کو اپنے دروازے پر پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون؟ انھوں نے کہا: میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا پریشانی ہے؟ (اس نے کہا:) میرا ثابت بن قیس کے ساتھ رہنا محال ہے۔ جب ثابت بن قیس آئے، تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل ہیں اور اس نے جو اللہ کو منظور تھا، بیان کر دیا ہے۔ حبیبہ کہنے لگی: اللہ کے رسول! انھوں نے مجھے جو کچھ دیا تھا،

وہ میرے پاس موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: ان سے لے لیں۔پس انہوں نے لیا اور وہ اپنے گھر جا بیٹھیں۔''

(موطأ الإمام مالك : 564/2، مسند الإمام أحمد : 433/6، 434، سنن أبي داوٗد : 2227، سنن النّسائي : 3492، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۸۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْخُلَعَ فَسْخٌ وَلَيْسَ بِطَلَاقٍ وَلَوْ كَانَ طَلَاقًا لَاقْتَضٰى فِيهِ شَرَائِطَ الطَّلَاقِ مِنْ وُقُوعِهٖ فِي طُهْرٍ لَمْ تُمَسَّ فِيهِ الْمُطَلَّقَةُ وَمِنْ كَوْنِهٖ صَادِرًا مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ وَحْدَهٗ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاةِ الْمَرْأَةِ فَلَمَّا لَمْ يَتَعَرَّفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَالَ فِي ذٰلِكَ فَأَذِنَ لَهٗ فِي مُخَالَعَتِهَا فِي مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْخُلَعَ فَسْخٌ وَلَيْسَ بِطَلَاقٍ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں ہے، کیونکہ اگر خلع طلاق ہوتا، تو یہ طلاق کی شرائط کا متقاضی ہوتا، مثلاً ایسے طہر میں خلع لیا جاتا، جس میں مطلقہ سے مباشرت نہیں کی گئی، اسی طرح یہ عورت کی رضا مندی کے بغیر صرف خاوند کی طرف سے صادر ہوتا۔(مگر ایسا نہیں ہے،) چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے حالات کا پوری طرح جائزہ لیا، تو خاوند کو اسی مجلس میں اپنی بیوی سے خلع کا معاملہ کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ بھی دلیل ہے کہ خلع فسخ

نکاح ہے،طلاق نہیں ہے۔“

(مَعالم السّنن : 254/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا أَدَلُّ شَيْءٍ عَلٰى أَنَّ الْخُلَعَ فَسْخٌ وَلَيْسَ بِطَلَاقٍ وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (البقرة : ٢٢٨) فَلَوْ كَانَتْ مُطَلَّقَةً لَمْ يَقْتَصِرْ لَهَا عَلٰى قَرْءٍ وَّاحِدٍ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے،طلاق نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة : ٢٢٨)

”طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔“اگر خلعہ لینے والی طلاق یافتہ ہوتی،تو آپ ﷺ کبھی ایک حیض پر اکتفا نہ کرتے۔“

(مَعالم السنن : 256/3)

سوال: کیا شیطانی مجالس سے برکت ورحمت اٹھ جاتی ہے؟

جواب: جس جگہ شیطان کا تسلط ہو، اس جگہ سے خیر وبرکت کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ برکت ورحمت کو واپس لانے کا بہترین ذریعہ ذکر الٰہی ہے،قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اور عمل صالح کیے جائیں،اس گھر یا جگہ میں برکت عود کرآئے گی۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ : إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهٗ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى أَنْ

يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمْ، الْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ .

''رسول اللہ ﷺ شب قدر کی خبر دینے کے لیے باہر تشریف لائے، تو (دیکھا کہ) دو مسلمان باہم جھگڑ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو شب قدر کے متعلق خبر دینے کے لیے نکلا تھا، کہ اسی اثنا میں فلاں فلاں جھگڑ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے شب قدر (کے تعین) کو اٹھا لیا، اُمید ہے کہ یہی آپ کے حق میں بہتر ہو، اب لیلۃ القدر کو (اکیسویں، تیئسویں) پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں شب میں تلاش کریں۔''

(صحيح البخاري: 49، 2023)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ الْمَكَانَ الَّذِي يَحْضُرُهُ الشَّيْطَانُ تُرْفَعُ مِنْهُ الْبَرَكَةُ وَالْخَيْرُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جس جگہ شیطان حاضر ہو، وہاں سے برکت اور خیر کو اٹھا لیا جاتا ہے۔''

(فتح الباري: 113/1)

سوال: کیا اقامت کے متصل بعد تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے؟

جواب: اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فاصلہ ڈالا جا سکتا ہے، اقامت کے متصل بعد تکبیر تحریمہ کہنا ضروری نہیں، اگر صفوں کو درست کرانا مقصود ہو، یا کوئی دوسرا اہم کام ہو، تو اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ کہنے میں تاخیر کی جا سکتی ہے، احادیث و آثار میں اس پر دلائل موجود ہیں۔ البتہ بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

''نماز کی اقامت کہہ دی گئی، جبکہ نبی کریم ﷺ ایک شخص سے مسجد کے کونے میں محو گفتگو تھے، (کافی لمبی نشست کے بعد) آپ ﷺ نماز کی طرف اس وقت تشریف لائے، جب لوگ اُونگھنے لگے۔''

(صحيح البخاري: 642، صحيح مسلم: 376)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَدٌّ لِقَوْلِ الْكُوْفِيِّينَ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ إِذَا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ، وَقَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، وَجَبَ عَلَى الْإِمَامِ تَكْبِيرَةُ الْإِحْرَامِ، وَلَوْ كَانَ مَا قَالُوهُ سُنَّةَ الصَّلَاةِ، مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُدْخِلُ بَيْنَ الْإِقَامَةِ وَبَيْنَ الدُّخُولِ فِي الصَّلَاةِ عَمَلًا مِنْ غَيْرِهَا، وَيَدُلُّ عَلٰى صِحَّةِ هٰذَا الْقَوْلِ عَمَلُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الرَّسُولِ، وَأَمْرِهِمْ بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ بَعْدَ الْإِقَامَةِ، فَإِذَا أُخْبِرُوا بِذٰلِكَ كَبَّرُوا.

''یہ حدیث کوفیوں (احناف) کے مؤقف کا رد کرتی ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کر دے اور قد قامت الصلاۃ کہہ دے، تو اس کے بعد امام پر تکبیرہ تحریمہ کہنا واجب ہے۔ حالانکہ اہل کوفہ کے مطابق اگر ایسا کرنا نماز کی (واجبی) سنت ہوتا، تو نبی کریم ﷺ کبھی بھی اقامت اور نماز شروع کرنے

کے درمیان تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی اور عمل نہ کرتے۔ اس مؤقف کے صحیح ہونے پر ایک دلیل رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا عمل بھی ہے۔ وہ اقامت کے بعد صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے، جب انہیں صفوں کی درستی کی خبر کر دی جاتی، تو وہ تکبیرہ تحریمہ کہتے تھے۔''

(شرح صحیح البخاري : 267/2)

❁ نیز نقل کرتے ہیں

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ أَنَّ اتِّصَالَ الْإِقَامَةِ بِالصَّلَاةِ لَيْسَ مِنْ وَكِيدِ السُّنَنِ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ مُسْتَحَبِّهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ اقامت اور نماز کو متصل کرنا سنن مؤکدہ میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ مستحب سنت ہے۔''

(شرح صحیح البخاري : 268/2)

❁ مالک بن ابی عامر مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَامَتِ الصَّلَاةُ، وَأَنَا أُكَلِّمُهُ فِي أَنْ يَفْرِضَ لِي، فَلَمْ أَزَلْ أُكَلِّمُهُ، وَهُوَ يُسَوِّي الْحَصْبَاءَ بِنَعْلَيْهِ، حَتّٰى جَاءَهُ رِجَالٌ، قَدْ كَانَ وَكَلَهُمْ بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الصُّفُوفَ قَدِ اسْتَوَتْ، فَقَالَ لِي : اسْتَوِ فِي الصَّفِّ، ثُمَّ كَبَّرَ .

''نماز کی اقامت کہہ دی گئی، میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا، میں اُن سے بات کرتا رہا اور وہ پاؤں سے کنکریاں ہلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ لوگ آئے، جنہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

نے صفیں درست کرانے کی ذمہ داری دی ہوئی تھی، انہوں نے بتایا کہ صفیں درست ہو چکی ہیں، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: آپ بھی صف میں سیدھے ہو کر کھڑے ہو جائیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی۔''

(موطأ الإمام مالك :158/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْكَلَامِ بَعْدَ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ بِهَا وَبِهٰذَا قَالَ فُقَهَاءُ الْأَمْصَارِ غَيْرَ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَإِنَّهُمْ قَالُوا إِنَّ الْكَلَامَ مَمْنُوعٌ بَعْدَ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَقَبْلَ الْإِحْرَامِ لَهَا .

''یہ روایت دلیل ہے کہ نماز کی اقامت کے بعد اور تکبیر تحریمہ سے پہلے کلام کرنا جائز ہے، تمام علاقوں کے فقہا کا یہی مذہب ہے، البتہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اقامت کے بعد اور تکبیر تحریمہ سے پہلے کلام کرنا ممنوع ہے۔''

(المُنتقٰى شرح الموطأ :280/1)

سوال: درج ذیل اثر کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَاذَا نَصْنَعُ بِقَوْلِ أَعْرَابِيٍّ بَوَّالٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ .

''ہم اس دیہاتی کی بات پر کیسے اعتبار کر لیں، جو اپنی ایڑھیوں پر ہی پیشاب کر دیتا ہے۔''

(المَبسوط للسّرخسي الحنفي : 63/5)

جواب: بے سند و بے اصل ہے، کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ : لَمْ يَصِحَّ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ .

”حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر ثابت نہیں۔“

(التّنبيه، ص 344)

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نُسَلِّمُ أَنَّهٗ صَحِيحٌ، أَلَا تَرٰى أَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمُعْتَبَرَةِ .

”ہم اس روایت کو ثابت نہیں سمجھتے، بھلا آپ جانتے نہیں کہ معتبر کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔“

(شرح الهداية : 18/5)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ لَهٗ أَصْلًا فِي كُتُبِهِمْ .

”محدثین کی کتابوں میں مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔“

(الهِداية إلى أوهام الكفاية للإسنوي : 489/20)

❁ علامہ اِسنوی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ لَهٗ ذِكْرًا فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”مجھے حدیث کی کسی کتاب میں اس اثر کا ذکر نہیں ملا۔“

(الهداية إلى أوهام الكفاية : 489/20)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(تخريج أحاديث أصول البزدوي، ص 161)

تنبیہ:

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَجْعَلُ لَهَا الْمِيرَاثَ، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَا يَجْعَلُ لَهَا صَدَاقًا، قَالَ الْحَكَمُ : وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ : لَا تُصَدَّقُ الْأَعْرَابُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس (غیر مدخولہ بیوہ) کے لیے میراث ثابت کرتے تھے اور اس پر عدت گزارنا واجب کرتے تھے اور اس کے لیے حق مہر واجب نہیں کرتے تھے۔ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی خبر دی گئی، تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دیہاتیوں کی بات نہیں مان جائے گی۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 10894)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

② حکم بن عتیبہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ حکم بن عتیبہ کا سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا .

”حکم بن عتیبہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔“

(السّنن الکبریٰ : 43/6)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْهُ .

”حکم بن عتیبہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔“

(اتّحاف المَهرة : 363/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْقَطِعٌ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

”حکم بن عتیبہ کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہوتی ہے، حکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔“

(اتّحاف المَهرة : 176/10)

سوال: چھوٹی بچی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: چھوٹی بچی سے نکاح جائز ہے، قرآن وسنت اور آثار میں اس کا واضح ثبوت ہے۔ البتہ بچی سے ازدواج اس وقت قائم ہوگا، جب وہ اس قابل ہو جائے، اس بارے میں کوئی خاص عمر کا تعین نہیں کیا جا سکتا، یہ عورت کی صحت، تندرستی اور قوت پر موقوف ہے۔

❁ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (۶۱۶ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ عَلٰى أَنَّهٗ لَا عِبْرَةَ لِلسِّنِّ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَإِنَّمَا الْعِبْرَةُ لِلطَّاقَةِ إِنْ كَانَتْ صِحَّةً سَمِينَةً تُطِيقُ الرِّجَالَ وَلَا

يُخَافُ عَلَيْهَا الْمَرَضُ مِنْ ذٰلِكَ؛ كَانَ لِلزَّوْجِ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا وَإِنْ لَمْ تَبْلُغْ تِسْعَ سِنِينَ، فَإِنْ كَانَتْ نَحِيفَةً مَهْزُولَةً لَا تُطِيقُ الْجِمَاعَ وَيُخَافُ عَلَيْهَا الْمَرَضُ لَا يَحِلُّ لِلزَّوْجِ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، وَإِنْ كَبُرَ سِنُّهَا وَهُوَ الصَّحِيحُ.

''اکثر مشائخ کا مؤقف ہے کہ ازدواج قائم کرنے کے حوالہ سے عمر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ طاقت اور استطاعت کا اعتبار ہوگا۔ اگر منکوحہ صحت مند اور توانا ہے کہ مردانہ تعلقات کو برداشت کرسکتی ہے اور اس وجہ سے اس کے بیمار ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو شوہر کے لیے اپنی منکوحہ سے ازدواج قائم کرنا جائز ہے، خواہ ابھی وہ نو سال کی عمر کو بھی نہ پہنچی ہو۔ البتہ اگر منکوحہ کمزور اور لاغر ہے اور وہ ازدواجی تعلقات کی استطاعت نہیں رکھتی، نیز اس کے بیمار ہونے کا اندیشہ ہے، تو شوہر کا اس سے تعلق قائم کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس کی عمر زیادہ ہو۔ یہی صحیح مؤقف ہے۔''

(المُحيط البُرهاني : 48/3)

سوال: بعض کا نظریہ ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے، اگر وہ قرآن کے ظاہر سے موافق ہو، تو قبول کرلیا جائے، ورنہ رد کردیا جائے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حدیث حجت ہے، شریعت کا دوسرا بڑا مستقل ماخذ ہے۔ کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے مخالف و معارض نہیں۔ کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں من جانب اللہ ہیں۔ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، لہٰذا وحی وحی کے معارض نہیں ہوسکتی۔ البتہ ظاہری طور پر کوئی حدیث قرآن کریم کے معارض ہوسکتی ہے، حقیقت میں نہیں، جس طرح قرآن کی

بعض آیات ظاہری طور پر دوسری آیات کے معارض نظر آتی ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ معارض نہیں ہوتیں، اسی طرح بعض احادیث دوسری احادیث کے یا قرآنی آیات کے معارض نظر آتی ہیں، جبکہ حقیقت میں معارض نہیں ہوتیں۔

اگر کہیں قرآنی آیات دوسری آیات کے معارض دکھائی دیں، تو اہل علم کی تفسیر کی روشنی میں ان میں تعارض کو دور کیا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی صحیح حدیث کسی قرآنی آیت کے معارض دکھائی دے، تو ان میں جمع وتطبیق دے کر تعارض کو دور کیا جائے گا۔

بعض ملحدین جو محدثین کے مخالف ہیں اورانہوں نے اپنے اُصول گھڑ رکھے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے ظاہر کے خلاف آجائے، تو اسے رد کر دیا جائے گا۔ یہ باطل اصول ہے، دلائل صحیحہ کے واضح خلاف ہے، کوئی مسلمان اس اصول کا قائل وفاعل نہیں۔ وہ اس باطل اصول پر کئی جھوٹی اور باطل روایات پیش کرتے ہیں۔

❀ روایت کیا جاتا ہے:

إِذَا رُوِيَ لَكُمْ عَنِّي حَدِيثٌ فَاعْرِضُوهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ وَافَقَ فَاقْبَلُوهُ وَإِنْ خَالَفَ فَرُدُّوهُ.

”جب آپ کو میری طرف سے حدیث پہنچے، تو اسے قرآن پر پیش کریں، جو حدیث قرآن کے موافق ہو، اسے قبول کرلیں اور جو قرآن کریم کے مخالف ہو، اسے رد کردیں۔“

اس معنی کی کئی احادیث بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ لَا نَقْبَلُ مِثْلَ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ فِي شَيْءٍ.

’’ہم اس جیسی (باطل) روایت کو کسی مسئلہ میں قبول نہیں کرتے۔‘‘

(الرّسالة، ص 222)

❀ **امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ وَضَعَتْهُ الزَّنَادِقَةُ .

’’یہ حدیث زندیق لوگوں نے گھڑی ہے۔‘‘

(مَعالم السّنن للخطّابي : 299/4)

یہ روایت سند کے اعتبار سے تو باطل ہے ہی، خود اس من گھڑت اصول کے اعتبار سے بھی باطل ہے، کیونکہ جب اس روایت کو قرآن کریم پر پیش کیا گیا، تو قرآن اس کا رد کرتا ہے۔ قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مستقل ماخذ قرار دیا۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا کہ نبی کریم ﷺ کی وہی بات، قول یا تقریر حجت ہے، جو قرآن کریم کے موافق ہو، بھلا نبی کریم ﷺ قرآن کے خلاف کر سکتے ہیں؟ جبکہ نبی کریم ﷺ قرآن کی عملی تفسیر و تعبیر ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ .

’’نبی کریم ﷺ کی سیرت قرآن کریم کی عملی تعبیر ہے۔‘‘

(صحيح مسلم : 746)

❀ **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾(الأحزاب : ٢١)

’’تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات بہترین نمونہ ہے، ان کے لئے جو اللہ اور

یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں۔‘‘

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾(الحشر : ۷)

’’تمہیں جو چیز رسول دیں، اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈر جاؤ، یقیناً اللہ دردناک عذاب دینے والا ہے۔‘‘

❀ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ : عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ .

’’خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے، ساتھ میں اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔ خبردار! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی تکیے پر ٹیک لگائے کہے گا: ’’اس قرآن کو لازم پکڑلو، تم اس میں جسے حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو۔‘‘ خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت اور کچلی والے درندے حلال نہیں ہیں اور نہ معاہد کی گری ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے۔‘‘

(سنن أبي داود : 4604، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه الإمام أحمد : 4/132 والتّرمذي : 2664، وقال : حسنٌ غريب، وابن ماجه : 12، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۰۹) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

”یہ سند صحیح ہے۔“

(المَدخل إلى علم السّنن :66/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ صَحِيحٌ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ وَلَا مَرِيَّةٍ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔“

(البدر المُنير :256/1)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ» يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ مِنَ التَّأْوِيلِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ أَنَّهٗ أُوتِيَ مِنَ الْوَحْيِ الْبَاطِنِ غَيْرِ الْمَتْلُوِّ مِثْلَ مَا أُعْطِيَ مِنَ الظَّاهِرِ الْمَتْلُوِّ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ : أَنَّهٗ أُوتِيَ الْكِتَابَ وَحْيًا يُتْلٰى، وَأُوتِيَ مِنَ الْبَيَانِ أَيْ أُذِنَ لَهٗ أَنْ يُبَيِّنَ مَا فِي الْكِتَابِ وَيُعِمَّ وَيُخِصَّ وَأَنْ يَزِيدَ عَلَيْهِ فَيُشرِعُ مَا لَيْسَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ ذِكْرٌ فَيَكُونُ ذٰلِكَ فِي وُجُوبِ الْحُكْمِ وَلُزُومِ الْعَمَلِ بِهٖ كَالظَّاهِرِ الْمَتْلُوِّ مِنَ الْقُرْآنِ .

”فرمان نبوی: ”مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے۔“ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ① اس کا معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جس طرح ظاہر متلو وحی دی گئی ہے، اسی طرح باطن غیر متلو وحی بھی دی گئی ہے۔ ② یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو متلو وحی دی گئی اور اس کا ”بیان“ دیا گیا، یعنی آپ ﷺ کا اجازت دے دی گئی کہ آپ قرآن میں موجود احکامات کی وضاحت کریں، اس کے خاص کو عام کریں، اس کے عام کو خاص کریں، اس سے زائد حکم بیان کریں اور جس کا ذکر قرآن میں نہیں، اسے مشروع قرار دیں۔ اس لحاظ سے وحی غیر متلو بھی وجوب کے حکم میں ہے اور اس پر عمل کرنا بھی لازم ہے، جیسا کہ وحی ظاہر متلو یعنی قرآن کا حکم لازم ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔“

(مَعالِم السّنن : 298/4)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ أُوتِيتُ الْقُرْآنَ، وَأُوتِيتُ مِثْلَهٗ مِنَ السُّنَّةِ الَّتِي لَمْ يَنْطِقْ بِهَا الْقُرْآنُ .

”مراد یہ ہے کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی طرح وہ حدیث بھی دی گئی ہے جس کا قرآن میں ذکر نہ تھا۔“

(إرشاد الفَحول، ص 33)

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں قرآن وحدیث دونوں کو وحی قرار دیا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: امامت عظیم منصب ہے۔ اس کے لیے خیار لوگ مامور ہوں۔ ہر کس و ناکس کو امام بنانا درست نہیں۔ اس میں اسلام کا نقصان ہے، اس سے عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ امام صحیح العقیدہ ہو، اعلانیہ فاسق نہ ہو۔

رہا بدعتی امام، تو اسلاف اُمت بدعتی امام کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اُس وقت کے بدعتی اور آج کے بدعتی میں بڑا فرق ہے، ان میں ایک آدھ بدعت پائی جاتی تھی۔ جبکہ اب کے اہل بدعت میں بے شمار بدعات وخرافات ہیں، نیز عقائد میں اہل سنت والجماعت سے منحرف ہیں، عمل خلاف سنت ہے اور منہج محدثین کے مخالف ہیں، اسماء وصفات میں گمراہ ہیں، تقلید کو دین سمجھتے ہیں۔ کئی ایک خلاف سنت اعمال کے مرتکب ہیں۔ ایسوں کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

اس معنی میں مروی تمام روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا .

''اس بارے میں ہم نے کوئی ثابت روایت نہیں سنی۔''

(العِلل المتناهية لابن الجوزي :1/425)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَا الْمَتْنِ إِسْنَادٌ يَثْبُتُ .

”اس باب میں کوئی سند ثابت نہیں۔“

(الضّعفاء الکبیر : 90/3)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ يُثْبَتُ .

”اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔“

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 1765)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَالصَّلَاةِ عَلٰى مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَحَادِيث كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ غَايَةَ الضَّعْفِ .

”ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز پڑھنے اور ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق کئی احادیث مروی ہیں، سب کی سب سخت ضعیف ہیں۔“

(السّنن الکبریٰ : 19/4)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا لَا تَصِحُّ .

”اس بارے میں مروی تمام احادیث غیر ثابت ہیں۔“

(العِلل المتناهية :426/1)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا وَاهِيَةٌ .

''اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں۔''

(المَقاصد الحَسنة : 635)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَهٗ طُرُقٌ ضَعِيفَةٌ .

''اس حدیث کی (تمام) سندیں ضعیف ہیں۔''

(البدر المُنير : 356/4)

❀ امام اللغہ، فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِيهِ حَدِيثٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(رِسالة في بيان ما لم يثبت فيه حديث من الأبواب، ص 23)

ثابت ہوا کہ ہر نیک وبد کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے متعلق جتنی روایات مروی ہیں، سب کی سندیں ضعیف ہیں، ان ضعیف سندوں جس سند میں سب سے کم ضعف ہے، وہ یہ ہے:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ .

''فرض نماز ہر مسلمان کی اقتدا میں پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔''

(سنن أبي داود : 594، 2533)

سند ضعیف ہے۔ مکحول کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 695/2)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ .

''اس کی سند میں ضعف ہے۔''

(التّنبيه على أحاديث الهداية والخلاصة، ص 146)

❀ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي صِحَّتِهِ نَظَرٌ .

''اس روایت کی صحت محل نظر ہے۔''

(غاية البيان : 11/2)

❀ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُكَفِّرُوا أَهْلَ قِبْلَتِكُمْ وَإِنْ عَمِلُوا الْكَبَائِرَ، وَصَلُّوا مَعَ كُلِّ إِمَامٍ وَجَاهِدُوا مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ وَصَلُّوا عَلٰى كُلِّ مَيِّتٍ .

''اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر مت کریں، اگرچہ وہ کبائر کا ارتکاب کریں اور ہر (نیک و بد) امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں، ہر امیر کے ساتھ مل کر جہاد کریں، نیز ہر (کلمہ گو) میت کی نماز جنازہ پڑھیں۔''

(سنن ابن ماجه : 1525، سنن الدّارقطني : 1766)

سند باطل ہے۔

① حارث بن نبہان جرمی ضعیف ومتروک ہے۔

② ابوسعید شامی مجہول ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 1766)

③ راجح قول کے مطابق مکحول کا سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

④ عتبہ بن یقظان ضعیف ہے۔

❀ امام ابواحمد حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(الأسامي والكُنٰى : 112/4)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا لَا تَصِحُّ .

''اس بارے میں مروی تمام احادیث غیر ثابت ہیں۔''

(العِلل المتناهية :426/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(البدر المُنير : 461/4)

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُكَفِّرُوا أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ قِبْلَتِي بِذَنْبٍ وَإِنْ عَمِلُوا الْكَبَائِرَ، وَصَلُّوا خَلْفَ كُلِّ إِمَامٍ، وَجَاهِدُوا أَوْ قَالَ : قَاتِلُوا مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ .

''کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر مت کریں، اگر چہ وہ کبائر کا ارتکاب کریں اور ہر (نیک وبد) امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں، نیز ہر امیر کے ساتھ مل کر قتال کریں۔''

(سنن الدّارقطني : 1760، الضّعفاء الكبير للعقيلي : 3/90)

سند باطل ہے۔

① ولید بن فضل سخت ضعیف ہے، من گھڑت روایات بیان کرنے والا ہے۔

② عبدالجبار بن حجاج خراسانی ضعیف ومتروک ہے۔

③ مکرم بن حکیم خثعمی ضعیف ہے۔

④ سیف بن عمر ضعیف ہے۔

⑤ سیف بن عمر کی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت معضل (جس میں لگا تار ایک سے زائد واسطے گرے ہوں۔) ہے۔

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس کی سند مجہول اور غیر محفوظ ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 3/90)

نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَا الْمَتْنِ إِسْنَادٌ يَثْبُتُ .

”اس باب میں کوئی سند ثابت نہیں۔“

(الضّعفاء الکبیر : 90/3)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُثْبَتُ إِسْنَادُهُ، مَنْ بَيْنَ عَبَّادٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ضُعَفَاءُ .

”اس کی سند ثابت نہیں، عباد اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان سب راوی ضعیف ہیں۔“

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 1760)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”معضل“ قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 258/2)

❀ نیز ”باطل“ بھی کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 177/4)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ أَصْلِ الدِّينِ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، وَالْجِهَادُ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ وَلَكَ أَجْرُكَ، وَالصَّلَاةُ عَلٰى كُلِّ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ .

”دین کا بنیادی اُصول ہے کہ ہر نیک و بد (امام) کی اقتدا میں نماز جائز ہے، ہر امیر کی معیت میں جہاد کیا جائے گا اور آپ کے لیے اس کا اجر ہے۔ ہر اہل قبلہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔“

(سنن الدّارقطني : 1765)

سند باطل ہے۔

① محمد بن علوان مجہول ہے۔

② حارث بن عبداللہ اعور ضعیف ہے۔

بعض سندوں میں حارث بن عبداللہ کا واسطہ گر گیا ہے، وہ سند منقطع ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ يُثْبَتُ .

''اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 1765)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِنَ السُّنَّةِ؛ الصَّفُّ خَلْفَ كُلِّ إِمَامٍ لَكَ صَلَاتُكَ وَعَلَيْهِ إِثْمُهُ، وَالْجِهَادُ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ لَكَ جِهَادُكَ وَعَلَيْهِ شَرُّهُ وَالصَّلَاةُ عَلٰى كُلِّ مَيِّتٍ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ وَإِنْ كَانَ قَاتِلَ نَفْسِهٖ .

''تین چیزیں سنت میں سے ہیں؛ ① ہر (نیک و بد) امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھنا، آپ کی نماز ہو جائے گی، (امام کی برائی کا گناہ) امام پر ہوگا۔ ہر امیر کی معیت میں جہاد جائز ہے، آپ کا جہاد قبول ہے اور اس کا شر اس کے سر ہے، نیز مؤحد کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، خواہ اس نے خودکشی کی ہو۔''

(سنن الدّارقطني : 1769)

سند باطل ہے۔

① عمر بن صبح متروک ہے۔

② ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

تنبیہ:

اس معنی میں دیگر روایات بھی ہیں، جو کہ ضعیف و باطل ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

أَخِّرُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ .

''ان عورتوں کو پیچھے رکھو، جیسے اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔''

(الهداية :1/57)

جواب: اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں کہیں بھی اسے مرفوع بیان نہیں کیا گیا۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔''

(التّنبه على أحاديث الهداية والخلاصة، ص 148)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا تعجب خیز ہے۔''

(نصب الراية : 2/36)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ أَنَّ الْمُصَنِّفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ادَّعٰى بَعْدَ هٰذَا فِي مَسْأَلَةِ الْمُحَاذَاةِ أَنَّهُ مِنَ الْمَشَاهِيرِ، وَهُوَ غَيْرُ ثَابِتٍ عِنْدَ أَهْلِ

الْحَدِيثِ، فَضْلًا عَنْ شُهْرَتِهٖ .

”مصنف (صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی) رحمہ اللہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے محاذات کے مسئلہ میں اس روایت کو ذکر کر کے مشہور قرار دیا ہے، جبکہ اس روایت کا مشہور ہونا تو کجا، محدثین کے ہاں ثابت بھی نہیں ہے۔“

(التّنبیه علی مُشکلات الهدایة : 2/610-611)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔“

(الدّرایة :1/171)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَرْفُوعٍ .

”یہ روایت مرفوع نہیں۔“

(البِنایة : 2/342)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ رَفْعُهٗ فَضْلًا عَنْ كَوْنِهٖ مِنَ الْمَشَاهِيرِ .

”اس کا مشہور ہونا تو درکنار، مرفوع ہونا بھی ثابت نہیں۔“

(فتح القدیر :1/360)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ رَفْعُهٗ، وَأَغْرَبُ مِنْهُ أَنَّهٗ جَعَلَهٗ مِنَ الْمَشَاهِيرِ،

وَهٰذَا خِلَافُ مَا عَلَيْهِ الْجَمَاهِيرُ.

''اس کا مرفوع ہونا (کتب حدیث میں) معروف نہیں، تعجب ہے کہ صاحب ہدایہ نے اس روایت کو مشہور قرار دیا ہے، یہ جمہور علما کے خلاف بات ہے۔''

(فتح باب العناية بشرح النّقاية :293/1)

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ.

''ان عورتوں کو پیچھے رکھو، جیسے اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 149/3، ح : 5115، صحيح ابن خُزَيمة : 1700، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 295/9، ح : 9484، 9485، المطالب العالية لابن حجر :391)

سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔ اس کا مرفوع ہونا بے اصل ہے:

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَبَرُ مَوْقُوفٌ غَيْرُ مُسْنَدٍ.

''یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 1700)

سوال: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دودھ میں پانی ملانے والی عورت کا واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ واقعہ ثابت ہے۔

❁ اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَعُسُّ بِالْمَدِينَةِ إِذْ أَعْيَا فَاتَّكَأَ عَلٰى جَانِبِ جِدَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَقُولُ لِابْنَتِهَا : يَا بِنْتَاهُ قُومِي إِلٰى ذٰلِكَ اللَّبَنِ فَامْذُقِيهِ بِالْمَاءِ فَقَالَتْ لَهَا : يَا أُمَّتَاهُ أَوَ مَا عَلِمْتَ مَا كَانَ مِنْ عَزْمَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ قَالَتْ : وَمَا كَانَ مِنْ عَزْمَتِهٖ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ : إِنَّهٗ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى أَنْ لَا يُشَابَ اللَّبَنُ بِالْمَاءِ فَقَالَتْ لَهَا : يَا بِنْتَاهُ قُومِي إِلَى اللَّبَنِ فَامْذُقِيهِ بِالْمَاءِ فَإِنَّكِ بِمَوْضِعٍ لَا يَرَاكِ عُمَرُ وَلَا مُنَادِي عُمَرَ، فَقَالَتِ الصَّبِيَّةُ لِأُمِّهَا : يَا أُمَّتَاهُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ لِأُطِيعَهٗ فِي الْمَلَإِ وَأَعْصِيَهٗ فِي الْخَلَا وَعُمَرُ يَسْمَعُ كُلَّ ذٰلِكَ فَقَالَ : يَا أَسْلَمُ، عَلِّمِ الْبَابَ وَاعْرِفِ الْمَوْضِعَ ثُمَّ مَضٰى فِي عَسَسِهٖ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ يَا أَسْلَمُ امْضِ إِلَى الْمَوْضِعِ فَانْظُرْ مَنِ الْقَائِلَةُ وَمَنِ الْمَقُولُ لَهَا وَهَلْ لَهُمْ مِنْ بَعْلٍ فَأَتَيْتُ الْمَوْضِعَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا الْجَارِيَةُ أَيِّمٌ لَا بَعْلَ لَهَا وَإِذَا تِيكَ أُمُّهَا وَإِذا لَيْسَ لَهَا رَجُلٌ فَأَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَأَخْبَرْتُهٗ فَدَعَا عُمَرُ وَلَدَهٗ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ : هَلْ فِيكُمْ مَنْ يَحْتَاجُ إِلَى امْرَأَةٍ أُزَوِّجُهٗ وَلَو كَانَ بِأَبِيكُمْ حَرَكَةٌ إِلَى النِّسَاءِ مَا سَبَقَهٗ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلٰى هٰذِهِ الْجَارِيَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : لِي

زَوْجَةٌ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : لِي زَوْجَةٌ وَقَالَ عَاصِمٌ : يَا أَبَتَاهُ لَا زَوْجَةَ لِي فَزَوِّجْنِي فَبَعَثَ إِلَى الْجَارِيَةِ فَزَوَّجَهَا مِنْ عَاصِمٍ فَوَلَدَتْ لِعَاصِمٍ بِنْتًا وَوَلَدَتِ الْبِنْتُ ابْنَةً وَوَلَدَتِ الْابْنَةُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

''ایک دفعہ کا ذکر ہے، میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ (رات کے وقت) مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، جب تھک گئے، تو رات گئے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اسی اثنا میں ایک عورت (کی آواز سنائی دی، جو) اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی : بیٹی ! اٹھو اور اس دودھ میں پانی ملا دو، بیٹی نے کہا: اماں جان ! کیا امیر المومنین نے آج جو فرمان جاری کیا ہے، اس کی خبر آپ کو نہیں ہے؟ ماں نے کہا: بیٹی ! کیا فرمان جاری کیا ہے؟ بیٹی نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا ہے کہ وہ چرچا کر دے: دودھ میں پانی قطعاً نہ ملایا جائے۔ ماں کہنے لگی : بیٹی ! اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو، یہاں آپ کو نہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں، نہ ان کے منادی۔ بیٹی نے والدہ سے کہا: اماں جان ! اللہ کی قسم ! میں ایسا نہیں کر سکتی کہ جلوت میں تو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات مانوں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کرنے لگ جاؤں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ سب باتیں سن رہے تھے، فرمایا : اسلم ! اس دروازے پر نشان لگا دیجئے اور اس جگہ کو اچھی طرح پہچان لیجئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گشت شروع کر دی۔ جب صبح ہوئی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلم ! اسی جگہ جائیے اور دیکھئے کہ (رات کے وقت) بات کہنے والی کون

تھی اور جسے وہ یہ بات کہہ رہی تھی، وہ کون تھی؟ نیز کیا ان کا خاوند ہے؟ چنانچہ میں اسی جگہ پر پہنچ گیا، جانچنے پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکی شوہر دیدہ ہے، اس کا خاوند نہیں ہے، نیز اس کی ماں ہے، وہاں کوئی مرد نہیں ہے۔ پھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلایا، انہیں اکٹھا کر کے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شادی کا طلب گار ہے؟ میں فلاں عورت سے اس کی شادی کروا دیتا ہوں۔ اگر آپ کے والد کو (اس عمر میں) عورتوں کی طرف رغبت ہوتی، تو تمہارا باپ اس عورت سے شادی کرنے میں سب پر سبقت لے جاتا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میری بیوی موجود ہے (لہٰذا مجھے مزید شادی کی ضرورت نہیں۔) عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میری بھی بیوی ہے۔ عاصم بن عمر رحمہ اللہ نے عرض کیا: ابا جان! میری بیوی نہیں ہے، آپ میری شادی کرا دیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی طرف پیغام بھیجا اور اس لڑکی سے عاصم رحمہ اللہ کی شادی کرا دی۔ پھر (اسی لڑکی سے) عاصم رحمہ اللہ کے یہاں بیٹی پیدا ہوئی، پھر اس بیٹی کے یہاں بھی بیٹی پیدا ہوئی، آگے اس بیٹی نے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جنم دیا۔‘‘

(أخبارُ عمر بن عبد العزيز للآجُرّي، ص 48-49، تاريخ ابن عَساكِر: 253/70، مَناقِب عمر بن عبد العزيز لابن الجوزي، ص 7-8، مُسند الفاروق لابن كثير: 129/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّ أُمَّ عَاصِمٍ بِنْتُ عَاصِمٍ لَا بِنْتُ ابْنَتِهِ .

''صحیح بات یہ ہے کہ اُم عاصم (جو کہ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی والدہ ہیں) سے عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ کی بیٹی ہے، نہ کہ عاصم بن عمر کی نواسی۔''

(تاریخ ابن عَساکِر : 253/70)

اس واقعہ کی سند حسن ہے۔ عبداللہ بن زید بن اسلم صدوق حسن الحدیث ہے۔

تنبیہ:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(دیوان الضّعفاء : 2175)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الجَوهر النَّقِيُّ : 171/4)

راجح یہ ہے کہ جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔ جن میں درج ذیل ائمہ شامل ہیں؛

① امام احمد بن حنبل ② امام ابو حاتم رازی

③ امام علی بن مدینی ④ امام بخاری (نقلاً)

⑤ امام معن بن عیسیٰ ⑥ حافظ ابن سعد رحمہم اللہ

⑦ امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے روایت لی ہے، آپ رضی اللہ عنہ ثقہ سے

روایت لیتے تھے۔ ⑧ امام بیہقی رحمہ اللہ کا رجحان بھی توثیق کی طرف ہے۔

⑨ امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

⑩ حافظ ابن خلفون رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

درج ذیل ائمہ نے عبداللہ بن زید بن اسلم کی تضعیف کی ہے۔

① امام یحییٰ بن معین ② امام ابوزرعہ

③ امام نسائی ④ امام ابن عدی

⑤ حافظ ساجی ⑥ حافظ جوزجانی

⑦ امام ابن حبان رحمہم اللہ

معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید بن اسلم کی جمہور محدثین نے توثیق کی ہے۔

سوال: کیا امام کو لقمہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: امام قرأت میں بھول جائے، تو اسے لقمہ دیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً، فَقَرَأَ فِيهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيٍّ : أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَمَا مَنَعَكَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فجر کی) نماز پڑھائی، قرأت کی، تو آپ کو لقمہ لگا۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے نماز ہمارے ساتھ نہیں پڑھی؟ کہنے لگے: جی ہاں، فرمایا: پھر لقمہ کیوں نہیں دیا۔''

(سنن أبي داود : 907، المُعجم الكبير للطّبراني : 313/12، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۴۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۴/۲۴۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ طبرانی کے الفاظ ہیں:

فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ؟

''مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔''

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُ حَدِيثِ أُبَيٍّ جَيِّدٌ .

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ والی حدیث کی سند جید ہے۔''

(مَعالم السّنن :216/1)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ أَجْوَدُ إِسْنَادًا .

''اس حدیث کی سند سب سے بہتر ہے۔''

(شرح السّنة : 160/3)

❁ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَنَسٌ يُّصَلِّي وَغُلَامُهٗ يُمْسِكُ الْمُصْحَفَ خَلْفَهٗ، فَإِذَا تَعَايَا فِي آيَةٍ، فَتَحَ عَلَيْهِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے، تو ان کا غلام ان کے پیچھے قرآن پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب آپ کسی آیت پر رکتے، تو وہ لقمہ دے دیتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 212/3، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ.

''علی! نماز میں امام کو لقمہ مت دیجئے۔''

(سنن أبي داود: 908)

سند باطل ہے۔

① حارث بن عبداللہ اعور سخت ضعیف ہے۔

② ابواسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

③ ابواسحاق سبیعی نے یہ حدیث حارث بن عبداللہ سے نہیں سنی۔

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو إِسْحَاقَ، لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ، إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ، لَيْسَ هٰذَا مِنْهَا.

''ابواسحاق نے حارث بن عبداللہ سے کل چار احادیث سنی ہیں، مذکورہ روایت ان (چار) میں سے نہیں ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم: 908)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا أَصْلَ لَهٗ مَرْفُوعًا.

''اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔''

(كتاب المَجروحين: 222/1)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(مَعرِفة السّنن والآثار : 366/4)

❁ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْقَطِعٌ .

”یہ روایت منقطع ہے (ابو اسحاق نے یہ روایت حارث سے نہیں سنی)۔“

(الأحكام الوسطى :341/1)

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ لَا يَصِحُّ مُنْقَطِعًا فَإِنَّهُ ضَعِيفٌ .

”یہ (صرف) منقطع ہونے کی وجہ سے غیر ثابت نہیں، کیونکہ یہ روایت ضعیف بھی ہے۔“

(بَيان الوهم والإيهام : 686/5)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ النَّهْيِ الَّذِي احْتَجَّ بِهِ الْكَارِهُونَ فَضَعِيفٌ جِدًّا لَا يَجُوزُ الْاحْتِجَاجُ بِهٖ .

”امام کو لقمہ دینے کی ممانعت کے متعلق (مذکورہ) حدیث کہ جس سے کراہت کے قائلین استدلال کرتے ہیں، سخت ضعیف ہے، اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(المَجموع : 241/4)

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل ابن عبد الهادي، جزء مختصر في الأحاديث الضعيفة، ص 96)

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذَاكَ حَدِيثٌ مَطْعُونٌ .

''یہ ضعیف حدیث ہے۔''

(شرح الهداية : 87/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ؛ بَلْ هُوَ قَرِيبٌ مِنَ الْبُطْلَانِ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ قریب قریب باطل ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 132/4)

❁ علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(المُبدع :434/1)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ فَتَحَ عَلَى الْإِمَامِ فَقَدْ تَكَلَّمَ .

''جس نے امام کو لقمہ دیا، اس نے (نماز میں) کلام کیا۔''

(سنن الدّارقُطني : 1489)

سند ضعیف ہے۔

① حارث بن عبداللہ اعور ضعیف ہے۔

② محمد بن سالم ضعیف ومتروک ہے۔

❁ محمد بن سالم کی متابعت ہوئی ہے۔

(مصنّف عبد الرّزاق :2821)

مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

① ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

② عبد الرزاق کا عنعنہ ہے۔

اس کی مزید ضعیف متابعات بھی ہیں۔

تنبیہ:

امام قرأت بھول جائے اور کوئی ایسا شخص لقمہ دے دے، جو امام کی اقتدا نہیں کر رہا، تو یہ جائز ہے۔ فاسد کہنے والوں کی بات درست نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۸۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ جُنُبٌ فَأَعَادَ وَأَعَادُوا .

''نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حالت جنابت میں نماز پڑھا دی، تو نبی کریم ﷺ نے بھی نماز کا اعادہ کیا اور لوگوں نے بھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4568، سنن الدّارقطني : 1369)

جواب: روایت باطل ہے۔

① سعید بن مسیّب کی مرسل ہے۔

② ابو جابر بیاضی متروک الحدیث ہے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(خلاصة الأحكام : 697/2)

سوال: نبی کریم ﷺ کے اُمی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اُمی ہونا نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ اُمی اسے کہتے ہیں، جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہوں، نبی کریم ﷺ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، آپ ﷺ کا اُمی ہونا آپ کے رسالت و نبوت کی صداقت پر دلیل ہے، کیونکہ آپ ﷺ جو قرآن کریم پڑھ کر سناتے ہیں، وہ آپ ﷺ نے نہ تو کسی سے سیکھا ہے، نہ کہیں سے نقل کیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا، یہ قرآن رب تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

❀ مشہور لغوی علامہ مطرزی معتزلی (٦١٠ ھ) نے لکھا ہے:

(وَالْأُمِّيُّ) فِي اللُّغَةِ مَنْسُوبٌ إِلَى أُمَّةِ الْعَرَبِ وَهِيَ لَمْ تَكُنْ تَكْتُبُ وَلَا تَقْرَأُ فَاسْتُعِيرَ لِكُلِّ مَنْ لَا يَعْرِفُ الْكِتَابَةَ وَلَا الْقِرَاءَ ةَ.

''لغت میں ''اُمی'' عرب کے ایک گروہ کی طرف منسوب ہے، جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، بعد میں یہ لفظ ہر اس شخص کے بارے میں بولا جانے لگا، جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔''

(المُغرِب، ص 28)

سوال: کیا سترہ نمازی کے بالکل سامنے ہوگا یا دائیں بائیں؟

جواب: سترہ سنت ہے۔ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ سترہ نمازی کے بالکل سامنے رکھنا چاہیے، دائیں بائیں رکھنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس بارے میں درج ذیل روایت سے استدلال کیا جاتا ہے، جو کہ غیر ثابت ہے۔

❀ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلٰى عُودٍ وَلَا عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ

الْأَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهٗ صَمْدًا .

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب کسی لکڑی، ستون یا درخت کی اوٹ میں نماز ادا کرتے دیکھا، تو اسے سامنے ذرا دائیں طرف یا بائیں طرف کرتے تھے، بالکل سامنے نہ کرتے تھے۔“

(سنن أبي داود : 693، مسند الإمام أحمد : 6/4، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 85/32)

سند ضعیف ہے۔

① مہلب بن حجر بہرانی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۷/ ۵۱۱“ میں ذکر کیا ہے۔

② ضباعہ بنت مقداد مجہولہ ہے۔

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضُبَاعَةُ مَجْهُولَةُ الْحَالِ، وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَهَا، وَكَذٰلِكَ الْمُهَلَّبُ بْنُ حَجَرٍ مَجْهُولُ الْحَالِ أَيْضًا .

”ضباعہ مجہولۃ الحال ہے، میرے علم کے مطابق اسے کسی نے (تعدیل یا جرح کے ساتھ) ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح مہلب بن حجر بھی مجہول الحال ہے۔“

(بيان الوهم والإيهام : 352/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُعْرَفُ .

”ضباعہ غیر معروفہ ہے۔“

(لسان الميزان : 549/9)

③ ابوعبیدہ ولید بن کامل مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/۵۵۴، ۹/۲۲۳'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ الشُّيُوخِ الَّذِينَ لَمْ تَثْبُتْ عَدَالَتُهُمْ .

''ولید کا شمار ان راویوں میں ہوتا ہے، جن کی عدالت ثابت نہیں۔''

(بَيان الوهم والإيهام : 352/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الدّراية :181/1)

❀ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِقَوِيٍّ .

''اس کی سند قوی نہیں ہے۔''

(الأحكام الصّغرٰى :213/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْحُفَّاظُ .

''اس روایت کو حفاظ حدیث ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(خُلاصة الأحكام :519/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(الدّراية : 181/1)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ لَهُ بِشْرُ بْنُ عَطِيَّةَ : وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : رَجُلٌ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بِسَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ ثَلَاثَ مِائَةِ عَامٍ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، ثُمَّ إِنَّهُ كَفَرَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، وَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَدْرَكَ اللّٰهُ بِبَعْضِ مَا كَانَ مِنْهُ فَتَابَ عَلَيْهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشر بن عطیہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کرسف کون ہیں؟ فرمایا: یہ ایک شخص تھا، جو کسی ساحل سمندر پر تین سو سال تک عبادت کرتا رہا، دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا، پھر یہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا اور اسی وجہ اللہ عظیم کے ساتھ کفر کر بیٹھا، نیز اپنی عبادات ترک کر دیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی سابقہ نیک عمل کی وجہ سے اس پر کرم کیا، تو وہ تائب ہو گیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 163/5)

جواب: روایت ضعیف و مضطرب ہے۔ اس میں مبہم و نامعلوم راوی ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْنٌ مُنْكَرٌ وَإِسْنَادٌ مَقْلُوبٌ .

''اس کا متن منکر اور سند مقلوب (الٹ) ہے۔''

(الثّقات : 261/5)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔“

(العِلل المُتناهية : 119/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادٌ فِيهِ نَظَرٌ .

”یہ سند محل نظر ہے۔“

(لِسان الميزان : 302/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلطُّرُقُ الْمَذْكُورَةُ كُلُّهَا لَا تَخْلُو مِنْ ضَعْفٍ وَاضْطِرَابٍ .

”ان ساری مذکورہ سندوں میں سے کوئی بھی سند ضعف اور اضطراب سے خالی نہیں ہے۔“

(الإصابة : 442/4)

سوال: نماز میں التفات کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں التفات (ادھر اُدھر دیکھنا) منع ہے۔نمازی کو چاہیے کہ مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو، حالت قیام میں نظر سجدہ والی جگہ پر رکھے، معمولی التفات کی گنجائش ہے، مگر بہت زیادہ التفات، جو نماز میں بے توجہی کا باعث بنے، جائز نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ : هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ .

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں التفات بارے سوال کیا، تو فرمایا: یہ

(خشوع وخضوع) کو اچکنا ہے، جسے شیطان انسان کی نماز سے اچک لیتا ہے۔''

(صحيح البخاري :751)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا صَلَّيْتَ فَإِنَّ رَبَّكَ أَمَامَكَ وَأَنْتَ مُنَاجِيهِ، فَلَا تَلْتَفِتْ .

''جب آپ نماز پڑھتے ہیں، تو آپ کا رب آپ کے سامنے ہوتا ہے اور آپ رب سے مناجات کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا (نماز میں) التفات (اِدھر اُدھر دیکھنا) مت کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4538، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَلْتَفِتُوا فِي صَلَاتِكُمْ، فَإِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِلْمُتَلَفِّتِ .

''نمازوں میں ادھر اُدھر مت دیکھا کریں، کیونکہ ادھر اُدھر دیکھنے والے کی کوئی نماز نہیں۔''

(المُعجم الأوسط للطبراني :2021)

جواب: روایت مضطرب ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ مُضْطَرِبٌ، لَا يَثْبُتُ .

''یہ حدیث مضطرب اور غیر ثابت ہے۔''

(العِلَل : 211/6)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

”یہ حدیث قوی نہیں۔“

(التّمهيد : 391/17)

اس معنی کی دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: ایک وتر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایک وتر پڑھنا ثابت ہے۔ اس پر درجنوں دلائل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اسلاف اُمت سے ثابت ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي الْإِيتَارِ بِوَاحِدَةٍ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ، وَالسُّنَنِ، وَالْمَسَانِيدِ، لَا مَطْعَنَ فِيهَا، وَكَذٰلِكَ الْإِيتَارُ بِخَمْسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

”ایک وتر کے بارے میں مروی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے، جو بخاری ومسلم، سنن (اربعہ) اور مسند کتابوں میں موجود ہیں۔ ان پر کوئی جرح نہیں۔ اسی طرح پانچ وتر پڑھنا بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے۔“

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 650/2)

❁ عبداللہ بن مسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشا پڑھائی، پھر مسجد کے کونے میں ایک رکعت ادا کی۔ میں ان کے پیچھے گیا اور عرض کیا: ابواسحاق! یہ کیسی رکعت ہے؟ فرمایا:

وِتْرٌ، أَنَامُ عَلَيْهِ .

''یہ وتر ہے، جو پڑھ کر سوتا ہوں۔''

عمرو بن مرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مصعب بن سعد رحمہ اللہ کو یہ بات بتائی، تو انہوں نے کہا: سیدنا سعد رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے تھے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :295/1، وسندہٗ حسنٌ)

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ آلُ سَعْدٍ، وَآلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، يُسَلِّمُونَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ وَيُوتِرُونَ بِرَكْعَةٍ رَكْعَةٍ .

''آل سعد اور آل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جب (ایک سے زیادہ) وتر پڑھتے، تو ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور (آخر میں) ایک ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6813، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 1754، واللّفظ لہٗ، وسندہٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

بَلَغَ ابْنَ مَسْعُودٍ أَنَّ سَعْدًا يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، قَالَ : مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں، تو فرمایا: ایک رکعت کبھی بھی جائز نہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 283/9، نصب الراية للزّيلعي : 121/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن یزید نخعی کا عنعنہ ہے، نیز ان کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② حصین بن عبدالرحمٰن سلمی مختلط ہیں، قاسم بن معن کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَوْقُوفٌ ضَعِيفٌ.

''یہ روایت موقوف ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام: 557/1)

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: 295/1)

سند ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن یزید نخعی کا عنعنہ ہے، نیز ان کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② حماد بن ابی سلیمان مختلط اور مدلس ہیں، حماد بن سلمہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل اثر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ، وَلَا فِي الْوَتْرِ، فَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنِ الْقُنُوتِ، قَالَ: مَا نَعْلَمُ الْقُنُوتَ، إِلَّا طُولَ الْقِيَامِ وَقِرَاءَةَ الْقُرْآنِ.

”آپ رضی اللہ عنہ فجر اور وتر میں قنوت نہیں کرتے تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق پوچھا جاتا، تو فرماتے: ہم سمجھتے ہیں کہ قنوت طویل قیام اور قرآن کریم کی تلاوت کو کہتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6945، وسندهٗ صحيحٌ)

(جواب): یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد ہے، دیگر صحابہ سے قنوت نازلہ اور قنوت وتر کرنا ثابت ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت نازلہ کرنا ثابت ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمْ يَقْنُتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا شَهْرًا وَّاحِدًا، لَمْ يَقْنُتْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت کی، اس سے پہلے یا بعد میں کبھی قنوت نہ کی۔“

(مُسند ابن أبي شيبة : 230/1، مسند البزّار : 1569، المُعجم الكبير للطّبراني : 69/10، شرح معاني الآثار للطّحاوي :245/1)

سند ضعیف ہے۔

① میمون ابو حمزہ اعور ضعیف ہے۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ.

”اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“

(عُمدة القاري : 8/237)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَّذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''حدیث میں ضعیف ہے۔''

(العِلَل الكبير للتِّرمذي : 322)

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العِلَل و مَعرفة الرّجال : 4528)

۞ نیز ''متروک'' کہا ہے۔

(العِلَل و مَعرفة الرّجال : 3214)

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ لَّا يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ .

''کسی کھاتے کا نہیں۔اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 8/236)

۞ امام نسائی نے ''لیس بثقۃ'' کہا ہے۔

(الضُّعفاء والمَتروكون : 581)

امام دارقطنی (العلل : ۵/ ۱۶۷) اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبری : ۲/۲۵۲) نے ''ضعیف'' کہا ہے، نیز اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابو حاتم، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہم کی جروح ہیں۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُّتَابَعُ عَلَيْهَا.

”خاص ابراہیم سے اس کی راویت کی متابعت تو ناممکن ہے۔“

(الكامل في ضُعَفاء الرِّجال : 156/8)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔

② ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو غیر قوی قرار دیا ہے۔

(مَعرِفة السّنن والآثار : 116/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(الدّراية : 194/1)

یاد رہے کہ مطلق طور پر قنوت چھوڑنے کا ثبوت نہیں۔ بعض قبائل پر ایک مہینہ قنوت کی، پھر ان پر قنوت ترک کر دی، ایسا نہیں کہ قنوت کو کلی طور پر منسوخ کر دیا۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ صاحب ہدایہ کہتے ہیں:

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْحَسَنِ حِينَ عَلَّمَهٗ دُعَاءَ الْقُنُوتِ : اِجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ، مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ .

”نبی کریم ﷺ نے جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو قنوت وتر کی دعا سکھائی، تو بغیر فاصلہ ڈالے فرمایا: اسے اپنے وتر میں پڑھا کریں۔“

(الهداية : 66/1)

جواب: نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت سکھائی، یہ روایت کتب حدیث میں ثابت ہے، مگر صاحب ہدایہ کے ذکر کرتے آخری الفاظ: «اِجْعَلْ هٰذَا فِي

وِتْرِكَ» حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملے، لہٰذا یہ الفاظ بے سند اور بے اصل ہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْ هٰذَا فِي الْحَدِيثِ .

''مجھے حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے۔''

(نصب الرّاية : 126/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «اِجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ» لَمْ يَقَعْ فِي الْحَدِيثِ الْمَذْكُورِ وَلَا يَتِمُّ مُرَادُ الْمُصَنِّفِ إِلَّا بِثُبُوتِهٖ .

''مصنف (صاحب ہدایہ مرغینانی) کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دعا کو اپنے وتر میں شامل کر لیں۔'' یہ الفاظ مذکورہ حدیث (کے کسی طریق) میں وارد نہیں ہوئے اور مصنف کی مراد تب تک پوری نہیں ہو سکتی، جب تک یہ الفاظ ثابت نہ ہو جائیں۔''

(الدّراية :194/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا اسْتِدْلَالُ الْمُصَنِّفِ بِقَوْلِهٖ : «اِجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ، مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ» فَلَيْسَ لَهٗ وُجُودٌ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، فَعَجَبِي كُلَّ الْعَجَبِ أَنَّ أَحَدًا مِّنَ الشُّرَّاحِ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِهٰذَا، بَلْ كُلُّهُمْ سَكَتُوا .

''باقی رہا مصنف کا اس قول سے استدلال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر فاصلہ ڈالے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''ان الفاظ کو اپنے وتر میں شامل کر لیں۔'' تو

اس حدیث (کے کسی طریق) میں ان الفاظ کا وجود نہیں۔ مجھے شدید تعجب ہے کہ شراح ہدایہ میں سے کسی نے اس طرف دھیان نہیں کیا، بلکہ سب کے سب خاموش رہے ہیں۔''

(البِناية : 2/489)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ لِي . ''مجھے ان الفاظ کا ثبوت نہیں ملا۔''

(فتح القدير :1/430)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ : «لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْحَسَنِ حِينَ عَلَّمَهُ دُعَاءَ الْقُنُوتِ : اِجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ» فَلَمْ يُوجَدْ فِيهِ لَفْظُ الْأَمْرِ .

''رہا صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت سکھائی، تو فرمایا: یہ الفاظ اپنے وتر میں شامل کر لیں۔'' مجھے اس روایت (کے کسی طریق میں) حکم دینے کے الفاظ نہیں ملے۔''

(فتح باب العناية بشرح النّقاية :1/321)

سوال: جنت اور جہنم کی تخلیق انسانوں کی تخلیق کے بعد ہوئی یا پہلے؟

جواب: جنت اور جہنم کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے پہلے ہوئی ہے، سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق کے بعد جنت میں ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ کئی قرآنی اور حدیثی نصوص سے ثابت ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَجَاءَ هَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ : اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

”جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی تخلیق کی، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کا نظارہ کیجیے کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کیا تیار کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام گئے اور جنت کے نظارے کیے اور اس میں تیار نعمتوں کو دیکھا، واپس آئے اور عرض کیا: (اے رب!) تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے بارے میں سن لے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مشقتوں کی باڑ لگا دی جائے۔ پھر (جبریل سے) فرمایا: اب جایئے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیجئے۔ تو جبریل علیہ السلام جنت کی طرف لوٹے، دیکھا کہ وہ مشقتوں میں گھری ہوئی ہے، واپس آئے اور عرض کیا: (رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جایئے اور اس کے مناظر دیکھئے۔ (وہ اتنی ہولناک تھی کہ) اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس آئے اور عرض گزار ہوئے: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو اس کے بارے میں سن لے، وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہنم کو شہوتوں کی باڑ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جا کر دیکھئے، جبریل علیہ السلام گئے (اور دیکھا) پھر عرض کیا: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا۔''

(سنن أبي داود: 4744، سنن النّسائي: 3763، سنن التّرمذي: 2560، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۳۹۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۷) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے لگتا ہے کہ شاید جنت اور جہنم کی تخلیق انسانوں کی تخلیق کے بعد ہوئی ہے، جبکہ ایسا نہیں۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنت اور جہنم کو تخلیق کرنے کا مقصد اس مخلوق کو سزا یا جزا دینا ہے، جن کے انجام کے لیے جنت و جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انہیں اسی جنت میں ٹھہرایا، جو پہلے تخلیق کی جا چکی تھی۔

سوال: کیا گدھے پر نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: گدھے پر نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

تنبیہ:

❁ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِي سَفَرٍ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارِهٖ، وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ، يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ إِيمَاءً بِرَأْسِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّضَعَ وَجْهَهٗ عَلٰى شَيْءٍ .

”میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ سفر میں گدھے پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے، گدھے کا منہ قبلہ کے علاوہ کسی دوسری سمت میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رکوع اور سجدہ سر کے اشارہ سے کرتے تھے، (سجدہ میں) کسی چیز پر چہرہ نہیں رکھتے تھے۔“

(موطأ الإمام مالك برواية الشيباني : 208)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ محمد بن حسن شیبانی نے امام مالک رحمہ اللہ سے منسوب موطا روایت کیا ہے، موطا کی یہ روایت غیر معتبر ہے، کیونکہ اس کا راوی محمد بن حسن شیبانی متروک و کذاب ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لِكُلِّ مُؤْمِنٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ أَرْبَعَةُ أَعْيَادٍ أَوْ خَمْسَةٌ .

''ہر مومن کے لیے ہر مہینہ میں چار یا پانچ عیدیں ہوتی ہیں۔''

(حاشية الطّحاوي على مَراقي الفلاح، ص 527، دُرر الحكّام شرح غُرَر الأحكام للملا خسرو الحنفي :1/142)

جواب: بے سند و بے سرو پا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ ابو صالح ذکوان رحمہ اللہ سے مروی ہے:

اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّكُمْ قَدْ أَصَبْتُمْ خَيْرًا وَذِكْرًا، وَإِنَّا مُجَمِّعُونَ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يُجَمِّعَ فَلْيُجَمِّعْ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَرْجِعَ فَلْيَرْجِعْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں (ایک مرتبہ) عید اور جمعہ ایک دن آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو خیر اور ذکر پہنچ گیا ہے، ہم جمعہ بھی پڑھیں گے، جو چاہے، جمعہ پڑھے اور جو (بغیر جمعہ پڑھے) لوٹنا چاہتا ہے، وہ لوٹ جائے۔''

(شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 3/191)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابو صالح ذکوان تابعی ہیں، براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔

② سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ ضَعْفٌ .

''اس کی سند میں ضعف ہے۔''

(السّنن الکبریٰ : 444/3)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ ضَعْفٌ .

''اس کی سند میں ضعف ہے۔''

(البدر المنیر : 103/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّلخیص الحبیر : 211/2)

سوال: احناف کے ہاں عید کا کیا حکم ہے؟

جواب: احناف کے ہاں عید سنت ہے۔

❁ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَظْهَرُ أَنَّهَا سُنَّةٌ وَلٰكِنَّهَا مِنْ مَعَالِمِ الدِّينِ أَخْذُهَا هُدًى وَتَرْكُهَا ضَلَالَةٌ .

''(احناف کے ہاں) راجح یہ ہے کہ نماز عید سنت ہے، لیکن یہ شعار دین میں سے ہے، اسے ادا کرنا ہدایت ہے اور ترک کرنا ضلالت ہے۔''

(المَبسوط : 37/2)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَطَهَّرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ؛ فَإِنَّهٗ يُطَهِّرُ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَإِنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فِي طُهُورِهٖ لَمْ يَطْهُرْ مِنْهُ إِلَّا مَا مَرَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ .

”جب آپ میں سے کوئی شخص وضو کرے، تو اسے بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اس سے اس کا سارا جسم پاک ہو جائے گا، اگر وہ وضو میں بسم اللہ نہ پڑھے، تو اس کے وہی اعضا پاک ہوتے ہیں، جن پر پانی گزرا ہے۔“

(سنن الدّارقطني: 124/1، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 73/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① ابو زکریا یحییٰ بن ہاشم غسانی متروک، کذاب اور وضاع ہے۔

② اعمش کا عنعنہ ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا ضَعِيفٌ .

”یہ ضعیف روایت ہے۔“

(السنن الکبریٰ :73/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَرْوِيٌّ مِنْ طُرُقٍ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

”یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، ساری سندیں ضعیف ہیں۔“

(البدر المنیر : 93/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَسَانِيدُهَا ضَعِيفَةٌ .

”اس بارے میں مروی ساری کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔“

(الدّراية :15/1)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”یہ ضعیف حدیث ہے۔“

(فتح القدير :23/1)

سوال: گردن پر مسح کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گردن پر الگ سے مسح کرنا ثابت نہیں، یہ بے ثبوت عمل ہے، لہٰذا بدعت ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَمْسَحُ عُنُقَهُ .

''آپ رضی اللہ عنہ گردن کا مسح کرتے تھے۔''

(غاية البَيان للأتقاني الحنفي :78/1، البِنياية للعيني الحنفي :219/1)

بے سند اور بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس قول کا کوئی ذکر نہیں۔

سوال: کھانے پینے کی چیز میں مچھر، مکھی اور بھڑ وغیرہ گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہ تمام حشرات الارض، جن میں بہتا ہوا خون نہیں، وہ اگر کھانے پینے کی شے میں گر جائے اور مر جائے، تو انہیں باہر پھینک دیا جائے گا، کھانا اور پینا پاک اور قابل استعمال ہے۔ البتہ مکھی گر جائے، تو اسے ڈبو کر نکالا جائے گا، کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے، گرتے وقت وہ بیماری والا پر پہلے رکھتی ہے اور شفاء والا پَر نہیں ڈبوتی، جب اسے ڈبو کر نکالا جائے گا، تو اس بیماری کے لیے شفا حاصل ہو جائے گی۔ اس پر احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔

❀ امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ الْعُلَمَاءَ تَوَسَّعَتْ فِي هٰذِهِ دُونَ غَيْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَرْوَاحِ إِلَّا وَأَنَّ هٰذِهِ لَا تَرَوَّحُ فِي مَوْتِهَا وَلَا تُنْتِنَ كَغَيْرِهَا لِأَنَّهٗ لَا دَمَ لَهَا فَاسْتَوَتْ حَيَاتُهَا وَمَوْتُهَا وَكَذٰلِكَ مَا كَانَ مِنْ نَحْوِهَا كَالْجَنَادِبِ وَالصَّرَاصِرِ وَالْعَنَاكِبِ وَالْعَقَارِبِ وَجَمِيعِ هَوَامِّ الْأَرْضِ عِنْدِي مِثْلُ ذٰلِكَ.

''میں اہل علم کو نہیں جانتا کہ انہوں نے مکھی میں تو اجازت دی ہو، مگر دیگر ذی روح (حشرات) میں اجازت نہ دی ہو۔ مگر یہ حشرات مر جائیں، تو بدبو پیدا نہیں کرتے۔ نہ دیگر جانوروں کی طرح ان کے جسم بدبودار ہوتے ہیں، کیونکہ

ان میں خون نہیں ہوتا، تو ان کا مرنا اور زندہ رہنا ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ ان سے ملتے جلتے کیڑے مکوڑوں، مثلاً ٹڈی دَل، لال بیگ، مکڑی، بچھو اور دیگر حشرات الارض کا یہی حکم ہے۔

(الطّهور، ص 253، الأوسط لابن المنذر :281/1)

تنبیہ:

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا سَلْمَانُ كُلُّ طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَقَعَتْ فِيهِ دَابَّةٌ لَيْسَ لَهَا دَمٌ فَمَاتَتْ فِيهِ فَهُوَ حَلَالٌ أَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَوُضُوؤُهُ.

”سلمان! جس کھانے یا پانی میں ایسا جاندار گر جائے، جس میں خون نہیں ہے اور وہ اس میں مر جائے، تو اس شے کو کھانا، پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔“

(سنن الدّارقطني :37/1، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :383/1)

سند باطل ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح درکار ہے۔

② سعید بن ابی سعید زبیدی ضعیف ہے۔

③ علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

④ سعید بن مسیّب کا سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”غیر محفوظ“ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 464/4)

❀ حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ .

''یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔''

(الأحكام الوُسطى :238/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام :70/1)

❀ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل ابن عبد الهادي، ص 93)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ وَاهٍ .

''یہ ضعیف روایت ہے۔''

(تنقيح التّحقيق :22/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَعْلُولٌ مِنْ أَوْجُهٍ .

''یہ روایت کئی وجوہ سے معلول (ضعیف) ہے۔''

(البدر المُنير :456/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنْ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ يَذْكُرُونَ هٰذَا الْحَدِيثَ وَلَا يُبَيِّنُونَ حَالَهٗ .

''شارحین ہدایہ پر تعجب ہے کہ وہ اس حدیث کو ذکر تو کرتے رہے ہیں، مگر انہوں نے اس کی (استنادی) حیثیت کو بیان نہیں کیا۔''

(البِناية :389/1)

سوال: وضو کرنے کے بعد محسوس ہوا کہ پیشاب کے قطرات نکل آئے ہیں، اب وہ کیا کرے؟

جواب: اگر اسے یقین ہو گیا کہ پیشاب کے قطرات نکل آئے ہیں، تو وہ استنجاء کرے اور

سوال: کیا کتا نجس العین ہے؟

جواب: کتا نجس العین ہے۔ بعض علمائے احناف کتے کو نجس العین نہیں مانتے، لیکن بعض نے نجس العین بھی کہا ہے۔

❀ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

الصَّحِيحُ مِنَ الْمَذْهَبِ عِنْدَنَا أَنَّ عَيْنَ الْكَلْبِ نَجِسٌ، وَإِلَيْهِ يُشِيرُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْكِتَابِ فِي قَوْلِهِ: وَلَيْسَ الْمَيِّتُ بِأَنْجَسَ مِنْ الْكَلْبِ، وَالْخِنْزِيرِ.

”ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا نجس العین ہے، اسی طرف محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے، کہتے ہیں: میت، کتے اور خنزیر سے زیادہ نجس نہیں ہوتی۔“

(المَبسوط :48/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرْنَا الْآنَ عَنْ صَاحِبِ الذَّخِيرَةِ عَنِ الْقُدُورِيِّ أَنَّهُ نَجَسُ الْعَيْنِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ.

''ابھی ہم نے صاحب ذخیرہ کے حوالہ سے علامہ قدوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک کتا نجس العین ہے۔''

(البِناية :1/416)

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنَ الشَّافِعِيِّ أَنَّهٗ يَقُولُ : إِنَّ الْكَلْبَ الْمُعَلَّمَ إِذَا قَتَلَ صَيْدًا يَحِلُّ أَكْلُهٗ، وَإِنْ تَرَكَ الْكَلَّابُ التَّسْمِيَةَ عَمدًا وَقْتَ الْإِرْسَالِ، ثُمَّ يَقُولُ : إِنَّ جَلْدَهٗ لَا يَطْهُرُ بِالدِّبَاغِ لِأَنَّهٗ نَجَسُ الْعَيْنِ!، فَكَيْفَ جَازَ الْاِنْتِفَاعُ بِنَجَسِ الْعَيْنِ بِلَا ضُرُورَةٍ؟ وَكَيْفَ جَازَ صَيْدُهٗ وَمِثْلُ هٰذَا لَا يَجُوزُ فِي الْخِنْزِيرِ وَهُوَ نَجَسُ الْعَيْنِ .

''امام شافعی رحمہ اللہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا ہے: سدھارا ہوا کتا اگر شکار کو مار دے، تو اسے کھانا جائز ہے، خواہ کتے کے مالک نے کتے کو چھوڑتے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کی ہو۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کتے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا، کیونکہ کتا نجس العین ہے!۔ بھلا بغیر مجبوری کے ایک نجس العین سے انتفاع کیسے جائز ہو گیا؟! اور اس کا پکڑا ہوا شکار کیسے حلال ہو گیا، جبکہ خنزیر بھی نجس العین ہے، مگر اس کے ساتھ اس طرح کا انتفاع جائز نہیں۔''

(غاية البَيان :1/204)

کتا نجس العین ہے۔ اس پر عمومی دلائل موجود ہے، جبکہ کتے کے شکار کے حلال ہونے

پر خاص دلائل ہیں۔ خاص دلیل کو ماننے سے عمومی دلیل کی نفی نہیں ہوتی۔ خنزیر بھی نجس العین ہے، مگر اس کے انتفاع پر کوئی خاص دلیل نہیں، لہٰذا خنزیر اپنے عموم پر ہے، جبکہ کتے سے وہ انتفاع جائز ہے، جس پر دلیل وارد ہو چکی ہے۔

❀ علامہ اتقانی حنفی رحمہ اللہ کے رد و جواب میں علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ، وَلَيْسَ فِيهِ مَا يُورِثُ التَّعَجُّبَ؛ لِأَنَّ حِلَّ صَيْدِهِ لَا يَسْتَلْزِمُ جَوَازُ دِبَاغِ جِلْدِهِ، وَكَوْنُهٗ نَجَسُ الْعَيْنِ لَا يَسْتَلْزِمُ تَحْرِيمَ صَيْدِهِ وَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنْ ذٰلِكَ وَرَدَ بِنَصٍّ مُسْتَقِلٍّ وَمَعَ هٰذَا رِوَايَةٌ عِنْدَنَا أَنَّ الْكَلْبَ نَجَسُ الْعَيْنِ وَمَا مَنَعَنَا طَهَارَةُ جِلْدِهِ إِذَا دُبِغَ.

''علامہ اتقانی رحمہ اللہ کو امام شافعی رحمہ اللہ پر تعجب کیوں؟ حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی باتوں میں کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے۔ کیونکہ کتے کے پکڑے ہوئے شکار کو حلال کہنے سے کتے کے چمڑے کی دباغت کا جواز لازم نہیں آتا۔ اسی طرح کتے کے نجس العین ہونے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ اس کا پکڑا گیا شکار حرام ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں الگ الگ نصوص وارد ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے یہاں بھی (محمد بن حسن شیبانی سے) ایک روایت میں کتے کو نجس العین کہا گیا ہے۔ نجس العین ماننے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ دباغت سے اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا۔''

(البِناية :1/415)

یادرہے کہ کتے کا چمڑا رنگنے سے پاک نہیں ہوتا، جس حدیث میں چمڑے کے رنگنے کا ذکر ہے، اس سے مراد حلال جانور کے چمڑوں کو رنگنے کا ذکر ہے کہ اگر کوئی حلال جانور ذبح کیے بغیر مر جائے، تو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، مگر اس کے چمڑے کو دباغت کے ذریعے پاک کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے علامہ عینی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ کتے کے چمڑے کو رنگنے پر خاص دلیل ہے، درست نہیں، دلائل اس مؤقف کا ساتھ نہیں دیتے، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ السِّنَّوْرَ سَبُعٌ .

''بلی درندہ ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 442/2، سُنَن الدّارقطني :1/63)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اس کا مرفوع ہونا خطا ہے، موقوف ہونا درست ہے، جبکہ موقوف بھی ضعیف ہے۔

عیسیٰ بن مسیّب ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''(اکثر) محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(العُجاب في بَيان الأسباب : 1311/2)

❀ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْفَعْهُ أَبُو نُعَيمٍ، وَهُوَ أَصَحُّ، وَعِيسٰی لَيْسَ بِقَوِيٍّ .

''اسے امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ نے مرفوع بیان نہیں کیا، اس کو مرفوع بیان نہ کرنا ہی درست ہے، عیسیٰ بن مسیّب غیر قوی ہے۔''

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 98)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُوَ مِثْلُهُ أَوْ دُونَهُ .

''عیسیٰ بن مسیّب کی متابعت اس جیسے (ضعیف) یا اس سے بھی کم تر (راوی) نے کی ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 3/386)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل ابن عبد الهادي، ص 93)

سوال: کیا بعض صحابہ سے موزوں پر مسح کا انکار ثابت ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے، اس پر احادیث صحیحہ متواترہ موجود ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد سے مسح کرنا ثابت ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

رَوٰی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ نَحْوُ أَرْبَعِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَاسْتَفَاضَ وَتَوَاتَرَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح تقریباً چالیس صحابہ نے نقل کیا ہے، یہ مشہور اور متواتر ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد: 137/11)

البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی روایات آتی ہیں، جن کے ظاہر سے لگتا ہے کہ شاید وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موزوں پر مسح کے قائل نہیں تھے۔

جبکہ ایسا ہرگز نہیں، جن صحابہ سے موزوں پر مسح کی کراہت مروی ہے، وہ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسح کیا ہے، وہ سورت مائدہ کی آیت کریمہ (٦) نازل ہونے سے پہلے پہلے کیا کہ جس میں وضو کے لیے پاؤں دھونے کا ذکر ہے، ان کے نزدیک اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح نہیں کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مطلق طور پر مسح کا انکار نہیں کیا۔ پھر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی روایات بھی مروی ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے اپنے اس مؤقف سے رجوع کر لیا تھا اور سنت نبویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مؤقف کی طرف لوٹ آئے تھے۔

ذیل میں یہ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَبَقَ الْكِتَابُ الْخُفَّيْنِ .

”قرآن کریم (سورت مائدہ، آیت نمبر ٦) نے موزوں پر مسح کے جواز کو منسوخ کر دیا ہے۔“

(مُصنّف ابن أبي شَيبة: 1946)

سند ضعیف ہے۔ ابو جعفر باقر کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع و لقاء نہیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان سے پوچھیے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم: 276)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهُ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ.

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذکار: 220/1)

معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا سنت ہے، جس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ یہ نص ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کے قائل و فاعل تھے، اگر آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا منسوخ ہوتا، تو آپ رضی اللہ عنہ نسخ کو بیان فرماتے، نہ کہ جواز پر دلیل پیش کرتے۔

❁ عبد خیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَمْسَحُ ظُهُورَ قَدَمَيْهِ، وَيَقُولُ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلٰى ظُهُورِهِمَا، لَظَنَنْتُ أَنَّ بُطُونَهُمَا أَحَقُّ.

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (موزوں کی حالت میں) پاؤں کے اوپر والی جانب مسح کرتے دیکھا۔ فرما رہے تھے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاؤں کے اوپر مسح کرتے نہ دیکھتا، تو سمجھتا کہ پاؤں کی نچلی جانب مسح کی زیادہ مستحق ہے۔''

(مُسند الحُمَيدي :26/1، ح : 47، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا، تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، اور جرابوں پر مسح کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :188/1، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ موزوں اور جرابوں پر مسح کے قائل وفاعل تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَبَقَ الْكِتَابُ الْخُفَّيْنِ.

''قرآن کریم (سورت مائدہ، آیت نمبر ٦) نے موزوں پر مسح کے جواز کو منسوخ کردیا ہے۔''

(مُصنّف ابن أبي شَيبة : 1947، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پہلے پہل یہ سمجھتے تھے کہ موزوں پر مسح منسوخ ہو چکا ہے، بعد میں جب آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت مائدہ کی مذکورہ آیت کے بعد بھی مسح جاری رکھا، تو آپ رضی اللہ عنہما نے منسوخ کہنے سے رجوع کر لیا تھا، بلکہ خود مسح بھی کرنے لگے تھے۔ دلائل ملاحظہ ہو؛

❁ فطر بن خلیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ : إِنَّ عِكْرِمَةَ، يَقُولُ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : سَبَقَ الْكِتَابُ الْخُفَّيْنِ فَقَالَ عَطَاءٌ : كَذِبَ عِكْرِمَةُ أَنَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا .

''میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ عکرمہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم نے موزوں پر مسح کے جواز کو منسوخ کر دیا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: عکرمہ رحمہ اللہ نے خطا کھائی ہے، میں نے خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1951، وسندهٗ حسنٌ)

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ عکرمہ رحمہ اللہ نے جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسخ کی نسبت کی ہے، یا تو وہ نسبت میں عکرمہ رحمہ اللہ سے خطا ہوئی ہے، یا یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا پہلا مؤقف تھا، جس کا عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو علم نہیں تھا، اسی لیے عکرمہ کو اس نسبت میں خطا کار قرار دیا، پھر بعد میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوع کر لیا اور خود بھی موزوں پر مسح کرنے لگے، جیسا کہ عطاء بن ابی

رباح رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّا عِنْدَ عُمَرَ حِينَ اخْتَصَمَ إِلَيْهِ سَعْدٌ وَابْنُ عُمَرَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَضٰى لِسَعْدٍ فَقُلْتُ : لَوْ قُلْتُمْ بِهٰذَا فِي السَّفَرِ الْبَعِيدِ وَالْبَرْدِ الشَّدِيدِ .

''ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا سعد اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موزوں پر مسح کے بارے میں اختلاف لے کر آئے ،تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے مؤقف (موزوں پر مسح کا جواز) کی تائید کی۔ میں نے کہا: اگر آپ لمبے سفر اور شدید سردی میں موزوں پر مسح کرنے کے قائل ہوتے (تو بہتر تھا)۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي :410/1، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مطلق طور پر مسح کے عدم جواز کے قائل نہ تھے، بلکہ لمبے سفر اور شدید سردی میں موزوں پر مسح کرنا جائز سمجھتے تھے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا تَجْوِيزٌ مِنْهُ لِلْمَسْحِ فِي السَّفَرِ الْبَعِيدِ وَالْبَرْدِ الشَّدِيدِ بَعْدَ أَنْ كَانَ يُنْكِرُهُ عَلَى الْإِطْلَاقِ .

''یہ اثر دلیل ہے کہ مطلق طور پر موزوں پر مسح کا انکار کرنے کے بعد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لمبے سفر اور شدید سردی میں موزوں پر مسح کرنے کو جائز سمجھنے لگے تھے۔''

(السّنن الکبریٰ :410/1)

❁ موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ " : لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کیا،تو فرمایا: مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن کی رخصت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1911، مسند الحارث [بغية الباعث] : 83، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :411/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''یہ سند صحیح ہے۔''

(السنن الکبریٰ :411/1)

یہ نص ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موزوں پر مسح کے قائل وفاعل تھے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

لَأَنْ أَمْسَحَ عَلٰى جِلْدِ حِمَارٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''گدھے کی کھال پر ہاتھ پھیرنا مجھے موزوں پر مسح کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

(بدائع الصّنائع للكاساني الحنفي :7/1)

بے سند اور بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس اثر کا ذکر نہیں۔ علمائے احناف نقل روایت میں انتہائی غیر محتاط ہیں۔ دراصل سند محدثین کی کرامت ہے، جو لوگ محدثین سے کٹ گئے، ان سے سند میں احتیاط کی اُمید عبث ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَأَنْ أُخْرِجَهُمَا بِالسَّكَاكِينِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْسَحَ عَلَيْهِمَا .

''میں موزوں کو چھری سے کاٹ کر اتار دوں، یہ مجھے ان پر مسح کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1944، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہلے یا تو موزوں پر مسح کے منسوخ ہونے کی قائل تھیں، بعد میں جواز کی طرف رجوع کر لیا، یا آپ رضی اللہ عنہا بعض حالتوں میں مسح کو ناپسندیدہ خیال کرتی تھیں، بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دفعہ موزوں پر مسح کے متعلق سوال ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے سائل کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، معلوم ہوا کہ سیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں حدیث نہیں تھی اور آپ رضی اللہ عنہا اس بارے میں فتویٰ دینے میں متردد تھیں، تب ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ثابت کیا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز اور ثابت ہے۔

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ

بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ .

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان سے پوچھئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحيح مسلم : 276)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِي عَلٰى ظَهْرِ خُفِّي مَسَحْتُ، أَوْ عَلٰى ظَهْرِ حِمَارٍ .

''مجھے پرواہ نہیں کہ میں موزوں پر مسح کروں یا گدھے کی پیٹھ پر۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1952، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوزرعہ بن عمرو بن جریر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ : فَدَخَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ دَارَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَبَالَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَخَلَعَ خُفَّيْهِ، وَقَالَ : مَا أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نَمْسَحَ عَلٰى جُلُودِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مروان بن حکم کے گھر داخل ہوئے، پیشاب کیا، پانی منگوایا، وضو کیا اور موزے اُتار دیے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں گائے اور بکری کے چمڑے پر مسح کرنے کا حکم نہیں دیا۔''

(التّمییز للإمام مسلم، ص 209، الرقم: 89، وسندہٗ صحیحٌ)

اس اثر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کے منکر تھے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کہنا چاہتے ہیں کہ موزوں پر مسح کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ ضرور بالضرور مسح ہی کرو، بلکہ یہ رخصت ہے، اسے کبھی اختیار نہ بھی کریں، تو کوئی حرج نہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح سے متعلق حدیث نہ پہنچی ہو اور وہ اپنے علم کے مطابق موزوں پر مسح نہ کرتے ہوں۔

اگر بالفرض سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کرنے کو جائز نہ بھی سمجھتے ہوں، تب بھی یہ آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے، جبکہ موزوں پر مسح کرنا احادیث متواترہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے ثابت ہے۔ موزوں پر مسح کرنے پر تعامل اُمت ہے۔ صرف شیعہ شنیعہ موزوں پر مسح کرنے کے منکر ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے، نیز اس پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّ إِمَاءُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْدِمْنَنَا كَاشِفَاتٍ عَنْ شُعُورِهِنَّ تَضْرِبُ ثُدِيُّهُنَّ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی لونڈیاں ہماری خدمت کیا کرتی تھیں، ان کا سر ننگا ہوتا تھا، ان کی چھاتیاں حرکت کرتی تھیں۔“

(السّنن الکبریٰ للبیہقي : 3222)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

خوب ذہن نشین ہو کہ دین اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ یہ دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، نیز بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور عنایت ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ احکام شرعیہ کو دل و جان سے قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی رشتہ کو حلال کہا ہے، تو ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اسے حلال تسلیم کریں، اگر کسی رشتہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، تو ہمیں بھی اسے حرام سمجھنا چاہیے، اس میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہ حلال کیوں ہے؟ یہ حرام کیوں ہے؟

احکام شرعیہ توقیفی ہیں، اللہ تعالیٰ نے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں احکامات میں تخفیف دی ہے۔ جیسا کہ اگر غلام زنا کرے، تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْمُسْلِمُونَ فِي أَلَّا رَجْمَ عَلٰى مَمْلُوكٍ فِي الزِّنَا .

”اس بارے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ (شادی شدہ) غلام (یا لونڈی) پر زنا کی وجہ سے حد رجم جاری نہیں ہو گی (بلکہ اسے کوڑے مارے جائیں گے)۔“

(الرّسالة، ص 135)

❁ لونڈی کی سزا آزاد کے مقابلہ میں نصف ہے۔ (النساء: ۲۵)

اسی طرح لونڈی پر پردہ واجب نہیں۔ یہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ اس پر لب کشائی کی گنجائش نہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لونڈیوں کے پردہ نہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ سر کے بالوں پر کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بال کھلے تھے، سینے چادر نہیں تھی، جس کی وجہ سے ان کے بعض اعضا کی حرکت نمایاں ہوئی، جسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ذکر کر دیا۔ بتانا مقصود یہ تھا کہ پردہ اور دوپٹہ کے حوالہ سے لونڈیوں کے احکام اور ہیں اور آزاد عورتوں کے اور ہیں۔

سوال: جو شخص نماز میں رفع الیدین نہیں کرتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شروع نماز، رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعتوں کے بعد تیسری کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے۔ اس پر متواتر احادیث دلیل ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف اُمت رفع الیدین کے قائل و فاعل رہے ہیں۔ اس پر سہا گہ یہ کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے۔

ایک ایسا امام جو رفع الیدین اس لیے نہیں کرتا کہ اس کے مذہب میں رفع الیدین نہیں، رفع الیدین کی احادیث کو خواہش نفس کی بنیاد پر نا قابل عمل اور منسوخ سمجھتا ہے اور رفع الیدین کرنے والے کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے، ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست نہیں۔ البتہ ایک صحیح العقیدہ امام ہے، جو اہل سنت والجماعت کے مسلک پر ہے اور عالم دین ہے، اس کی تحقیق میں یہ ہے کہ رفع الیدین سنت ہے، لیکن اگر رفع الیدین نہ بھی کیا جائے، تو کوئی حرج نہیں، تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے۔ مگر ایسے شخص کو امام راتب مقرر کرنا درست نہیں۔

❁ اسحاق بن ابراہیم بن ہانی رحمہ اللہ (۲۷۵ھ) بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّي خَلْفَ رَجُلٍ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟ قال : أَيْشٍ يَصْنَعُ؟! قَدْ أَخْطَأَ السُّنَّةَ .

”میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا، جو ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے، جو رفع الیدین نہیں کرتا؟ فرمایا: وہ کیا کرتا ہے؟! بلاشبہ اس نے (رفع الیدین جیسی) سنت کو ترک کیا ہے۔“

(مَسائل ابن ھانیٔ : 235)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): موزوں پر مسح کی مدت کتنی ہے؟

(جواب): مقیم کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں۔

اس مدت کی ابتدا اس وقت سے ہوگی، جب موزے پہن کر پہلی مرتبہ بے وضو حالت میں مسح کرے گا۔ اس وقت سے اگلے دن اسی وقت تک موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ مسافر کے لیے بھی اسی طرح ہے۔

❀ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

”میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان سے پوچھیے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم : 276)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهٗ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ .

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذکار : 220/1)

زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَوْ مُسَافِرِينَ أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلَا نَنْزِعَ مِنْ غَائِطٍ، وَلَا بَوْلٍ، وَلَا نَوْمٍ .

''میں صفوان بن عسّال مرادی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انہوں نے بتایا: جب ہم سفر پر ہوتے، تو رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم جنابت کے بغیر تین دن رات تک موزے نہ اُتاریں اور نہ ہی قضائے حاجت اور نیند کی وجہ سے موزے اتاریں۔''

(مُسند الإمام أحمد : 239/4-240، سنن التّرمذي : 96، سنن النّسائي : 126، سنن ابن ماجه : 478، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴)، امام ابن

خزیمہ رحمہ اللہ (۱۹۶) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۰۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ خطابی رحمہ اللہ (معالم السّنن :۱/ ۶۰)، حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع :۱/ ۴۷۹) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر :۳/ ۹) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري :۱/ ۳۰۹) ''صحیح'' کہا ہے۔ اس حدیث کے شواہد بھی ہیں۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحَبير لابن حجَر :157/1، ح : 126)

❁ موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ : لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا: مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن کی رخصت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1911، مسند الحارث [بغية الباعث] : 83، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :411/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''یہ سند صحیح ہے۔''

(السنن الكبرىٰ :411/1)

تنبیہ:

❁ سیدنا اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : يَوْمًا؟ قَالَ : يَوْمًا، قَالَ : وَيَوْمَيْنِ؟ قَالَ : وَيَوْمَيْنِ، قَالَ : وَثَلَاثَةً؟ قَالَ : نَعَمْ وَمَا شِئْتَ .

''اللہ کے رسول! کیا میں موزوں پر مسح کروں؟ فرمایا: جی ہاں، عرض کیا: ایک دن تک، فرمایا: ایک دن تک، عرض کیا: دو دن تک؟، فرمایا: دو دن تک بھی، عرض کیا: تین دن تک؟ فرمایا: جی ہاں، جب تک آپ چاہیں (موزوں پر مسح کرسکتے ہیں)۔''

(سنن أبي داود : 158، سنن ابن ماجه : 557، سنن الدّارقطني :1/198)

سند باطل ہے۔

① ایوب بن قطن کندی مجہول ہے۔

② ایوب بن قطن کا سیدنا ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

③ محمد بن یزید بن ابی زیاد ثقفی مجہول ہے۔

④ عبدالرحمٰن بن رزین مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۵/۸۲'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني :1/198)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةِ لَيْسَ بِمَعْرُوفِ الْإِسْنَادِ .

''ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند معروف نہیں ہے۔''

(تاريخ أبي زُرعة الدِّمَشقي، ص631)

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهٖ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ .

''اس حدیث کی سند میں اختلاف کیا گیا ہے، یہ حدیث قوی نہیں۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 158)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَسْتُ أَعْتَمِدُ عَلٰى إِسْنَادِ خَبَرِهٖ .

''میں اس کی حدیث کی سند پر اعتماد نہیں کرتا۔''

(الثّقات : 6/3)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْإِسْنَادُ لَا يُثْبَتُ .

''یہ سند ثابت نہیں۔''

(سنن الدّارقطني :198/1)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَا يَثْبُتُ وَلَيْسَ لَهٗ إِسْنَادٌ قَائِمٌ .

''یہ حدیث ثابت نہیں، اس کی کوئی سند قائم (ثابت) نہیں۔''

(الاستذكار :221/1)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”یہ منکر حدیث ہے۔“

(الأباطيل والمَناكير :568/1)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(العِلَل المُتناهية :360/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُضْطَرِبٌ .

”یہ حدیث مضطرب ہے۔“

(إعلام العالم، ص 96)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبٌ .

”حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔“

(تهذيب الأسماء واللُّغات :108/1، المَجموع :484/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

”تمام محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(شرح مسلم :176/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(میزان الاعتدال :292/1)

❁ علامہ اتقانی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(شرح الهداية :306/1)

سوال:موزوں کے کس حصہ پر مسح کیا جائے گا؟

جواب:موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کیا جائے گا، جو پاؤں کا سامنے والا حصہ ہے۔ پاؤں کی نچلی جانب میں مسح نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح ثابت سنت یہی ہے۔

❁ عبد خیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَّمْسَحُ ظُهُورَ قَدَمَيْهِ، وَيَقُولُ : لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلٰى ظُهُورِهِمَا، لَظَنَنْتُ أَنَّ بُطُونَهُمَا أَحَقُّ .

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (موزوں کی حالت میں) پاؤں کے اوپر والی جانب مسح کرتے دیکھا۔ فرما رہے تھے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاؤں کے اوپر مسح کرتے نہ دیکھتا، تو سمجھتا کہ پاؤں کی نچلی جانب مسح کی زیادہ مستحق ہے۔''

(مُسند الحُمَيدي :26/1، ح : 47، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، مَسَحَ أَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَأَسْفَلَهُمَا .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو غزوہ تبوک کے موقع پر وضو کرایا، تو آپ ﷺ نے موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کیا۔''

(سنن أبي داوٗد : 165، سنن التّرمذي : 97، سنن ابن ماجه : 550)

سند ضعیف ہے۔

① ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، سماع بالتسلسل درکار ہے، صرف شیخ سے سماع کی تصریح کافی نہیں۔

② رجاء بن حیوۃ کا کاتب المغیرۃ سے سماع نہیں۔

② ثور بن یزید نے رجاء بن حیوۃ سے سماع نہیں کیا۔

سنن دارقطنی (۱/ ۱۹۵، ح:۷۴۲) کی جس سند میں سماع کی تصریح کی ہے، وہ کسی راوی کی خطا ہے، نیز وہ سند ہی ضعیف ہے۔اس میں ولید بن مسلم کا عنعنہ ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَرَى الْحَدِيثَ ثَبَتَ .

''میرے مطابق حدیث ثابت نہیں۔''

(مسائل أحمد برواية ابنه صالح : 126/2، الرقم : 689)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِصَحِيحٍ .

''یہ حدیث صحیح (ثابت) نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 97)

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ''مرسل'' ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 78)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ .

''یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 135)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ .

''یہ حدیث معلول (ضعیف) ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 97)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ .

''روایت ثابت نہیں۔''

(عِلَل الدّارقطني : 110/7)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهُ لَا شَيْءَ .

''یہ اور اس جیسی دیگر روایات کی (محدثین کی تحقیق میں) کوئی حیثیت نہیں۔''

(المُحلّٰى : 344/1)

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(التّجرید :335/1)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(إعلام العالم، ص 99)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحکام :129/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ كُلَّهَا تُخَالِفُهُ .

''تمام صحیح احادیث (جن میں موزوں کے اوپر والے حصہ پر مسح کا ذکر ہے) اس روایت کے خلاف ہیں۔''

(تہذیب السّنن :120/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى خُفَّيْهِ وَمَدَّهُمَا مِنَ الْأَصَابِعِ إِلٰى أَعْلَاهُمَا مَسْحَةً وَاحِدَةً، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى أَثَرِ الْمَسْحِ عَلٰى خُفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ موزوں پر رکھے اور (پاؤں کی) انگلیوں کی طرف سے اوپر کی طرف ایک بار مسح کیا، گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

موزوں پر انگلیوں کی لکیروں کے نشان دیکھ رہا ہوں۔‘‘

(الهداية :30/1، باب المسح على الخُفَّيْن)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ کے الفاظ مذکور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

’’(کتب حدیث میں) یہ روایت غیر معروف ہے۔‘‘

(التّنبيه، ص 85)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَا ذَكَرَهُ مِنَ الْمَسْحِ خُطُوطًا ثَابِتًا فِي الرِّوَايَةِ فِيمَا عَلِمْنَاهُ، وَلَا وَجَدْنَاهُ أَصْلًا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

’’ہمارے علم کے مطابق صاحب ہدایہ نے جو مسح کی وجہ سے انگلیوں کی لکیروں کے نشانات کا ذکر کیا ہے، وہ ثابت نہیں، نہ ہمیں کتب حدیث میں ان الفاظ کی کوئی اصل ملی ہے۔‘‘

(شرح مُشكل الوسيط :256/1)

❁ علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بِهٰذَا اللَّفْظِ لَا يُعْرَفُ .

’’ان الفاظ کے ساتھ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غیر معروف ہے۔‘‘

(العِناية في تخريج أحاديث الهداية)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية : 180/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ مُنْقَطِعٍ بِدُونِ قَوْلِهٖ : خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ .

''مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت کی سند منقطع ہے، مگر اس میں انگلیوں کے ساتھ لکیروں کے نشانات کا ذکر نہیں۔''

(الدّراية : 110/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ لَمْ يُرْوَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ .

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی نہیں۔''

(البِناية : 28/7)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

إِنَّ حَدِيثَ الْمُغِيرَةِ بِهٰذَا اللَّفْظِ لَا يُعْرَفُ .

''ان الفاظ کے ساتھ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غیر معروف ہے۔''

(فتح القدير : 148/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

۞ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ حَاجَتَهٗ فَلْيَسْتَنْجِ بِثَلَاثَةِ أَعْوَادٍ أَوْ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ بِثَلَاثِ حَثَيَاتٍ مِّنَ التُّرَابِ .

''جب آپ میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے، تو وہ تین لکڑیوں، یا تین پتھروں یا تین مٹھی مٹی سے استنجا کرے۔''

(سنن الدّارقطني :57/1، التّحقيق لابن الجوزي :117/1)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔اس روایت کو مرفوع بیان کرنا ہی خطا ہے۔

① احمد بن حسن بن ابان مصری متروک وکذاب ہے۔

② زمعہ بن صالح ضعیف ہے۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ طَاوُسٍ هٰذَا مُرْسَلٌ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ لَا يُثْبِتُونَهٗ .

''طاؤس رحمہ اللہ (کی روایت کردہ) یہ حدیث (دراصل) مرسل ہے، محدثین اس روایت کو ثابت نہیں مانتے۔''

(مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي :334/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ وَصْلُهٗ وَلَا رَفْعُهٗ .

''اس روایت کا موصول یا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ :179/1)

❀ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ إِسْنَادٌ ....

”اس روایت کو مرفوع بیان کرنا ثابت نہیں۔“

(الأحكام الوسطی :135/1)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ مُرْسَلٌ .

”درست بات یہی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔“

(المُغني :214/1)

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ مَرْفُوعًا .

”مرفوعاً یہ روایت ثابت نہیں۔“

(شرح مشكل الوسيط :182/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔“

(المَجموع : 113/2، خُلاصة الأحكام :166/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ بَاطِلٌ فَقَدْ قَدَّمْنَا أَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ حدیث باطل ہے، گزشتہ صفحات میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے۔“

(المَجموع: 124/2)

سوال: طواف کی دو رکعت کہاں ادا کی جائیں گی؟

جواب: مسنون یہ ہے کہ طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کی جائیں، البتہ اگر مطاف میں رش ہو، تو مسجد حرام میں کہیں بھی دو رکعت ادا کی جا سکتی ہیں۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت ادا کیں۔''

(صحيح مسلم: 2473)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت ادا فرمائیں، پھر صفا و مروہ کی سعی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی آپ کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 395، صحيح مسلم: 1234)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هِيَ سُنَّةٌ .

”یہ سنت ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 85/2، سنن الدارمي : 1973، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ، أَتَى الْمَقَامَ فَصَلّٰى عِنْدَهٗ رَكْعَتَيْنِ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف سے فارغ ہوتے، تو مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعت ادا فرماتے۔“

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 428/4، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

صَلّٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ خَرَجَ، وَهُوَ يُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كَانَ بِذِي طُوًى، وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نماز فجر پڑھی، پھر بیت اللہ کے سات چکر لگائے، پھر مسجد سے نکل گئے، آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف عازم سفر تھے، جب ذی طویٰ مقام پر پہنچے اور سورج طلوع ہو گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے (طواف کی) دو رکعت ادا کی۔“

(موطأ الإمام مالك : 368/1، آداب الشّافعي ومَناقبهٗ لابن أبي حاتم، ص 174، مَناقب الشّافعي للبيهقي : 5/2)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ .

”گھٹنا عورہ (جسم کا وہ حصہ جسے ڈھانپنا ضروری ہو۔) ہے۔“

(سنن الدّارقطني :231/1)

جواب: سند باطل ہے۔

① ابوجنوب عقبہ بن علقمہ ضعیف ہے۔

② نضر بن منصور ابوعبدالرحمٰن ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

❁ اس حدیث کو حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل ابن عبد الهادي، ص 95)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهُ ضَعِيفٌ .

”اس کی سند ضعیف ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 784/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ فِي كَوْنِ الرُّكْبَةِ مِنَ الْعَوْرَةِ حَدِيثٌ .

”گھٹنے کے عورہ ہونے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية :505/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَلِيٍّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے۔''

(الدّراية: 123/1)

سوال: خودکشی کرنے والے کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: خودکشی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ زندگی انمول نعمت ہے، خودکشی کرنا اس کی ناقدری ہے، نیز بے صبری ہے۔

اگر کوئی مؤحد مسلمان یہ اقدام کر بیٹھے، تو اس کے لیے دعائے مغفرت و رحمت کرنی چاہیے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا کو مستجاب فرمالے اور اسے معاف کردے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَمَرِضَ، فَجَزِعَ، فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ، فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ، فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ، فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ، فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ، وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ، فَقَالَ لَهُ : مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ : غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ : قِيلَ لِي : لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ، فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ .

''سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (مدینہ) ہجرت کی، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ بعض لوگوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی، یہ شخص بھی بیمار پڑ گیا، اس شخص نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور (دل برداشتہ ہو کر) اپنے چوڑے پھل والے تیر پکڑے اور ان سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیے، اس کے ہاتھوں سے خون بہا، یہاں تک اس کی وفات ہو گئی۔ پھر سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا، دیکھا کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے، مگر اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈھانپے ہوئے تھے، طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہنے لگا: چونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، اس نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش کر دی، پوچھا: آپ نے ہاتھ کیوں ڈھانپے ہوئے ہیں؟ کہا: مجھے یہ کہا گیا ہے کہ جن ہاتھوں کو آپ نے خود خراب کیا ہے، ہم انہیں ہرگز صحیح نہیں کریں گے۔ چنانچہ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی ٹھیک کر دے۔''

(صحیح مسلم : 116)

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلتَّكْبِيرُ جَزْمٌ، وَالسَّلَامُ جَزْمٌ .

”اللہ اکبر کے آخری حرف کو ساکن کریں، سلام پھیرتے ہوئے آخری حرف کو ساکن کریں۔“

جواب: بے سند و بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں موجود نہیں۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَعْلَمُ مَنْ رَوَاهُ هٰكَذَا مَرْفُوعًا .

”میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ان الفاظ کے ساتھ اسے مرفوع بیان کیا ہو۔“

(البدر المنير : 516/3)

تنبیہ:

یہ روایت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے، اس کی بھی سند ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

التَّكْبِيرُ جَزْمٌ، وَالْأَذَانُ جَزْمٌ، وَالْإِقَامَةُ جَزْمٌ .

”اللہ اکبر کے آخری حرف کو ساکن کریں، آذان (کے کلمات میں) آخری حرف کو ساکن کریں اور اقامت (کے کلمات میں) آخری حرف کو ساکن کریں۔“

(شرح الهداية للأتقاني الحنفي :605/1)

بے سند اور بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قدم (پاؤں) ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قدم ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ ہر صفت کی طرح یہ صفت بھی اسی طرح تسلیم کی جائے گی، جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے، اس کی تشبیہ، تمثیل یا تاویل نہیں کی جائے گی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ فَتَقُولُ : قَطْ قَطْ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ أَحَدًا .

”جہنم بھرے گی نہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی: بس، بس! اب وہ بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ دوسرے کی طرف سکڑے گا، اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق سے ظلم نہیں کرے گا۔“

(صحيح البخاري : 4850، صحيح مسلم : 2846)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَدَمُ وَالرِّجْلَانِ الْمَذْكُورَانِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنْ صِفَاتِ

اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى، الْمُنَزَّهُ عَنِ التَّكْيِيفِ وَالتَّشْبِيهِ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا جَاءَ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ فِي الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ كَالْيَدِ، وَالْإِصْبَعِ، وَالْعَيْنِ، وَالْمَجِيءِ، وَالْإِتْيَانِ، فَالْإِيمَانُ بِهَا فَرْضٌ، وَالْاِمْتِنَاعُ عَنِ الْخَوْضِ فِيهَا وَاجِبٌ، فَالْمُهْتَدِيُّ مَنْ سَلَكَ فِيهَا طَرِيقَ التَّسْلِيمِ، وَالْخَائِضُ فِيهَا زَائِغٌ، وَالْمُنْكِرُ مُعَطِّلٌ، وَالْمُكَيِّفُ مُشَبِّهٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا، ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشُّورٰى : ١١) سُبْحَانَ رَبِّنَا رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّي وَآلِهٖ أَجْمَعِينَ .

’’اس حدیث میں مذکور قدم اور دو پاؤں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ صفات میں باری تعالیٰ کو کیفیت اور تشبیہ سے منزہ قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح کتاب وسنت میں اس جیسی جتنی صفات وارد ہوئی ہیں، مثلاً ہاتھ، انگلی، آنکھ اور مجیء واتیان (آنا) وغیرہ، ان پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی بے وجہ گہرائی میں جانے سے باز رہنا واجب ہے۔ ہدایت یافتہ وہ ہے، جو صفات کے بارے میں تسلیم ورضا کے راستے پر چلا اور جو ان صفات (کی کیفیت) کی گہرائی میں پڑے گا، وہ گمراہ ہوگا، جو ان صفات کا انکار کرے گا، وہ معطل ہوگا، جو ان کی کیفیت بیان کرے گا، وہ مشبہہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بہت بلند ہے، جو ظالم

لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشّوریٰ : ۱۱) ''کوئی چیز اس کی مثل نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے۔'' ہمارا رب، عزت کا رب ان تمام باتوں سے پاک ہے، جو (گمراہ) لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر سلام ہو، تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے ہمارے سردار محمد نبی اُمی پر اور ان کی تمام آل پر۔''

(شرح السّنّة : 15/257-258، شرح المِشكاة للطِّيبي : 11/3595-3596)

سوال: درج ذیل احادیث میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ .

''یہ رات آپ دیکھ رہے ہیں، اس کے سو سال بعد، زمین پر موجود کوئی شخص باقی نہیں بچے گا۔''

(صحيح البخاري : 116، صحيح مسلم : 2537)

❁ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متواتر قرار دیا ہے۔

(المَجمَع المؤسّس : 2/552)

اس حدیث ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حدیث بیان فرمائی، اس کے سو سال بعد ہر وہ ذات فوت ہو چکی ہے، جو پہلے زندہ تھی۔ پھر اس حدیث کا کیا معنی ہے کہ جس میں دجال کے زندہ محصور ہونے اور قیامت کے قریب باہر آنے کا ذکر ہے، جبکہ مذکورہ

حدیث کے مطابق دجال کو بھی فوت ہو جانا چاہیے تھا؟

جواب: دونوں احادیث میں کوئی منافات نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو؛

خروج دجال پر احادیث متواتر ہیں:

خروج دجال برحق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے میں احادیث متواتر ہیں، ان کی تصدیق فرض ہے، انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

❀ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) نے ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(رِسالة إلى أهل الثَّغر، ص 160)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَعَامَّةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ، خِلَافًا لِمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهٗ وَأَبْطَلَهٗ مِنَ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَخِلَافًا لِلْجَبَائِيِّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ.

''دجال کے خروج پر ایمان لانا اہل سنت اور تمام فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، بعض معتزلہ اور معتزلہ میں سے فرقہ جبائیہ دجال کے معاملات کا انکار اور ابطال کرتے ہیں۔''

(إكمال المُعلم: 475/8، المُفهم لأبي العباس القُرطبي: 267/7، شرح النّووي: 58/18، التّوضيح لابن ملقن: 598/18، عمدة القاري للعَيني الحنفي: 174/8)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَتْ طَوَائِفُ كَثِيرَةٌ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ خُرُوجَ الدَّجَّالِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ

فِيهِ، فَلَمْ يَصْنَعُوا شَيْئًا، وَخَرَجُوا بِذٰلِكَ عَنْ حَيِّزِ الْعُلَمَاءِ، لِرَدِّهِمْ مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”خوارج اور جہمیہ کے کئی گروہوں اور بعض معتزلہ نے خروج دجال کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے، اس بارے میں وارد احادیث کو ٹھکرا دیا ہے، یوں وہ اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی سندوں سے مروی متواتر صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔“

(البِداية والنّهاية : 193/19)

خروج دجال پر ایمان:

۞ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَعَامَّةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ، خِلَافًا لِمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهٗ وَأَبْطَلَهٗ مِنَ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَخِلَافًا لِلْجَبَائِيِّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ .

”دجال کے خروج پر ایمان لانا اہل سنت اور تمام فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، بعض معتزلہ اور معتزلہ میں سے فرقہ جبائیہ دجال کے معاملات کا انکار اور ابطال کرتے ہیں۔“

(المُفهم : 267/7)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهٖ : أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ خُرُوجِ الدَّجَّالِ يَدَّعِي الْإِلٰهِيَّةَ، وَأَنَّهٗ كَذَّابٌ أَعْوَرُ، كَمَا جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْكَثِيرَةِ الَّتِي قَدْ حَصَلَتْ لِمَنْ عَانَاهَا الْعِلْمُ الْقَطْعِيُّ بِذٰلِكَ .

''اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ لازمی طور پر دجال کا خروج ہوگا، وہ اُلوہیت کا دعویٰ کرے گا، نیز وہ پرلے درجے کا جھوٹا اور کانا ہوگا، اس بارے میں اتنی صحیح احادیث ہیں کہ جو ان احادیث کا مطالعہ کرے گا، اسے علم قطعی حاصل ہو جائے گا۔''

(المُفهم : 265/7)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ الْإِيمَانُ بِالدَّجَّالِ وَخُرُوجُهٗ حَقٌّ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دجال (کے وجود) پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کا خروج حق ہے، اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 660/16)

خروج دجال کی احادیث اور مذکورہ حدیث میں تعارض نہیں:

جس حدیث میں ہے کہ زمین کی پشت پر جو بھی زندہ ہے، سو سال بعد تک وہ زندہ نہیں رہے گا۔ یہ حدیث عام ہے، جبکہ خروج دجال اور اس کے جزیرہ میں محصور ہونے والی احادیث خاص ہیں، گویا اس عموم سے دجال کو خاص کر لیا گیا۔ یوں دونوں طرح کی احادیث پر تصدیق ہو جائے گی۔

سوال: امام زفر رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ (۱۵۸ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، مگر آپ رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے معارضہ کیا ہے۔ اسی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی اختلاف کیا ہے، یہاں تک کہ اِخْتِلَافُ زُفَرَ وَيَعْقُوبَ نامی کتاب لکھی گئی۔ آپ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ ائمہ حدیث نے توثیق کی ہے۔

❁ امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ ثِقَةً مَأْمُونًا .

''آپ رحمہ اللہ ثقہ مامون ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 3/609، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زُفَرُ صَاحِبُ الرَّأْيِ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ .

''زفر رحمہ اللہ صاحب رائے ہیں اور ثقہ مامون ہیں۔''

(تاريخ الدّوري: 2459)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ مُتَوَرِّعَةِ الْفُقَهَاءِ لَمْ يَسْلُكْ سَبِيلَ صَاحِبَيْهِ فِي الرِّوَايَاتِ وَكَانَ إِذَا لَاحَ لَهُ الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَمَادٰى فِي بَاطِلِهٖ .

''آپ رحمہ اللہ کا شمار ورع و تقویٰ کے پیکر فقہا میں ہوتا ہے، روایت حدیث میں آپ رحمہ اللہ اپنے دونوں ساتھیوں (قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی) کے نہج پر نہیں چلے، آپ رحمہ اللہ پر جب حق بات واضح ہو جاتی، تو اس کی طرف رجوع کر لیتے تھے، باطل پر قائم نہیں رہتے تھے۔''

(مَشاهير علماء الأمصار، ص 269)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَانَ زُفَرُ مُتْقِنًا حَافِظًا قَلِيلَ الْخَطَأَ لَمْ يَسْلُكْ مَسْلَكَ صَاحِبِهِ فِي قِلَّةِ التَّيَقُّظِ فِي الرِّوَايَاتِ وَكَانَ أَقْيَسَ أَصْحَابِهِ وَأَكْثَرَهُمْ رُجُوعًا إِلَى الْحَقِّ إِذَا لَاحَ لَهُ.

''زفر رحمہ اللہ متقن اور حافظ تھے، قلیل الخطا تھے، اپنے استاذ (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کی طرح روایت حدیث میں مہارت کی کمی کا شکار نہیں تھے، آپ رحمہ اللہ کے سب سے قابل شاگرد تھے، جب بھی حق واضح ہوتا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔''

(الثّقات: 339/6)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔

(سؤالات البَرقاني: 175)

❁ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَجَعَ عَنِ الرَّأْيِ.

''رائے سے رجوع کرلیا تھا۔''

(تاریخ أصبهان: 373/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْفُقَهَاءِ وَالزُّهَّادِ، صَدُوقٌ، وَثَّقَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَابْنُ مَعِينٍ.

''آپ رحمہ اللہ کا شمار فقہا اور زہاد میں ہوتا ہے۔ صدوق ہیں، امام یحییٰ بن

معین رحمہ اللہ سمیت کئی محدثین نے توثیق کی ہے۔''

(میزان الاعتدال: 71/2، المُغني في الضُّعفاء: 238/1)

سوال: نماز میں تطبیق کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نماز میں تطبیق (رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ گھٹنوں کے درمیان رکھنا) منسوخ ہے۔ شروع میں اس پر عمل کیا گیا، بعد میں ترک ہو گیا اور رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا مشروع ہو گیا۔ اس نسخ کا علم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہ ہو سکا، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ رکوع میں تطبیق کے قائل رہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ كُلُّهُمْ عَلٰى نَسْخِهٖ وَتَرْكِهٖ مِنَ التَّطْبِيقِ .

''سارے اہل علم کا اتفاق ہے کہ تطبیق منسوخ ہے اور اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔''

(السّنن الکبریٰ: 115/2)

سوال: لواطت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ہم جنس پرستی (Homosexuality) حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کافر قوموں کی خصلت بد ہے، غیر فطری اور غیر اخلاقی اقدام ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی مذمت اور حرمت آئی ہے، نیز مسلمانوں کے ہاں بالا جماع حرام ہے۔

❁ علامہ حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں

إِتْيَانُ الذُّكُورِ حَرَامٌ، لَمْ يَخْتَلِفِ الْمُسْلِمُونَ فِي تَحْرِيمِهٖ .

''لواطت حرام ہے، اس کی حرمت میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں۔''

(المِنهاج في شعب الإيمان: 37/3)

(سوال): قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی کتابوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): محمد بن حسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف کی کتابیں غیر معتبر ہیں۔ محدثین انہیں لائق توجہ نہیں سمجھتے تھے۔ محمد بن حسن شیبانی ضعیف، کذاب اور جہمی ہے۔ قاضی ابو یوسف جمہور ائمہ کے ہاں ضعیف ہیں۔

❁ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ شِئْتَ الْحَقَّ الصُّرَاحَ فَقِسْ كِتَابَ الْمُوَطَّأَ بِكِتَابِ الْآثَارِ لِمُحَمَّدٍ وَالْأَمَالِي لِأَبِي يُوسُفَ تَجِدُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ، فَهَلْ سَمِعْتَ أَحَدًا مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ تَعَرَّضَ لَهُمَا وَاعْتَنٰى بِهِمَا؟.

”اگر آپ خالص حق کو پانا چاہتے ہیں، تو مؤطا امام مالک کا محمد بن حسن شیبانی کی کتاب الآثار اور قاضی ابو یوسف کی الامالی سے موازنہ کریں، آپ کو ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فرق نظر آئے گا۔ کیا آپ کسی محدث یا فقیہ کو جانتے ہیں، جس نے ان دونوں کتابوں (کتاب الآثار اور الامالی) کو درخور اعتنا سمجھا ہو؟“

(حُجّة اللّٰه البالغة :231/1)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

كَثِيرًا مَا تَجِدُ فِي كُتُبِ حَدِيثِ أَئِمَّتِنَا رِوَايَاتٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ.

''ہمارے ائمہ کی کتابوں میں بہت سی روایات اس سند سے آئی ہیں؛ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن ابن مسعود۔''

(ظفر الأماني، ص 445)

محدثین کے نزدیک یہ سلسلہ سند نا قابل التفات ہے، اس سے شرعی حجت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ سند تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔

① نعمان بن ثابت ابو حنیفہ قلیل الحدیث ہونے کے باوجود ضعیف ہیں، روایت میں بکثرت وہم اور خطا کھاتے تھے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنِ الْحَدِيثُ صَنَاعَتَهُ حَدَّثَ بِمِائَةٍ وَّثَلَاثِينَ حَدِيثًا مَسَانِيدَ مَا لَهُ حَدِيثٌ فِي الدُّنْيَا غَيْرُهُ أَخْطَأَ مِنْهَا فِي مِائَةٍ وَّعِشْرِينَ حَدِيثًا إِمَّا أَنْ يَكُونَ أَقْلَبَ إِسْنَادَهُ أَوْ غَيَّرَ مَتْنَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ فَلَمَّا غَلَبَ خَطَؤُهُ عَلٰى صَوَابِهِ اسْتَحَقَّ تَرْكَ الْاحْتِجَاجِ بِهٖ فِي الْأَخْبَارِ وَمِنْ جِهَةٍ أُخْرٰى لَا يَجُوزُ الْاحْتِجَاجُ بِهٖ.

''حدیث ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فن نہیں تھا، انہوں نے کل ایک سو تیس باسند احادیث بیان کی ہیں، اس کے علاوہ ان کی کوئی حدیث دنیا میں موجود نہیں، ان میں سے بھی ایک سو بیس احادیث میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے غلطی کھائی ہے، انجانے میں یا تو سند کو الٹ دیا، یا متن کو تبدیل کر دیا۔ جب ان کی درستی پر ان کی غلطیاں غالب آ گئیں، تو مستحق ٹھہرے کہ ان کی روایات سے حجت نہ پکڑی جائے، بالفاظ دیگر ان سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(کتاب المَجروحین: 63/3)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ سَيِّءُ الْحِفْظِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''ابوحنیفہ محدثین کے نزدیک سی ءالحفظ ہیں۔''

(التّمھید:48/11)

اس پر سہاگہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ باتفاق محدثین ضعیف ہیں۔

② حماد بن ابی سلیمان مختلط ومدلس ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔ نیز ان کتابوں میں سماع کی تصریح بھی نہیں کی جاتی۔

③ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ مدلس ہیں۔ان کتابوں میں سماع کی تصریح نہیں کی گئی۔

④ قاضی ابو یوسف ضعیف اور محمد بن حسن شیبانی متروک وکذاب ہیں۔

اس بنا پر محدثین فقہائے احناف کی کتابوں کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ دین محدثین عظام کی کتابوں میں مدون ہے، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سوال: ایمان ابوطالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوطالب کی موت ایمان پر نہیں ہوئی، وہ ملت عبدالمطلب پر فوت ہوئے، جو کہ کافر ملت تھی۔ ابوطالب کے کفر پر فوت ہونے پر کئی دلائل ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تُوَافِقُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي أَنَّهُ مَاتَ كَافِرًا، وَتُبَيِّنُ كَذِبَ مَنِ ادَّعٰى مِنَ الْجُهَّالِ

الرَّافِضَةِ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُ مَاتَ مُؤْمِنًا .

''یہ صحیح احادیث ائمہ مسلمین کے اس اجماعی واتفاقی عقیدہ کے موافق ہیں کہ ابو طالب کی موت حالت کفر میں ہوئی، نیز یہ روایات جاہل روافض اور ان کے ہم نواؤں کے جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھولتی ہیں، جو کہتے ہیں کہ ابو طالب حالت ایمان میں فوت ہوئے تھے۔''

(جامع المَسائل : 3/124)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «فَنَزَلَتْ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : ١١٣)، وَنَزَلَتْ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾(القصص : ٥٦)» أَمَّا نُزُولُ هٰذِهِ الْآيَةِ الثَّانِيَةِ فَوَاضِحٌ فِي قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَّا نُزُولُ الَّتِي قَبْلَهَا فَفِيهِ نَظَرٌ وَيَظْهَرُ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّ الْآيَةَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِالْاسْتِغْفَارِ نَزَلَتْ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ بِمُدَّةٍ وَهِيَ عَامَّةٌ فِي حَقِّهِ وَفِي حَقِّ غَيْرِهٖ وَيُوَضِّحُ ذٰلِكَ مَا سَيَأْتِي فِي التَّفْسِيرِ بِلَفْظِ «فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذين آمنُوا﴾ الْآيَةَ وَأَنْزَلَ فِي أَبِي طَالِبٍ : ﴿إِنَّك لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ» وَلِأَحْمَدَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي

مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ وَهٰذَا كُلُّهُ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهُ مَاتَ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ.

''حدیث کے الفاظ : ''اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التّوبة : ١١٣) ''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔'' نیز یہ آیت نازل ہوئی : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾(القَصَص : ٥٦) ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

ان میں سے جو دوسری آیت کا نزول ہے، وہ تو ابو طالب کے قصہ میں بالکل واضح ہے۔ رہا پہلی آیت کا ابو طالب کے بارے میں نازل ہونا، تو یہ بات محل نظر ہے، محسوس یہی ہوتا ہے کہ استغفار کے متعلقہ یہ آیت ابو طالب کی وفات کے ایک مدت بعد نازل ہوئی، البتہ یہ آیت ابو طالب اور دیگر (کفار) سب کو شامل ہے۔ اس کی وضاحت (بخاری ہی کے) کتاب التفسیر میں مذکور روایت سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: ''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ......﴾ ''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں ......۔'' اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل کی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔'' ابو طالب کے واقعہ کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے ابو حازم عن ابی ہریرۃ کے

طریق سے نقل کیا ہے: ''تو اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل کی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

ان ساری روایات سے معلوم ہوا کہ ابو طالب کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔''

(فتح الباري: 195/7)

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

الْآيَةُ عَلٰى هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا وَهُوَ الْمَعْرُوفُ مِنْ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''اس معنی کے اعتبار سے یہ آیت دلیل ہے کہ ابو طالب حالت کفر میں فوت ہوئے، اہل سنت والجماعت کے مذہب میں یہی بات معروف ہے۔''

(روح المَعاني: 32/6)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد مسلمان تھے یا کافر؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''آزر'' ہے، قرآن وحدیث میں ''آزر'' کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا والد بتایا گیا ہے۔ آزر کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَاهُ مَاتَ كَافِرًا، وَمَنْ قَالَ : إِنَّهُ مَاتَ مُؤْمِنًا، مِنَ الرَّافِضَةِ الْجُهَّالِ أَوْ غَيْرِهِمْ فَقَدْ خَالَفَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَالْإِجْمَاعَ .

''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے۔ جاہل روافض وغیرہ میں سے جس نے یہ کہا کہ وہ حالت ایمان میں فوت ہوا، تو اس شخص نے کتاب وسنت اور اجماع کی مخالفت کی ہے۔''

(جامع المَسائل : 123/3)

سوال: کسی صاحب علم وفضل کا بوسہ لینا کیسا ہے؟

جواب: صاحب علم وفضل کے دست بوسی بھی جائز ہے اور رخسار اور پیشانی پر بوسہ دینا بھی جائز ہے۔

❁ ایاس بن دغفل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا نَضْرَةَ قَبَّلَ خَدَّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''میں نے ابونضرہ رحمہ اللہ کو دیکھا، آپ رحمہ اللہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی رخسار پر بوسہ دے رہے تھے۔''

(سنن أبي داود : 5221، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: آنکھ سے بہنے والے پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: آنکھ سے بہنے والا پانی پاک ہے، کیونکہ اس کے نجس ہونے پر دلیل نہیں۔ اصل طہارت ہے، نجاست پر دلیل چاہیے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ.

''دعاء اصل عبادت ہے۔''

(سنن أبي داود : 1479)

جواب: سند ضعیف ہے۔ کسی معتبر سند کے ساتھ یسیع حضرمی کا سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

فائدہ:

یہ روایت تمام متابعات اور شواہد کے ساتھ ضعیف ہے۔

سوال: بعض لوگ کسی اچھی بات کو نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس بات کو شیئر کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دین میں حزم و احتیاط چاہیے، ہر اچھی بات کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا درحقیقت آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

❀ متواتر حدیث میں ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

''جس نے میری طرف جانتے بوجھتے جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري : 110، صحيح مسلم : 3)

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ (۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَنْسُبَ كُلَّ مُسْتَحْسِنٍ إِلَى الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأَنَّ كُلَّ مَا قَالَهُ الرَّسُولُ حَسَنٌ وَلَيْسَ كُلُّ حَسَنٍ قَالَهُ الرَّسُولُ .

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ ہر اچھی بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ سب اچھا ہے، مگر ایسا نہیں کہ ہر اچھی بات ہی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہو۔''

(لِسان الميزان لابن حجر : 381/7)

سوال: علمائے احناف کی کتابوں میں مذکور روایات کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اصل برکت اور علم گروہ محدثین سے وابستہ ہے۔ جو محدثین سے کٹ گیا، اسے یہ سزا ملتی ہے کہ وہ علم نبوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اتاری ہے، اس سے تہی دست ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مراد پانے سے ہمیشہ قاصر رہتا ہے۔ دین میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

ایسے لوگوں کی کتابیں سندوں سے عاری ہوتی ہیں، جبکہ سند اس اُمت کا امتیاز ہے۔ ایسے لوگ گمراہیوں میں حیران پھرتے ہیں، علم الٰہی کے مقابلہ میں علم کلام کو عام کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہ سارا کچھ فقہائے احناف اور علمائے احناف کے حصے میں آیا کہ انہوں نے مسلک محدثین کے برخلاف دنیا میں مسلک وضع کیا، یقیناً اسے سہارا دینے کے لیے روایات کی ضرورت تھی، اب چونکہ یہ لوگ محدثین سے منحرف ہو گئے تھے اور سند محدثین کا امتیاز ہے، یوں احناف مقلدین سند سے محروم ہو گئے، ان کی کتابیں بے سند و بے اصل روایات سے اَٹی پڑی ہیں۔ روایات کا غلط معنی پہنانے میں یہ مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ روایات کا انتساب ہی غلط کر دیتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صحیح احادیث کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ نیز انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب جھوٹے اقوال سے اپنی کتابیں بھر دیں۔ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عقیدہ سے انحراف برتا، اپنے آپ کو اشعری اور ماتریدی کہلوانے لگے۔ انہوں نے تقلید ناسدید کو اپنا دین بنایا۔ محدثین کے مبارک علم کے مقابلہ میں مضحکہ خیز مسائل گھڑے اور انہیں دین باور کرایا۔ اہل حق کے بارے میں یہ رائے قائم کی کہ وہ ائمہ کو نہیں مانتے، وہ فقہ کو نہیں مانتے!! ان لوگوں نے محدثین کرام کی کتابوں کا شرح حدیث کے نام سے رد لکھا، یقیناً یہ ساری کوششیں نامبارک ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ حق والے دنیا سے مفقود نہیں ہوں گے، خواہ پوری دنیا میں حق والا ایک ہی کیوں نہ ہو۔ جب تک دنیا میں ایک حق والا بھی موجود ہے، وہ تمام گمراہوں اور منحرفین کے لیے کافی ہے۔

۞ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴) فرماتے ہیں:

كَلَامٌ فِي الْأَحَادِيثِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهِ مِنْ كُتُبِ الْفِقْهِ مِنْ غَيْرِ إِسْنَادٍ، فَقُلْتُ: تِلْكَ الْأَخْبَارُ لَا يُعْتَبَرُ بِهَا مَا لَمْ يُعْلَمْ سَنَدُهَا أَوْ مَخْرَجُهَا، فَإِنَّ كَثِيرًا مِنْ أَرْبَابِ الْفُقَاهَةِ مُتَسَاهِلُونَ فِي الرِّوَايَةِ، فَيُورِدُونَ فِي كُتُبِهِمْ أَحَادِيثَ مُنْكَرَةً وَضَعِيفَةً، وَمَوْضُوعَةً مِنْ غَيْرِ تَنْقِيحٍ وَتَوْضِيحٍ.

''ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں مذکور بے سند احادیث کے بارے میں گفتگو: میں کہتا ہوں: ان روایات کا تب تک کوئی اعتبار نہیں، جب تک ان کی سند اور مخرج معلوم نہ ہو جائے، کیونکہ بہت سے ارباب فقہ نقل روایت میں متساہل ہیں، وہ اپنی کتابوں میں منکر، ضعیف اور موضوع (من گھڑت) قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں، ان کی تنقیح نہیں کرتے، نہ ان (کے منکر، ضعیف یا موضوع ہونے) کی وضاحت کرتے ہیں۔''

(ظفر الأماني، ص 442)

۞ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا صَاحِبُ الْهِدَايَةِ، مَعَ كَوْنِهِ مِنْ أَجِلَّةِ الْحَنَفِيَّةِ، أَوْرَدَ فِيهَا

أَخْبَارًا غَرِيبَةً وَّضَعِيفَةً، فَلَمْ يُعْتَمَدْ عَلَيْهَا، كَمَا يَظْهَرُ مِنْ مُّطَالَعَةِ تَخْرِيجِ أَحَادِيثِهَا لِلزَّيْلَعِيِّ وَابْنِ حَجَرٍ .

''یہ صاحبِ ہدایہ ہیں، جو احناف کے اکابر میں شمار ہونے کے باوجود ہدایہ میں منکر اور ضعیف (بلکہ من گھڑت۔از ناقل) روایات درج کرتے ہیں۔ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ کی احادیث ہدایہ پر تخریج کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔''

(ردع الإخوان، ص 58)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : هٰذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ أَصْحَابُنَا وَهُمْ ثِقَاتٌ؟ فَالْجَوَابُ : إِنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا ثِقَاتًا فَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزُ لَا بُدَّ فِيهَا مِنَ الْإِسْنَادِ، وَالْإِسْنَادُ مِنْ خَصَائِصِ دِينِ الْإِسْلَامِ، بِهٖ حَفِظَ اللّٰهُ الدِّينَ .

''اگر کہا جائے کہ اس حدیث کو ہمارے فقہا نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ فقہا اگرچہ ثقہ ہیں، مگر ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کافی فاصلہ ہے، جسے طے کرنے کے لیے سند کا ہونا ضروری ہے۔سند دین اسلام کا خاصہ ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو محفوظ کیا۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :296/1)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: صحابہ کرام میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: مخلوق خدا میں اللہ تعالیٰ نے سب سے افضل انبیائے کرام اور رسل عظام کو پیدا کیا ہے، ان کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر کتاب وسنت کے دلائل ثابت ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف اُمت کا یہی عقیدہ ہے۔

✿ امام حسین بن علی کرابیسی رحمہ اللہ (۲۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا خَلَقَ اللّٰهُ بَعْدَ النَّبِيِّينَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نبیوں کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

(الإمامة والرّد على الرّافضة لأبي نعيم، ص 269)

سوال: نماز میں بھول کر کلام کر لی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نماز میں بھول کر کلام کر لی، تو کوئی حرج نہیں، نماز جاری رکھے، اس کی نماز باطل نہیں ہوئی۔ اگر دانستہ طور پر کلام کیا، تو نماز باطل ہو جائے گی۔

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ : سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا

قَالَ : فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهٗ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوا : قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهٗ : ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ : لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ : أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا : نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ : ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ : نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ : ثُمَّ سَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی ۔[راوی ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کی تعیین کی تھی، لیکن میں ہی بھول گیا ہوں]۔آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔آپ ﷺ مسجد میں پڑی ہوئی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ غصے میں ہیں۔آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈالی ہوئی تھیں اور دائیں رخسار مبارک کو بائیں

ہتھیلی کی باہر والی جانب پر رکھا ہوا تھا۔جلدی جانے والے لوگ یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکل گئے کہ نماز کم ہوگئی ہے۔مسجد میں موجود لوگوں میں سیدنا ابو بکرو سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے ڈر رہے تھے۔ لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا، جس کے ہاتھ لمبے لمبے تھے، اسے ''ذوالیدین'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول ! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ فرمایا: نہ میں بھولا ہوں، نہ نماز کم ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: کیا بات ایسے ہی ہے، جیسے ذوالیدین کہہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور جو نماز چھوڑی تھی، پڑھا دی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔[بسا اوقات شاگرد اپنے استاذ ابن سیرین سے سوال کرتے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سجدۂ سہو کے بعد) سلام پھیرا تھا؟ آپ فرماتے: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا]۔''

(صحيح البخاري : 482، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم : 573)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 291/3)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البَدر المُنير : 175/4)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ مَنْ تَكَلَّمَ نَاسِيًا فِي صَلَاتِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهٗ .

”اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ جس نے نماز میں بھول کر کلام کرلیا، اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔“

(مَعالم السّنن :234/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا:

مَا لِي لَمْ أَرَ مِيكَائِيلَ ضَاحِكًا قَطُّ؟ قَالَ : مَا ضَحِكَ مِيكَائِيلُ مُنْذُ خُلِقَتِ النَّارُ .

”میں نے کبھی بھی میکائیل علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جب سے جہنم کی تخلیق ہوئی ہے، تب سے میکائیل علیہ السلام نہیں ہنسے۔“

(مسند الإمام أحمد : 13343)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① حمید بن عبید مولیٰ بنی معلّٰی مجہول ہے۔

② اسماعیل بن عیاش کی اہل مدینہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔عمارہ بن غزیہ انصاری بھی مدنی ہیں۔

سوال: درج ذیل حدیث کا صحیح مصداق کون ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَّا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے نفرت کرے گا۔''

(صحیح مسلم : 78)

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان ہے، ان سے نفرت نفاق ہے۔ روافض کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت غیر شرعی ہے، جس طرح یہود و نصاریٰ کی اپنے انبیاء سے محبت غیر شرعی تھی۔

اگر روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حقیقی اور شرعی محبت کرتے، تو ان کے عقائد و اعمال پر کاربند ہوتے، ان کے محبوبوں سے محبت کرتے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے تھے، ہر میدان میں ان کا ساتھ دیتے تھے، ان کی نصرت و حمایت کرتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی اُم کلثوم کا رشتہ دیا۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنتی قرار دیا۔ جو قرآن کریم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے جمع کیا گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسی پر عمل کرتے تھے، نماز میں اس کی تلاوت کرتے تھے۔ روافض اس

قرآن کو غیر محرف اور غیر مبدل نہیں مانتے، بلکہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ جو قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، نہ اس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت معتبر ہے۔ وہ کبھی بھی اصحاب رسول اور اسلاف اُمت کی قدردانی نہیں کرسکتا۔

روافض اُمت میں ایسا گروہ ہے، جس کے پاس ایک بھی سچائی نہیں۔ جھوٹ اور نفاق ان کا دین ہے۔ تقیہ ان کا ایمان ہے، باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور ظاہر اسلام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ اُمت کا خطرناک گروہ ہے، جو عقل و نقل کا دشمن ہے۔ یہ اسلام اور اہل اسلام کے خیر خواہ نہیں۔

❁ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) ''حدیث ثقلین'' کے تحت فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى، وَأَمَرَ أُمَّتَهٗ بِالتَّمَسُّكِ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِسُنَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي رُجُوعِهٖ مِنْ هٰذِهِ الْحَجَّةِ بِغَدِيرِ خَمٍّ فَأَمَرَ أُمَّتَهٗ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَالتَّمَسُّكِ بِهٖ وَبِمَحَبَّةِ أَهْلِ بَيْتِهٖ، وَبِمُوَالَاةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَتَعْرِيفِ النَّاسِ شَرَفَ عَلِيٍّ وَفَضْلِهٖ عِنْدَهٗ، يَدُلُّ الْعُقَلَاءَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى أَنَّهٗ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَتَمَسَّكَ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَبِسُنَّةِ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، وَبِمَحَبَّتِهِمْ وَبِمَحَبَّةِ أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ،

وَالتَّعَلُّقِ بِمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنَ الْأَخْلَاقِ الشَّرِيفَةِ، وَالِاقْتِدَاءِ بِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَمَنْ كَانَ هٰكَذَا، فَهُوَ عَلٰى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ، أَلَا تَرٰى أَنَّ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ السُّلَمِيَّ قَالَ: وَعَظَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ هَذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي سَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ . وَالْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ فَهُمْ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَمَنْ كَانَ لَهُمْ مُحِبًّا رَاضِيًا بِخِلَافَتِهِمْ، مُتَّبِعًا لَهُمْ، فَهُوَ مُتَّبِعٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ أَحَبَّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّيِّبِينَ، وَتَوَلَّاهُمْ وَتَعَلَّقَ بِأَخْلَاقِهِمْ، وَتَأَدَّبَ بِأَدَبِهِمْ، فَهُوَ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْوَاضِحَةِ، وَالطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ وَالْأَمْرِ الرَّشِيدِ، وَيُرْجٰى لَهُ

النَّجَاةَ ......

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَمَا تَقُولُ فِيمَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ مُحِبٌّ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، مُتَخَلِّفٌ عَنْ مَحَبَّةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَعَنْ مَحَبَّةِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، غَيْرُ رَاضِي بِخِلَافَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ؟ هَلْ تَنْفَعُهُ مَحَبَّةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؟ قِيلَ لَهُ : مُعَاذَ اللّٰهِ، هَذِهِ صِفَةُ مُنَافِقٍ، لَيْسَتْ بِصِفَةِ مُؤْمِنٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَا يَحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَنْ آذٰى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِي وَشَهِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْخِلَافَةِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْجَنَّةِ، وَبِأَنَّهُ شَهِيدٌ، وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُحِبٌّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبَّانِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَمِيعُ مَا شَهِدَ لَهُ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضَائِلِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهَا وَمَا أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَحَبَّتِهِ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا، مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهُ، فَمَنْ لَمْ يُحِبَّ هٰؤُلَاءِ وَيَتَوَلَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَقَدْ بَرِىءَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَذَا مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَتَوَلّٰى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِهِ وَيَزْعُمُ أَنَّهُ لَا يَرْضٰى بِخِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَا عُثْمَانَ وَلَا يُحِبُّهُمْ وَيَبْرَأُ مِنْهُمْ، وَيَطْعَنُ عَلَيْهِمْ، فَنَشْهَدُ بِاللّٰهِ يَقِينًا أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَرَآءٌ مِنْهُ لَا تَنْفَعُهُ مَحَبَّتُهُمْ حَتّٰى يُحِبَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، كَمَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيمَا وَصَفَهُمْ بِهِ، وَذَكَرَ فَضْلَهُمْ، وَتَبَرَّأَ مِمَّنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ، فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَنْ ذُرِّيَّتِهِ الطَّيِّبَةِ.

هٰذَا طَرِيقُ الْعُقَلَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يَقْذِفُ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّعْنِ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، لَقَدِ افْتَرٰى عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ وَقَذَفَهُمْ بِمَا قَدْ صَانَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ وَهَلْ عَرَفْتُ أَكْثَرَ فَضَائِلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، إِلَّا مِمَّا رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ؟.

”یہ دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کا خطبہ منی میں ارشاد فرمایا اور امت کو کتاب وسنت مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔ حج سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر حکم دیا کہ کتاب اللہ کو تھامے رکھیں، اہل بیت سے محبت ومودت قائم رکھیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت رکھیں، لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضلیت اور مقام ومرتبہ سے روشناس کرایا اور عقل وبینش والے مسلمانوں کی راہنمائی کی کہ کتاب وسنت اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ ان سے محبت اور اہل بیت سے عقیدت کا دم بھریں، نیز ان کی عمدہ خصلتوں کی خوشہ چینی اور پیروی کریں۔ ایسا شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں غور کیجئے، بیان کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایسا پرتاثیر وعظ کیا کہ ہماری آنکھیں چھم چھم بہنے لگیں، دلوں پر رقت طاری ہوگئی۔ ہم عرض گزار ہوئے: اللہ کے رسول! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے، کیا وصیت فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ امیر کی طاعت گزاری کا کہتا ہوں، اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ عنقریب میری وفات کے بعد شدید اختلافات کا منہ دیکھنا پڑے گا، ایسے سمے میری سنت تھامے رکھنا اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا اور سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ دین میں نئے کام جاری کرنے سے بچیں، کیوں کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔

خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ جو ان سے محبت وعقیدت

رکھے، ان کی خلافت پر راضی ہو اور ان کی اقتدا کرے، وہ کتاب وسنت کی پیروی کر رہا ہے۔ جو پاک باز اہل بیت سے محبت ومودت کرے، ان کے خصائل حمیدہ کو اپنا شعار ودثار بنالے اور کما حقہ ادب بجالائے، ایسا شخص واضح دلیل پر قائم ہے، جادۂ مستقیم کا راہی ہے اور نجات کی امید رکھے۔ اگر کوئی کہے کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے، جو کہتا ہو کہ میں ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہوں اور علی اور حسنین رضی اللہ عنہم سے محبت نہیں رکھتا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم نہیں کرتا؟ آیا اسے ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی محبت کوئی فائدہ دے گی؟ ایسے شخص کے بارے میں کہا جائے گا: معاذ اللہ! یہ منافق کی خصلت ہے، نہ کہ مومن کی۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''آپ سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا۔'' (صحیح مسلم: ۷۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی'' (زوائد فضائل الصحابۃ للقطیعی: ۱۰۷۸، وسندہٗ حسنٌ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت، جنت اور شہادت کی خبر دی ہے، آپ اللہ و رسول کے محبّ اور اللہ و رسول آپ کے محبّ ہیں، وہ تمام فضائل جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا وغیرہ۔ جو ان نفوس قدسیہ سے محبت وعقیدت نہیں رکھتا، وہ دنیا وآخرت میں لعنتی ہے، ایسے بد بخت سے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بری ہیں۔ اسی طرح جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام سے محبت کا دم بھرے اور کہے کہ میں ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتا، نہ ہی ان سے محبت کرتا ہوں، ان سے

براءت کا اعلان کرے اور ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلائے، ایسے شخص کے متعلق ہم اللہ کو گواہ بنا کر برملا کہتے ہیں کہ سیدنا علی اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی اس سے بری ہوں گے۔ اسے ان کی محبت کچھ فائدہ نہ دے گی، تا آنکہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی محبت کرنے لگ جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان پاک باز ہستیوں کی تعریف کی ہے، فضائل بیان کیے ہیں اور ہر اس شخص سے اعلان براءت کیا ہے، جو ان سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی آل سے راضی ہو۔ یہ عقلمند مسلمانوں کا راستہ ہے۔ ہم ایسے شخص سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جو اہل بیت پر تہمت لگائے کہ انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم پر طعن کیا ہے۔ اہل بیت پر جھوٹ تھوپے گئے ہیں اور انہیں ایسی ایسی باتوں سے متہم کیا گیا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچائے رکھا۔ کیا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے اکثر فضائل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایات میں نہیں ملتے؟''

(الشّریعة : 2221/5)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّافِضَةُ فَأَشْبَهُوا النَّصَارٰى، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَ النَّاسَ بِطَاعَةِ الرُّسُلِ فِيمَا أَمَرُوا بِهٖ، وَتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا أَخْبَرُوا بِهٖ، وَنَهَى الْخَلْقَ عَنِ الْغُلُوِّ وَالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ، فَبَدَّلَتِ النَّصَارٰى دِينَ اللّٰهِ، فَغَلَوْا فِي الْمَسِيحِ فَأَشْرَكُوا بِهٖ، وَبَدَّلُوا دِينَهٗ فَعَصَوْهُ وَعَظَّمُوهُ فَصَارُوا عُصَاةً بِمَعْصِيَتِهٖ، وَبَالَغُوا فِيهِ خَارِجِينَ عَنْ أَصْلَيِ الدِّينِ وَهُمَا الْإِقْرَارُ لِلّٰهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ

وَلِرُسُلِهِ بِالرِّسَالَةِ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، فَالْغُلُوُّ أَخْرَجَهُمْ عَنِ التَّوْحِيدِ حَتّٰى قَالُوا بِالتَّثْلِيثِ وَالِاتِّحَادِ، وَأَخْرَجَهُمْ عَنْ طَاعَةِ الرَّسُولِ وَتَصْدِيقِهٖ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَنْ يَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبَّهٗ وَرَبَّهُمْ، فَكَذَّبُوهُ فِي قَوْلِهٖ : إِنَّ اللّٰهَ رَبُّهٗ وَرَبُّهُمْ، وَعَصَوْهُ فِيمَا أَمَرَهُمْ بِهٖ .

وَكَذٰلِكَ الرَّافِضَةُ غَلَوْا فِي الرُّسُلِ، بَلْ فِي الْأَئِمَّةِ، حَتَّى اتَّخَذُوهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ، فَتَرَكُوا عِبَادَةَ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهُ الَّتِي أَمَرَهُمْ بِهَا الرُّسُلُ، وَكَذَّبُوا الرَّسُولَ فِيمَا أَخْبَرَ بِهٖ مِنْ تَوْبَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَاسْتِغْفَارِهِمْ، فَتَجِدُهُمْ يُعَطِّلُونَ الْمَسَاجِدَ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ، فَلَا يُصَلُّونَ فِيهَا جُمْعَةً وَلَا جَمَاعَةً، وَلَيْسَ لَهَا عِنْدَهُمْ كَبِيرُ حُرْمَةٍ، وَإِنْ صَلَّوْا فِيهَا صَلَّوْا فِيهَا وُحْدَانًا، وَيُعَظِّمُونَ الْمَشَاهِدَ الْمَبْنِيَّةَ عَلَى الْقُبُورِ فَيَعْكُفُونَ عَلَيْهَا مُشَابَهَةً لِّلْمُشْرِكِينَ، وَيَحُجُّونَ إِلَيْهَا كَمَا يَحُجُّ الْحَاجُّ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَجْعَلُ الْحَجَّ إِلَيْهَا أَعْظَمَ مِنَ الْحَجِّ إِلَى الْكَعْبَةِ، بَلْ يَسُبُّونَ مَنْ لَا يَسْتَغْنِي بِالْحَجِّ إِلَيْهَا عَنِ الْحَجِّ الَّذِي فَرَضَهُ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَمَنْ لَا يَسْتَغْنِي بِهَا عَنِ

الْجُمْعَةِ وَالْجَمَاعَةِ.

’’روافض دراصل نصاریٰ کے مشابہ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان معاملات میں رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے، جو رسل عظام لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور ان باتوں کی تصدیق کرنے کا حکم دیا ہے، جو رسل عظام انہیں خبر دیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو غلو اور شرک سے منع کیا ہے، مگر نصاریٰ نے اللہ کے دین کو بدل دیا، انہوں نے مسیح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا اور انہیں (رب تعالیٰ کا) شریک بنا لیا، نصاریٰ نے اللہ کے دین کو بدل کر اس کی نافرمانی کی اور بہت بڑی نافرمانی کی، تو وہ رب تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے نافرمان بن گئے، وہ اس نافرمانی میں اتنا حد سے بڑھ گئے کہ وہ دین کی دو بنیادوں سے بھی خارج ہو گئے، وہ دو بنیادیں یہ ہیں: ① اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ② اللہ کے رسولوں کی رسالت کا اقرار۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

غلو نے نصاریٰ کو توحید سے نکال باہر کیا، یہاں تک کہ وہ تثلیث اور وحدۃ الوجود کے قائل ہو گئے اور انہیں رسول کی اطاعت اور تصدیق سے بیگانہ کر دیا کہ رسول (عیسیٰ علیہ السلام) نے انہیں حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو، جو اس (عیسیٰ علیہ السلام) کا بھی رب ہے اور ان کا بھی۔ تو انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس قول میں جھوٹا قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان (عیسیٰ علیہ السلام) کا رب ہے اور ان لوگوں کا بھی۔‘‘ اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جس کام کا حکم دیا، اس کی انہوں نے نافرمانی کی ہے۔

نصاریٰ کی طرح روافض نے بھی رسولوں کے بارے میں غلو کیا، بلکہ اپنے ائمہ کے بارے میں غلو کیا، یہاں تک کہ روافض نے اپنے ائمہ کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا، انہوں نے اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کو ترک کر دیا ہے کہ جس کا حکم رسولوں نے دیا ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس بارے میں تکذیب کی ہے کہ جو آپ ﷺ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی توبہ اور استغفار کی خبر دی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ روافض مساجد کو بے آباد کر دیتے ہیں کہ جنہیں بلند کرنے اور ان میں رب تعالیٰ کا ذکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ وہ ان مساجد میں نہ جمعہ ادا کرتے ہیں اور نہ نماز باجماعت۔ ان کے یہاں ان مساجد کی کوئی بڑی حرمت اور احترام نہیں ہے، اگر وہ مساجد میں نماز پڑھتے بھی ہیں، تو اکیلے اکیلے، (اس کے برعکس) وہ قبروں پر بنائے گئے مزاروں کی تعظیم کرتے ہیں، مشرکوں کی مشابہت میں وہاں کھڑے ہوتے ہیں، ان کی زیارت کا قصد کرتے ہیں، جیسے حاجی بیت اللہ کا قصد کرتا ہے، ان میں سے بعض (غالی) ایسے ہیں، جنہوں نے مزاروں کی طرف قصد کرنے کو کعبہ کی طرف قصد کرنے سے افضل قرار دیا ہے، بلکہ ان لوگوں کو برا بھلا بھی کہتے ہیں، جو مزاروں کی طرف قصد کرنے کو بیت اللہ کی طرف قصد کرنے سے کافی نہیں سمجھتے اور جو مزاروں پر حاضری کو جمعہ اور باجماعت نماز میں حاضر ہونے سے کافی نہیں سمجھتے۔“

(مِنهاج السّنة :1/473-474)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ فَقَالَ : أَحَمْزُهَا .

”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: جس عمل میں زیادہ مشقت اٹھانی پڑے۔“

(المَبسوط للسّرخسي الحنفي :25/1)

جواب: روایت بے سند اور بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مِنْ غَرَائِبِ الْأَحَادِيثِ، وَلَمْ يُرْوٰى فِي شَيْءٍ مِّنَ الْكُتُبِ السِّتَّةِ .

”یہ بے اصل احادیث میں سے ہے، کتب ستہ میں سے کسی کتاب میں روایت نہیں کی گئی۔“

(المَقاصد الحَسنة للسّخاوي، ص 130)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ . ”بے اصل روایت ہے۔“

(مَدارج السّالكين :106/1)

❀ علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

”اس کی سند کا کوئی علم نہیں۔“

(المَوضوعات لملا علي القاري الحنفي : 50)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(حاشية البَيضاوي : 441/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ يَنَامُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ : لَا، النَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ .

''پوچھا گیا : اللہ کے رسول! کیا جنتی (جنت میں) سوئیں گے۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ نیند موت کا بھائی ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 3517)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔ جس سند میں سفیان کی متابعت ہوئی ہے، وہ سند بھی ضعیف ہے۔

سوال: امام کو قرأت میں لقمہ دینا کیسا ہے؟

جواب: امام کو قرأت میں غلطی لگ جائے یا وہ بھول جائے، تو اسے لقمہ دیا جا سکتا ہے، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهٗ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ .

”مجھے کیا ہے کہ میں آپ کو نماز میں بکثرت تصفیق (امام کو متنبہ کرنے کے لیے ہتھیلی کو ہتھیلی کی پشت پر مارنا) کرتے دیکھ رہا تھا؟ اگر کسی کو نماز میں عارضہ پیش آئے، تو سبحان اللہ کہے، کیونکہ جب سبحان اللہ کہا جائے گا، تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی۔ بلاشبہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔“

(صحیح البخاري : 684، صحیح مسلم :421)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ إِذَا احْتَاجَ إِلٰى ذِكْرِهٖ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ، وَإِذَا جَازَ التَّسْبِيحُ جَازَتِ التِّلَاوَةُ لِأَنَّهَا ذِكْرٌ .

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ حسب ضرورت امام کو لقمہ دینا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اگر کسی کو نماز میں عارضہ پیش آئے، تو سبحان اللہ کہے۔“ جب سبحان اللہ کہنا جائز ہے، تو (لقمہ دینے کے لیے) تلاوت بھی جائز ہے، کیونکہ تلاوت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔“

(الاستذکار : 310/2)

سوال: ولایت کو نبوت پر فائق سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مخلوق میں نبوت و رسالت سب سے بڑا منصب ہے، یہ وہبی ہے، کسبی نہیں، جبکہ ولایت کسبی ہے، کوئی بھی شخص عقائد و اعمال کی اصلاح کر لے، تو اسے ولایت حاصل ہو سکتی ہے، مگر نبوت اسی کو عطا ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند کر لے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہ ہوگا۔

ولایت کونبوت یا رسالت سے افضل کہنا کفر والحاد ہے، ایسا شخص ملحد، زندیق اور مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔

✿ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ ذَهَبَ إِلٰى أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسَبَةٌ لَّا تَنْقَطِعُ، أَوْ إِلٰى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ يَّجِبُ قَتْلُهُ، وَقَدِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ نَاسٌ، فَقَتَلَهُمُ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَكَانَ فِي عَصْرِنَا شَخْصٌ مِّنَ الْفُقَرَاءِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بِمَدِينَةِ مَالِقَةَ، فَقَتَلَهُ السُّلْطَانُ بْنُ الْأَحْمَرِ، مَلِكُ الْأَنْدَلُسِ بِغَرْنَاطَةَ، وَصُلِبَ إِلٰى أَنْ تَنَاثَرَ لَحْمُهُ.

”جو یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسبی ہے، منقطع نہیں ہوتی، یا سمجھتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، وہ زندیق ہیں، انہیں قتل کرنا واجب ہے۔ جب بھی کسی نے نبوت کا دعوی کیا، مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں مالقہ نامی شہر کے ایک فقیر نے نبوت کا دعوی کیا، تو اندلس کے بادشاہ سلطان بن احمر نے اسے غرناطہ میں قتل کروا دیا اور اسے پھانسی دے دی، یہاں تک کہ اس کا گوشت بکھر گیا۔“

(البحر المُحیط : 485/8)

سوال: ایک گائے کی قربانی میں تین لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: ہو سکتے ہیں، کیونکہ گائے کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں اور کم سے کم کی کوئی تعداد متعین نہیں۔

✿ علمائے احناف نے لکھا ہے:

لَمَّا جَازَ عَنْ سَبْعَةٍ فَمَا دُونَهَا أَوْلٰى، وَلَا يَجُوزُ عَنْ ثَمَانِيَةٍ لِعَدَمِ النَّقْلِ فِيهِ .

”جب ایک گائے سات افراد کو کفایت کرتی ہے، تو کم افراد کو بالا ولیٰ کفایت کرے گی، البتہ آٹھ افراد کی شراکت جائز نہیں، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔“

(البِناية للعيني الحنفي : 16/12، تكملة البحر الرّائق للطّوري الحنفي : 198/8)

سوال: بیت اللہ کے طواف کا آغاز کہاں سے کیا جائے گا؟

جواب: طواف کعبہ کا آغاز حجر اسود سے کیا جائے گا۔ اس پر اجماع ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَّمَشٰى أَرْبَعًا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے لے کر (واپس) حجر اسود تک تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔“

(صحيح مسلم : 1218، المُنتقٰى لابن الجارود : 455)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الطَّائِفَ يَبْتَدِئُ طَوَافَهٗ مِنَ الْحَجَرِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ طواف کرنے والا طواف کا آغاز حجر اسود سے کرے گا، اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔“

(الاستذكار : 190/4)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا بے وضو شخص قرآن کریم کو پکڑ سکتا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کو بے وضو ہاتھ میں پکڑ کر تلاوت کرنا درست نہیں۔ سلف صالحین نے قرآن وسنت کی نصوص سے یہی سمجھا ہے۔ قرآن وسنت کا وہی فہم معتبر ہے جو اسلافِ امت نے لیا ہے۔ مسلک اہل حدیث اسی کا نام ہے۔

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعة : ٧٩)

”اس (قرآنِ کریم) کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔“

اس آیتِ کریمہ میں پاک لوگوں سے مراد اگرچہ فرشتے ہیں، لیکن اشارۃ النص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان بھی پاک ہو کر ہی اسے چھوئیں۔

❀ علامہ ابو عبد اللہ حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ إِنَّمَا وَصَلَتْ إِلٰى مَسِّ ذٰلِكَ الْكِتَابِ لِأَنَّهُمْ مُطَهَّرُونَ، وَالْمُطَهَّرُ هُوَ: الْمُيَسَّرُ لِلْعِبَادَةِ وَالْمَرْضِيُّ لَهَا، فَثَبَتَ أَنَّ الْمُطَهَّرَ مِنَ النَّاسِ هُوَ الَّذِي يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يَمَسَّ الْمُصْحَفَ، وَالْمُحْدِثُ لَيْسَ كَذٰلِكَ، لِأَنَّهٗ مَمْنُوعٌ عَنِ

الصَّلَاةِ وَالطَّوَافِ، وَالْجُنُبُ وَالْحَائِضُ مَمْنُوعَانِ عَنْهُمَا وَعَنْ قِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ حَمْلُ الْمُصْحَفِ وَلَا مَسُّهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''فرشتے اس کتاب کو چھو لیتے ہیں، کیونکہ وہ پاک ہیں۔ مطہر (پاک) وہ ہوتا ہے، وہ عبادت کے لیے میسر ہو اور عبادت کے لیے پسندیدہ ہو، ثابت ہوا کہ لوگوں میں سے مطہر (پاک) وہ شخص ہے، جس کے لیے مصحف کو چھونا جائز ہے، جبکہ بے وضو شخص ایسا نہیں ہے، کیونکہ اسے نماز اور طواف سے منع کیا گیا ہے۔ جنبی اور حائضہ کو ان دونوں عبادات سے منع کیا گیا ہے، نیز انہیں قرآن کی تلاوت سے بھی منع کیا گیا ہے، لہٰذا مصحف کو اٹھانا اور اسے چھونا ان کے لیے جائز نہیں، واللہ اعلم!''

(المِنهاج في شُعب الإيمان : 228/2، مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي :320/1)

❀ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ يَعْنِي الْمَلَائِكَةَ وَالنَّاسَ، فَكَمَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَمَسَّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، كَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ أَنْ يَمَسَّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ مِنَ النَّاسِ لِأَنَّ الْمُحْدِثَ، وَالْجُنُبَ لَا يَجُوزُ لَهُمَا أَنْ يَمَسَّا الْمُصْحَفَ حَتّٰى يَتَطَهَّرَا.

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ ''اس (قرآنِ کریم) کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔'' سے مراد فرشتوں اور لوگوں میں سے پاک

لوگ ہیں، پس جیسے قرآن کریم کو پاکیزہ فرشتے ہی چھو سکتے ہیں، اسی طرح لوگوں میں سے بھی قرآن کریم کو پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں، کیونکہ بے وضو اور جنبی کے لیے قرآن کریم کو تب تک چھونا جائز نہیں، جب تک وہ دونوں پاک نہ ہو جائیں۔‘‘

(الحُجّة في بَيان المَحجة : 172/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

وَصَفَهٗ بِالتَّنْزِيلِ وَهٰذَا ظَاهِرٌ فِي الْمُصْحَفِ الَّذِي عِنْدَنَا فَإِنْ قَالُوا الْمُرَادُ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمَلَائِكَةُ الْمُطَهَّرُونَ ...... فَالْجَوَابُ أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿تَنْزِيلٌ﴾ ظَاهِرٌ فِي إِرَادَةِ الْمُصْحَفِ فَلَا يُحْمَلُ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا بِدَلِيلٍ صَحِيحٍ صَرِيحٍ ...... وَاسْتَدَلَّ أَصْحَابُنَا ...... بِأَنَّهٗ قَوْلُ عَلِيٍّ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَمْ يُعْرَفْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فِي الصَّحَابَةِ .

’’اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ’’تنزیل‘‘ (تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا) کے ساتھ متصف کیا ہے، یہ لفظ ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہی مصحف ہے، جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے، جسے صرف پاکیزہ فرشتے ہی چھوتے ہیں۔ ......تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿تَنْزِيلٌ﴾ ’’تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کردہ ہے۔‘‘ اس معنی میں ظاہر

ہے کہ یہاں مراد مصحف ہے، لہٰذا اسے کسی دوسرے معنی پر تب ہی محمول کیا جائے گا، جب اس بارے میں صریح اور صحیح دلیل موجود ہو۔...... ہمارے اصحاب نے اس پر دلیل سیدنا علی، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے قول سے لی ہے، صحابہ میں کوئی بھی ان کا مخالف معلوم نہیں۔''

(المَجموع: 72/2)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَنْبَطَ الْعُلَمَاءُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، مِنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ: أَنَّ الْمُحْدِثَ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ ...... لِأَنَّ الْمَلَائِكَةَ يُعَظِّمُونَ الْمَصَاحِفَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلَى الْقُرْآنِ فِي الْمَلَأَ الْأَعْلٰى، فَأَهْلُ الْأَرْضِ بِذٰلِكَ أَوْلٰى وَأَحْرٰى، لِأَنَّهُ نَزَلَ عَلَيْهِمْ، وَخِطَابُهُ مُتَوَجِّهٌ إِلَيْهِمْ، فَهُمْ أَحَقُّ أَنْ يُقَابِلُوهُ بِالْإِكْرَامِ وَالتَّعْظِيمِ، وَالْاِنْقِيَادِ لَهٗ بِالْقَبُولِ وَالتَّسْلِيمِ.

''اہل علم نے ان دونوں آیات سے استنباط کیا ہے کہ بے وضو شخص مصحف کو نہیں چھوئے گا۔...... کیونکہ فرشتے ملأ الاعلیٰ میں ان صحیفوں کی تعظیم کرتے ہیں، جو قرآن کریم پر مشتمل ہیں، تو زمین والے ایسی تعظیم کرنے کے زیادہ حق دار اور لائق ہیں، کیونکہ یہ قرآن زمین والوں پر نازل ہوا ہے اور اس قرآن کا خطاب ان کی طرف متوجہ ہے، لہٰذا ان کا زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ مصحف قرآنی کا اکرام اور تعظیم بجا لائیں، نیز قبول و تسلیم کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی کریں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 218/7)

علامہ بابرتی حنفی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِي النَّهْيِ عَنْ مَسِّ الْمُصْحَفِ لِغَيْرِ الطَّاهِرِ .

”آیت کریمہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کے لیے مصحف کو چھونا منع ہے۔“

(العِناية شرح الهداية :168/1)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ .

”آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کو صرف طہارت کی حالت میں چھوتے تھے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ صحيحٌ)

مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُمْسِكُ الْمُصْحَفَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَاحْتَكَكْتُ، فَقَالَ لِي سَعْدٌ : لَعَلَّكَ مَسِسْتَ ذَكَرَكَ ؟، قَال : قُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : فَقُمْ، فَتَوَضَّأْ، فَقُمْتُ، فَتَوَضَّأْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ .

”میں اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس قرآنِ کریم کا نسخہ پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے جسم پر خارش کی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی شرمگاہ کو چھوا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تو انہوں نے فرمایا: جائیے اور وضو کیجئے۔ میں نے وضو کیا، پھر واپس آیا۔“

(الموطّا للإمام مالك :42/1، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوا﴾(النّساء : ٤٣)

”جنبی بھی جب تک غسل نہ کرلے، تب تک نماز کے قریب نہ جائے، علاوہ اس کے کہ وہ (مسجد کو) عبور کرنے والے ہوں۔“

معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں، البتہ جنبی کو مجبوری کی حالت میں مسجد کو عبور کرنا ہو، تو جائز ہے۔

یاد رہے کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی کا ایک ہی حکم ہے، الا یہ کہ کوئی استثنا آجائے۔

❀ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ لَا يَجُوزُ لَهُ اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ فَأَحْرٰى أَلَّا يَجُوزَ لَهٗ مَسُّ الْمُصْحَفِ وَلَا الْقِرَاءَةُ فِيهِ، إِذْ هُوَ أَعْظَمُ حُرْمَةً .

”جب جنبی کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں، تو زیادہ لائق ہے کہ اس کے لیے قرآن کریم کو چھونا اور اس میں دیکھ کر پڑھنا جائز نہ ہو، کیونکہ قرآن کریم کی حرمت مسجد سے زیادہ ہے۔“

(تفسير القرطبي : 208/5)

قرآنِ کریم کو بغیر وضو زبانی پڑھا جا سکتا ہے، لیکن بے وضو شخص ہاتھ میں پکڑ کر اس کی تلاوت نہیں کر سکتا۔ یہی قول راجح ہے کیونکہ سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں قرآن وسنت کی نصوص سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

سوال: کیا مولانا مودودی صاحب اہل سنت میں سے تھے؟

جواب: مولانا مودودی صاحب کا منہج اور طریقہ استدلال اہل سنت والا نہیں تھا۔

عقائد وصفات میں سلف کے پیرو نہ تھے۔

❀ سید نور الحسن بخاری دیو بندی صاحب (م۱۹۸۴ء) لکھتے ہیں:

''اپنے اس طرزِ عمل کے پیش نظر مودودی صاحب دینی دنیا میں اپنا مقام خود متعین کر لیں۔ کیا اس مؤقف کے بعد بھی انہیں سوادِ اعظم اہل سنت میں رہنے کا حق باقی رہتا ہے؟ اور وہ سنی مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں؟ اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو انہیں اپنے آپ کو سبائی تسلیم کر کے اعلان کر دینا چاہیے کہ مسلک اہل سنت سے میرا کوئی تعلق نہیں، تاکہ بھولے بھالے اہل سنت کو اپنے امیر کی حقیقت معلوم ہو جائے اور وہ دھوکے میں نہ رہیں۔''

(عادلانہ دفاع، ص47)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''ایک جاہل اور متعصب رافضی اگر اس طرح قلم گھسیٹ کر بیسوں صفحے سیاہ کرتا، تو اس کا تعلیم یافتہ نوجوانوں پر خاک بھی اثر نہ ہوتا، بلکہ لوگ ان مضامین کو پڑھ کر اپنا وقت ضائع نہ کرتے، لیکن مودودی صاحب کے قلم سے جب یہ مضامین سامنے آئے، تو سینکڑوں نوجوانوں نے ان سے اثر لیا اور جو ''زہر'' ان مضامین میں مخفی ہے، مولانا کے معتقدین تو اسے ''آبِ زوال'' سمجھ کر پی گئے۔ صحابہ کرام کی عزت و ناموس پر ان حملوں سے اہل سنت کو دلی قلق و اضطراب لاحق ہوا اور دشمنانِ صحابہ کا سنگین دل باغ باغ ہو گیا۔

اس طرح ایک مودودی صاحب نے اسلام کو وہ صدمہ پہنچایا، جو ایک ہزار سبائی و رافضی نہ پہنچا سکے۔

رحیم یار خان کی ایک دینی و علمی شخصیت نے مجھ سے بیان فرمایا کہ شہر کے ایک تعلیم یافتہ نوجوان نے ان سے کہا:

''مولانا! دیکھا آپ کے مولانا مودودی نے کیا کمال کر دکھایا ہے اور مخفی تاریخی جواہرات و نوادرات کو منظر عام پر لے آئے ہیں، کیا ''ترجمان القرآن'' میں مولانا کے تحقیقی مضامین کا یہ بے نظیر سلسلہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟

اس پر اہل سنت کے ان محبوب و معتمد بزرگ نے برجستہ فرمایا:

''کون کہتا ہے، مودودی صاحب ہمارے ہیں؟ حقیقت میں تو وہ آپ ہی کے ہیں، اب تک تقیہ کر کے بہ تکلف ہمارے بنے رہے، شکر ہے کہ ان مضامین وہ عریاں ہو کر تمہارے ہو گئے۔''

(عادلانہ دفاع، ص32-33)

❀ مزید لکھتے ہیں:

''مودودی صاحب کے نزدیک اصول یہ ہوا کہ ''یا تو احادیث و روایات کا سارا دفتر قبول کرو یا سارا رد کرو۔'' کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ''یہ حدیث صحیح ہے، اسے ہم قبول کریں گے اور یہ موضوع ہے، اسے رد کریں گے۔'' اگر فقہا عصر حاضر کا یہی اُصول ہے، تو پھر دین کا خدا حافظ، پھر ہمارا سارا علم اسمائے رجال لاحاصل۔ محدثین کرام کی اس سلسلہ میں تمام مساعی بے سود و فضول۔ معاذ اللہ! اس اصول کے پیش نظر کیا مودودی صاحب پرویز وغیرہ منکرین حدیث کو یہ حق دیں گے کہ وہ دو چار دس بیس فضول و موضوع روایات پیش کر کے کہیں کہ یا ان ''خرافات'' کو بھی قبول کرو یا صحیح بخاری اور صحیح مسلم تک سارا دفتر حدیث جلا

دو، کیونکہ یہ اصول تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ حدیث کی کتابوں میں جو یہ موضوع روایات ہیں، وہ تو سب غلط ہیں اور انہی کتابوں کی دوسری صحیح روایات سب صحیح ہیں۔ یا تو حدیث کی تمام کتابوں کی جمیع احادیث بمع موضوع روایات وخرافات قبول کرو یا حدیث کی تمام کتابوں کے پورے مندرجات سے ہاتھ دھولو۔

اس کج بحثی کے جواب میں مودودی صاحب یہی کہیں گے کہ دیکھو میاں! من اولہ الٰی آخرہ تو صرف اللہ کی کتاب ہی صحیح ہے، دوسری ہر کتاب میں عدم صحت کا امکان ہے، ہم ہر حدیث کو دیکھیں گے، اس کے راویوں کو جانچیں گے، پھر اس کے مضامین پر غور کریں گے، اگر روایۃ ودرایۃً وہ حدیث معیار صحت پر پوری اتری، تو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور اگر موضوع ثابت ہوئی، تو رد کر دیں گے۔

اسی طرح ہم بھی مودودی صاحب کی کج بحثی کے جواب میں عرض کریں گے کہ حضرت! صحابہ کرام سے متعلق ہم کسی کتاب کی ہر بات کو قبول نہیں کریں گے، جو باتیں صحیح اور صحابہ کرام کی شان رفیع وعظیم سے مطابقت رکھتی ہوں گی، وہ قبول کریں گے اور جو غلط اور صحابہ کرام کے خلاف ہوں گے، وہ بڑی بے تکلفی سے رد کر دیں گے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، مؤرخ اسلام حضرت امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ واضح ہو کہ مودودی صاحب ان کی عظمت کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

"حافظ ابن کثیر، جن کا مرتبہ مفسر، محدث اور مؤرخ کی حیثیت سے تمام اُمت

میں مسلم ہے، ان کی تاریخ ''البدایۃ والنھایۃ'' تاریخ اسلام کے بہترین ماخذ میں شمار ہوتی ہے۔ (ترجمان القرآن، ماہ ستمبر ۶۵ء، ص ۶۵)''

اب اس سلسلہ میں مؤرخ عظیم وجلیل، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا ارشاد ملاحظہ کیجیے، آپ رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ ہی میں رقم طراز ہیں:

''اور بہت سے مؤرخین مثلاً ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ نے مجہول راویوں سے ایسی خبریں ذکر کی ہیں، جو صحاح سے ثابت شدہ حقائق کے مخالف ہیں۔

هِيَ مَرْدُودَةٌ عَلٰى قَائِلِيهَا وَنَاقِلِيهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَالْمَظْنُونُ بِالصَّحَابَةِ خِلَافُ مَا يَتَوَهَّمُ كَثِيرٌ مِّنْ جَهَلَةِ الرَّافِضَةِ وَأَغْبِيَاءِ الْقُصَّاصِ الَّذِينَ لَا تَمْيِيزَ عِنْدَهُمْ بَيْنَ صَحِيحِ الْأَخْبَارِ وَضَعِيفِهَا، وَمُسْتَقِيمِهَا وَسَقِيمِهَا ....

''یہ سب اپنے کہنے والوں اور نقل کرنے والوں کے منہ پر ماردی جائیں گی، واللہ اعلم! اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن ظن مقتضی ہے، بہت سے روافض اور احمق قصہ خوانوں کے اوہام (باطلہ) کے خلاف کا، جن کو صحیح وضعیف اور درست ونادرست روایتوں میں کوئی تمیز نہیں ......۔'' (البدایۃ والنھایۃ: ۲۱۳/۱۰)

غور فرمایئے! امام کبیر وشہیر اور مودودی صاحب کے ممدوح ومعتمد علیہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تو مؤرخین حتیٰ کہ ابن جریر کی اخبار وروایات کو مردود قرار دے کر ان اخبار کے قائلین وناقلین کے منہ پر مار رہے ہیں۔ ادھر ایک ہمارے ''امام'' (مودودی صاحب) ہیں کہ ابن ابی الحدید اور مسعودی ایسے بددین مؤرخین کی تمام روایات کو اُمت کے سر منڈھنے پر مصر ہیں، کیونکہ یہ ہماری ''اسلامی

تاریخ'' ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!''

(عادلانہ دفاع،ص27-29)

✿ علامہ قاضی احسان احمد دیوبندی صاحب (صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان) فرماتے ہیں:

''مودودی صاحب کا یہ کھیل کوئی نیا نہیں، یہ تو ان کا پرانا تفریحی مشغلہ ہے اور ان کے اس تفریحی شغل وشکار سے حضرات انبیا علیہم السلام تک نہیں بچ سکے، چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے سیدنا یونس علیہ السلام کو یوں ہدفِ ناوِک بے داد بنایا:

''تاہم قرآن کے ارشادات اورصحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئیں تھی اور غالباً انہوں نے بے صبر ہوکر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔'' (تفہیم القرآن،جلد دوئم،ص۳۱۲)

جوشوخ وبے باک قلم ایک معصوم نبی کو فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کرنے والا اور بے صبر لکھ سکتا ہے، وہ حضرت صحابہ کے خلاف کیا کچھ نہیں لکھے گا۔ پھر اس قلم کی ''آوارہ خرامی'' سے خود رسول مقبول ﷺ بھی نہیں بچ سکے، لکھتا ہے:

''حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہوجائے گا، یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو،لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ صحیح نہ تھا۔'' (رسائل ومسائل،طبع اول،ستمبر ۵۱ء،ص۵۷)

غیور اہل علم و ایمان نے اس ایمان سوز تعبیر کے خلاف احتجاج کیا، تو طبع دوم، جون ۵۴ء میں یہ لکھا کہ:

''حضور کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔''

جب ملت نے اس ''گل افشانی'' کو بھی برداشت نہ کیا، تو طبع سوم جون ۶۳ء، ص ۴۹ میں لکھا:

''لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا؟''

کیا یہ سید الانبیاء ﷺ کی صریح توہین اور فکر نبوت کی صاف تغلیط نہیں؟ پھر حضور ﷺ کی شان میں یہ گستاخی! اور ایک ہی قلم سے یک بعد دیگرے ادلتی بدلتی متعدد تحریریں، پھر یہ دعویٰ کہ ''ابھی تک دجال نہیں آیا'' ستم ظریفی کی انتہا نہیں، تو اور کیا ہے؟

اسی خروج دجال ہی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''ان اُمور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں، وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں، جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔''

(رسائل ومسائل، طبع اول، ص ۵۵)

پھر معاذ اللہ یہ شک حضور علیہ السلام کو عمر بھر رہا، لکھتے ہیں:

''کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا، کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام وعراق کے درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے ابن صیاد نامی اس یہودی بچے پر، جو مدینہ میں (غالباً ۲ھ یا ۳ھ میں) پیدا ہوا

تھا، یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو۔ اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ھ میں جب فلسطین کے عیسائی راہب (تمیم داری) نے آ کر اسلام قبول کیا ......۔

(رسائل ومسائل، طبع اول، ص ۵۵)

(مقدمہ عادلانہ دفاع، ص ھ۔ز)

سوال: کیا حاملہ کو طلاق دینا بدعی طلاق ہے؟

جواب: حمل ظاہر ہونے کے بعد حاملہ کو طلاق دینا جائز ہے، حالت حمل میں دی گئی ایک طلاق، بدعی نہیں، بلکہ سنی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .

(الطّلاق : ٦)

”عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان کا نفقہ تم پر واجب ہے۔“

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مُرْهُ، فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا، أَوْ حَامِلًا .

”انہوں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیجیے، پھر طہر یا حمل میں طلاق دیں۔“

(صحيح البخاري : 5252، صحيح مسلم : 1471، واللفظ لهٗ)

یہ حدیث دلیل ہے کہ حمل میں دی گئی طلاق سنی ہے، بدعی نہیں۔ اگر بدعی ہوتی، تو نبی

کریم ﷺ اس کی تعلیم نہ دیتے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ طَلَاقَ الْحَامِلِ إِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا طَلَاقُ سُنَّةٍ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً وَأَنَّ الْحَمْلَ كُلَّهُ مَوْضِعٌ لِلطَّلَاقِ .

''ہمیں اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ حاملہ کا حمل واضح ہونے پر اسے طلاق دینا، سنی طلاق ہے، اگر اسے ایک طلاق دے، نیز حمل کے سارا دورانیے میں ہی طلاق دی جا سکتی ہے۔''

(الاستذکار: 139/6)

سوال: سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق کے بعد کس جنت میں ٹھہرایا گیا؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد اسی جنت میں ٹھہرایا گیا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے تیار کی ہے اور روز آخرت انہیں عطا کریں گے۔

بعض فلاسفہ اور ملحدین کا دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام کو جس جنت میں ٹھہرایا گیا، وہ دنیا کی کوئی جنت (باغ) ہے، آسمان والی جنت نہیں۔ یہ نظریہ کتاب وسنت اور اسلاف اُمت کے اجماع کے خلاف ہے۔

❀ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''جنت پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا،

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(التّوبة : ٨٩)

”نیکوکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات تیار کررکھے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

❁ فرمان خداوندی ہے:

﴿أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾(الحدید : ٢١)

”جنت ان کے لیے تیار ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾(الأعراف : ١٩)

”اے آدم! آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں بسیرا کیجئے۔“

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

الْجَنَّةُ الَّتِي أَسْكَنَهَا آدَمَ وَزَوْجَتَهٗ عِنْدَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ هِيَ جَنَّةُ الْخُلْدِ وَمَنْ قَالَ : إِنَّهَا جَنَّةٌ فِي الْأَرْضِ بِأَرْضِ الْهِنْدِ أَوْ بِأَرْضِ جُدَّةَ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ مِنَ الْمُتَفَلْسِفَةِ وَالْمُلْحِدِينَ أَوْ مِنْ إِخْوَانِهِمُ الْمُتَكَلِّمِينَ الْمُبْتَدِعِينَ فَإِنَّ هٰذَا يَقُولُهٗ مَنْ يَّقُولُهٗ مِنَ الْمُتَفَلْسِفَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، وَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ يَرُدَّانِ هٰذَا الْقَوْلَ وَسَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا مُتَّفِقُونَ عَلٰى بُطْلَانِ هٰذَا الْقَوْلِ .

”اسلاف امت اور اہل سنت کے نزدیک جس جنت میں آدم علیہ السلام اور ان کی

زوجہ کو ٹھہرایا، وہ جنت خلد ہے۔ جو کہتا ہے کہ یہ ارضی جنت تھی، جو سرزمین ہند یا جُدہ وغیرہ میں تھی، وہ فلاسفہ، ملحدین یا بدعتی متکلمین میں سے ہے۔ جو یہ بات کرتا ہے، وہ فلسفی اور معتزلی ہے۔ کتاب وسنت اس قول کا رد کرتے ہیں۔ اسلاف امت اور ائمہ اس قول کے بطلان پر متفق ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 347/4)

سوال: جو اہل حدیث سے بغض رکھے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حدیث اہل سنت والجماعت کا دوسرا نام ہے۔ یہ نام گروہ محدثین نے رکھا، بعد میں ان کے ماننے والوں کا نام بھی اہل حدیث پڑ گیا۔

آسمان اس بات پر شاہد ہے کہ اہل حدیث محدثین کے متفقہ عقیدہ وعمل کے تسلسل کا نام ہے۔ محدثین کا متفقہ عقیدہ وعمل مبنی بر وحی ہے۔ اس عقیدہ واعمال کے حاملین کے خلاف وہی ہوسکتا ہے، جو گمراہ اور ملحد ہوگا۔

اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے انصار ومعاون ہیں۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ کبھی بھی ان کا مخالف نہیں ہوسکتا۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اہل حدیث کی مدح میں رطب اللسان ہیں اور ان کے اعداء ومخالفین کے بارے میں فرماتے ہیں:

يَا مُبْغِضًا أَهْلَ الْحَدِيثِ وَشَاتِمًا
أَبْشِرْ بِعَقْدِ وَلَايَةِ الشَّيْطَانِ
أَوَ مَا عَلِمْتَ بِأَنَّهُمْ أَنْصَارُ دِيـ
ـنِ اللّٰهِ وَالْإِيمَانِ وَالْقُرْآنِ

أَوَ مَا عَلِمْتَ بِأَنَّ أَنْصَارَ الرَّسُوْ

لِ هُمْ بِلَا شَكٍّ وَلَا نُكْرَانٍ

هَلْ يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ

أَوْ مُدْرِكٌ لِرَوَائِحِ الْإِيمَانِ

''اے اہل حدیث سے بغض رکھنے والے اور انہیں برا بھلا کہنے والے! تمہیں شیطان کی دوستی مبارک ہو۔

کیا تو جانتا نہیں کہ اہل حدیث اللہ کے دین، ایمان اور قرآن کے انصار (محافظ و مددگار) ہیں۔

کیا تو جانتا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے انصار بھی یہی ہیں، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور نہ یہ انکار والی بات ہے۔

کیا انصار (دین کے محافظ و مددگاروں) سے بغض کوئی ایسا شخص رکھ سکتا ہے، جو صاحب ایمان ہو اور وہ ایمان کی خوشبوؤں کو پانے والا ہو؟''

(قصيدة نونية، ص281)

سوال: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مکمل نام کیا ہے؟

جواب: امام ربانی، مجدد ملت اسلامی، علامہ، مجاہد، شیخ الاسلام تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، حرانی رحمہ اللہ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ)

❁ علامہ ابو البقاء سبکی رحمہ اللہ (۷۷۷ھ) فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ يَا فُلَانُ مَا يُبْغِضُ ابْنَ تَيْمِيَةَ إِلَّا جَاهِلٌ أَوْ صَاحِبُ هَوٰى

فَالْجَاهِلُ لَا يَدْرِي مَا يَقُولُ وَصَاحِبُ الْهَوٰى يَصُدُّهٗ هَوَاهُ عَنِ

الْحَقِّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِهِ .

”اللہ کی قسم! اے فلاں! ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بغض وہی رکھتا ہے، جو جاہل ہو گا یا خواہش پرست (بدعتی)۔ جاہل کو تو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، جبکہ خواہش پرست کو اس کی خواہش حق قبول کرنے سے روکتی ہے، حالانکہ وہ حق کو پہچانتا بھی ہے۔“

(الرّدّ الوافر لابن ناصر الدين، ص 24)

سوال: جامعہ اسلامیہ مدینہ سعودیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مدینہ یونیورسٹی سلفیوں کی نمائندہ یونیورسٹی ہے۔ پوری دنیا میں اس کا فیض عام ہوا ہے۔ وہاں کے لائق و فائق اساتذہ کی محنت سے پوری دنیا میں سلفیت کی دعوت پہنچی ہے۔ اہل بدعت، اہل ضلال کو یہ ادارہ ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا۔ آئے دن اس کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔

❁ علامہ احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”فقہ حنفی کے مقابلہ میں شروع سے ہی اور بعد کو دوسرے ائمہ مجتہدین کی فقہوں کے مقابلہ میں بھی اہل حدیث کے مذاہب رائج ہو گئے تھے، جن پر حافظ (ابن حجر رحمہ اللہ) نے تعریض کی ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود بھی شافعی ہیں، پھر درمیانی تاریخ سے گزر کر قریبی دور کے مصری، حجازی و ہندی علما کے رجحانات وحدیثی تالیفات کو بھی مدنظر رکھیے اور اس وقت مدینہ طیبہ جو سعودی عرب کی سرپرستی میں لکھوکھا (کئی لاکھ) روپیوں کے سرمایہ سے یونیورسٹی قائم ہوئی ہے اور تمام دنیائے اسلام کے طلبہ کو گراں قدر وظائف ماہوار دے کر تعلیم علوم

اسلامیہ کے لیے جمع کیا جا رہا ہے، اس کے نصاب تعلیم کو دیکھئے، اس کے نتائج پر بھی نظر رکھیے، وہاں کے اساتذہ کے متعلق بھی معلومات فراہم کیجئے۔ معلوم ہوا کہ وہاں کے اساتذہ حنفی مذہب کے طلبہ کو حنفیت کا طعنہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو صرف تیرہ یا سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ ''قیاس کن، ز گلستان من بہار مرا'' اتنی بڑی عالمی یونیورسٹی کے اساتذہ کو تمام تعصّبات سے بالاتر ہونا چاہیے اور اگر وہاں کے اساتذہ کی کڑی نگرانی نہ کی گئی، تو اس کے نقصانات بہت زیادہ ہوں گے۔......

یہ سطور لکھی جا چکی تھیں کہ ایک مشہور علمی ادارے کے مدیر محترم کا خط ڈاک سے ملا، جو اسی سال حج وزیارت حرمین سے مشرف ہو کر آئے ہیں، انہوں نے مدینہ یونیورسٹی کے متعلق لکھا کہ ''اس سے ہم لوگوں کو بہتر توقعات قائم نہیں کرنی چاہئیں، نجدیوں کا بڑا مقصد اس کی تاسیس سے نجدیت کو پھیلانا اور دوسری سیاسی مصالح کا حصول معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا اندازہ یہی ہے، والعلم عنداللہ!'' کچھ اس قسم کے تاثرات دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہیں، خدا کرے اپنے اس عظیم تر روحانی ودینی مرکز کے بارے میں اس قسم کے تاثرات، بہتر توقعات وخوش تر نتائج سے بدل جائیں اور وہاں کے ارباب حل وعقد اس عالمی اسلامی ادارے کو تمام سیاسی مصالح اور ہر قسم کے تعصّبات سے بلند تر رکھنے کا تہیہ کر لیں۔''

(انوار الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد 3، ص 16-17)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِعَرَفَةَ يَدَاهُ إِلٰى صَدْرِهٖ كَاسْتِطْعَامِ الْمِسْكِينِ .

”رسول اللہ ﷺ عرفہ میں دعا کرتے تھے، آپ ﷺ نے سینے تک ہاتھ (اتنی عاجزی وانکساری کے ساتھ) اٹھائے ہوتے تھے، جیسے مسکین کھانا مانگتا ہے۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 2892، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 9474)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① حسین بن عبداللہ ہاشمی ضعیف ہے۔

② ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

③ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(حلية الأولياء لأبي نعيم : 213/8)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن ابی یحییٰ ضعیف ومتروک اور مدلس ہے۔

② محمد بن صبیح بن سماک میں ضعف ہے۔

③ محمد بن قاسم بن زکریا متکلم فیہ ہے۔

④ جبر بن عبداللہ کا تعین نہیں ہوسکا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سال بھر کا راشن جمع کرنا کیسا ہے؟ اور کیا یہ ذخیرہ اندوزی میں شامل نہیں؟

جواب: سال بھر کے لیے راشن اور اناج جمع کرنا جائز ہے، یہ ممنوع ذخیرہ اندوزی میں شامل نہیں۔ ذخیرہ اندوزی اس وقت منع ہے، جب مارکیٹ کے ریٹ کو کنٹرول کرنے کے لیے سامان کو سٹاک کیا جائے، تاکہ قلت پیدا کر کے بعد میں وہ چیز اپنی مرضی کی قیمت سے فروخت کی جائے۔ البتہ اگر اپنی ضرورت کے لیے زیادہ سامان خرید لیا جائے، تو اس میں بالکل بھی حرج نہیں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهٖ سَنَةً مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ، وَكَانَتْ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ، وَّمَا بَقِيَ جَعَلَهٗ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے مالوں میں سے سال بھر (کا راشن) اپنے گھر والوں پر خرچ کیا کرتے تھے، یہ ان مالوں میں سے تھا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فے عطا کیا تھا، مسلمانوں نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے

تھے اور نہ اونٹ، پھر جو باقی بچ جاتا، آپ اسے اللہ کی راہ میں گھوڑوں اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کر دیتے تھے۔“

(صحيح البخاري: 2904، صحيح مسلم: 1757، المُنتقٰى لابن الجارود: 1097)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) نقل کرتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ ادِّخَارِ الْقُوتِ لِلْأَهْلِ وَالْعِيَالِ، وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ حُكْرَةً، وَأَنَّ مَا ضَمَّهُ الْإِنْسَانُ مِنْ أَرْضِهٖ أَوْ جَدَّهُ مِنْ نَخْلِهٖ وَثَمَرِهٖ وَحَبَسَهُ لِقُوتِهٖ لَا يُسَمّٰى حُكْرَةً، وَلَا خِلَافَ فِي هٰذَا بَيْنَ الْفُقَهَاءِ.

”یہ حدیث دلیل ہے کہ اہل وعیال کے لیے اناج کو ذخیرہ کرنا جائز ہے، نیز یہ ذخیرہ اندوزی نہیں ہے۔ انسان اپنی زمین سے جو بھی جمع کرتا ہے، یا کھجور اور پھلوں سے توڑتا ہے اور اسے اپنی خوراک کے لیے ذخیرہ کرتا ہے اسے ذخیرہ اندوزی نہیں کہتے، اس بارے میں فقہا کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔“

(شرح صحيح البخاري: 533/7)

سوال: درج ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَتْلُونَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ (البقرة: ١٢١)

”وہ اس (قرآن کریم) کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں، جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے۔“

”تلاوت کرنے کا حق“ کیا ہے؟

(جواب): تلاوت کے حق میں یہ اُمور شامل ہیں؛

① قرآن کریم کی آیات پر ایمان لایا جائے، اس میں دی گئی خبروں کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔

② اس کے تمام اوامر پر عمل کیا جائے اور تمام نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

③ قرآن کے حلال کو حلال سمجھا جائے، حرام کو حرام، جائز کو جائز اور ناجائز کو ناجائز تسلیم کیا جائے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

فِي قَوْلِهٖ : ﴿يَتْلُونَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾(البقرة : ١٢١) قَالَ : يَتَّبِعُونَهٗ حَقَّ اتِّبَاعِهٖ .

''آپ رضی اللہ عنہ فرمان الٰہی: ﴿يَتْلُونَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ ''وہ اس (قرآن کریم) کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں، جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وہ قرآن کریم کا ایسے اتباع کرتے ہیں، جیسے اتباع کرنے کا حق ہے۔''

(تفسير الطّبري : 2/487، تفسير ابن أبي حاتم : 1159، الزّهد لأبي داود : 448، تعظيم قدر الصّلاة للمروزي : 383، معجم ابن المقرئ : 99، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿يَتْلُونَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ أَيْ يَعْمَلُونَ بِهٖ حَقَّ عَمَلِهٖ وَيَتَّبِعُونَهٗ حَقَّ اتِّبَاعِهٖ .

''اہل علم کا اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿يَتْلُونَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ ''وہ اس (قرآن کریم) کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں، جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے۔'' کے معنی و مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اس قرآن پر ایسے عمل کرتے ہیں، جیسے عمل کرنے کا حق ہے اور اس کا اس طرح اتباع کرتے ہیں، جس طرح اتباع کرنے کا حق ہے۔''

(التّمهيد: 133/14)

سوال: دھاری دار پتھر سے جانور ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: اصل یہ ہے کہ تیز دھار چھری سے ذبح کیا جائے، البتہ اگر چھری دستیاب نہ ہو، تو تیز دھار پتھر سے ذبح کیا جا سکتا ہے، اس میں حرج نہیں۔ بلکہ ناخن اور دانت کے علاوہ ہر تیز دھار آلہ سے ذبح کیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَأَصَابَ الْقَوْمُ غَنَمًا وَّإِبِلًا، فَعَجَّلُوا بِهَا، فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُورَ، فَانْتَهٰى إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ، بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ وَعَدَلَ عَشْرًا مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ، قَالَ: وَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَرَمَاهُ الرَّجُلُ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهٗ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهَا هٰكَذَا»، قَالَ: ثُمَّ

إِنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ أَتَاهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا نَخَافُ، أَوْ إِنَّا نَرْجُوا أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَّلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَكُلُوا لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ فَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ»، ثُمَّ قَالَ : «إِنَّ نَاضِحًا تَرَدّٰى فِي بِئْرٍ بِالْمَدِينَةِ فَذُكِّيَ مِنْ قِبَلِ شَاكِلَتِهٖ يَعْنِي خَاصِرَتَهٗ فَأَخَذَ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَشِيرًا بِدِرْهَمَيْنِ.

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ کے نچلے حصے میں (ٹھہرے ہوئے) تھے، لوگوں نے (غنیمت میں) اونٹ اور بکریاں حاصل کیں اور جلد بازی کرتے ہوئے (تقسیم سے پہلے ہی ذبح کر کے) انہیں ہانڈیوں میں پکانے لگے، نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے اور ہانڈیوں کو الٹنے کا حکم دیا، آپ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ راوی کہتے ہیں: ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، تو ایک آدمی نے تیر مار کر اسے روک لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح سرکشی ہوتی ہے، اگر ان میں سے کوئی آپ کو عاجز کر دے، تو اس کے ساتھ یہی سلوک کریں، پھر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: اللہ کے رسول! ہمیں خطرہ ہے، یا ہمیں امید ہے کہ کل (یعنی مستقبل قریب میں) ہمارا مقابلہ دشمن سے

ہوگا، ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، کیا ہم بانس کی کھپچی سے ذبح کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دانت اور ناخن کے علاوہ جو چیز بھی خون بہا دے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، تو اسے کھالیں، میں تمہیں (اس کی وجہ) بتاتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ پھر انہوں (رافع) نے کہا: ایک اونٹ مدینہ کے کنویں میں گر گیا، تو اسے کوکھ (کمر) کی جانب سے ذبح کیا گیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا دسواں حصہ دو درہم میں لے لیا۔''

(صحيح البخاري: 2507، صحيح مسلم: 1968، المُنتقٰى لابن الجارود: 895)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ أَنَّهٗ إِنَّمَا يَعْدِلُ بِغَيْرِ الْحَدِيدِ فِي التَّذْكِيَةِ عِنْدَ عَدَمِهٖ، وَلَا خِلَافَ فِي هٰذَا.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ چھری کی عدم دستیابی کی صورت میں ذبح کرنے میں چھری کی علاوہ دیگر اشیا بھی چھری کے برابر ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(إكمال المُعلم: 6/415)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ نَاقَةٌ تَرْعٰى فِي قِبَلِ أُحُدٍ، فَعَرَضَ لَهَا فَنَحَرَهَا بِوَتَدٍ، فَقُلْتُ لِزَيْدٍ: مِنْ حَدِيدٍ أَوْ مِنْ خَشَبٍ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِنْ خَشَبٍ قَالَ: ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ عَنْهَا فَأَمَرَهٗ بِأَكْلِهَا.

''ایک انصاری شخص کی اونٹنی تھی، جو احد (پہاڑ) کی جانب چرا کرتی تھی، وہ اس کے سامنے آیا، تو اسے میخ سے نحر کر دیا (یعنی میخ اس کے گلے میں گھونپ دی) میں نے زید سے پوچھا: میخ لوہے کی تھی یا لکڑی کی؟ انہوں نے کہا: لکڑی کی تھی، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا: تو آپ نے اسے اس کے کھانے کا حکم دیا۔''

(سنن النّسائي : 4407، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۹۶) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۱۳/۴) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح غریب'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً، كَانَتْ تَرْعٰى لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ غَنَمًا لَّهُمْ بِسَلْعٍ، فَخَافَتْ عَلٰى شَاةٍ أَنْ تَمُوتَ، فَأَخَذَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ، وَأَنَّ ذٰلِكَ ذُكِرَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا .

''ایک عورت سلع (پہاڑ) پر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بکریاں چرایا کرتی تھی، اسے ایک بکری کے مرنے کا خطرہ لاحق ہوا، تو اس نے ایک پتھر لیا اور اس سے بکری کو ذبح کر دیا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا، تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اس (بکری) کو کھالیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/76-80، سنن الدّارمي : 1971، شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 2992، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کوامام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۹۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: ائمہ احناف کا عقیدہ کیسا تھا؟

جواب: ائمہ احناف امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر نہ تھے۔ بلکہ اشعری، ماتریدی یا معتزلی عقائد کے حامل تھے۔ بعض جہمی بھی تھے۔ ان میں عقیدہ اہل سنت والجماعت سے انحراف پایا جاتا تھا۔

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت:

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے مرجئی کہا ہے۔

(التّاریخ الکبیر : 81/8)

❁ امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْإِيمَانَ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ .

''جو شخص یہ کہے کہ ایمان میں کمی پیشی نہیں ہوتی، وہ جھوٹ کہتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 526/15، وسندہٗ صحیحٌ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ایمان میں کمی پیشی کے قائل نہ تھے۔

❁ امام وکیع بن الجراح فرماتے ہیں:

لَقَدِ اجْتَرَأَ أَبُو حَنِيفَةَ حِينَ قَالَ : الْإِيمَانُ قَوْلٌ بِلَا عَمَلٍ .

''ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر بڑی جسارت کی ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے، عمل کا نہیں۔''

(الانتقاء لابن عبد البرّ، ص 138، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُرْجِئٌ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مرجئ تھے۔''

(تاریخ بغداد : 515/15)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان ابی بکر اور ایمان ابلیس ایک ہے۔

❁ **امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَإِيمَانُ إِبْلِيسَ وَاحِدٌ، قَالَ إِبْلِيسُ : يَا رَبِّ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ : يَا رَبِّ .

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔ابلیس نے کہا تھا:''اے میرے رب''اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کہا:''اے میرے رب۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 509/15، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس کے بعد امام ابواسحاق فزاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مِنَ الْمُرْجِئَةِ ثُمَّ لَمْ يَقُلْ هٰذَا انْكَسَرَ عَلَيْهِ قَوْلُهُ .

''جو شخص مرجئہ میں سے ہو، پھر ایسی بات نہ کرے، تو اس کی بات اس پر لوٹ آئے گی (یعنی اس کے عقیدے کے خلاف قرار پائے گی)۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 509/15، وسندهٗ حسنٌ)

یہ دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہ تھے، بلکہ مرجئہ کے عقیدہ پر تھے۔

قاضی ابو یوسف:

❁ قاضی شریک بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی شہادت رد کر

دی تھی، اس لیے کہ وہ نماز کو ایمان نہیں سمجھتے تھے (یعنی مرجئ تھے)۔

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 438/4)

محمد بن حسن شیبانی:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی کو ائمہ نے جہمی اور کذاب قرار دیا ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ جَهْمِيٌّ كَذَّابٌ .

''محمد شیبانی جہمی کذاب ہے۔''

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 52/4، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَذْهَبُ مَذْهَبَ جَهْمٍ .

''یہ جہمی مذہب کا ماننے والا تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 179/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ الشَّيْبَانِيُّ جَهْمِيٌّ .

''محمد شیبانی جہمی ہے۔''

(خلق أفعال العِباد : 63)

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ جَهْمِيًّا .

''محمد بن حسن شیبانی جہمی تھا۔''

(الضّعفاء : 570/2، تاریخ بغداد : 179/2، لسان المیزان لابن حجر : 122/5)

❁ امام زکریا بن یحییٰ ساجی رحمہ اللہ (۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَقُولُ بِقَوْلِ جَهْمٍ وَكَانَ مُرْجِئًا .

”یہ جہمی مذہب کا قائل تھا، نیز مرجئی بھی تھا۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 179/2، وسندهٗ حسنٌ)

قاضی ابو مطیع بلخی:

❁ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد قاضی ابو مطیع بلخی کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جہمی قرار دیا ہے۔

(عِلَل الإمام أحمد، بروایة ابنه عبد اللّٰه : 5331)

❁ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے والد محترم (امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ) سے ابو مطیع بلخی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ بلخ کا قاضی تھا، مرجی تھا، حدیث میں ضعیف تھا۔ وہ (امام ابو حاتم رحمہ اللہ) کتاب الزکاۃ میں اس کی حدیث پر پہنچے، تو پڑھنے سے رُک گئے اور فرمایا: میں اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔“

(الجرح والتّعدیل : 122/3)

❁ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئًا وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيْثِ .

”یہ مرجی تھا اور محدثین کے ہاں حدیث میں ضعیف تھا۔“

(الطبقات الکبریٰ : 198/6)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُرْجِئَةَ مِمَّنْ يُبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِيْهَا .

''یہ مرجیہ کے ان سرداروں میں تھا، جو احادیث اور اہل حدیث سے بغض رکھتے تھے۔''

(كتاب المَجروحين :250/1)

❁ قاضی شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُرْجِئَةُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ وَكَفٰى بِالرَّافِضَةِ خُبْثًا .

''مرجئہ اللہ کے دشمن ہیں اور روافض بد باطن ہیں۔''

(تاريخ الدّوري :4991، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَقَدِ انْتَسَبَ إِلَيْهِ طَوَائِفُ مُعْتَزِلَةٌ وَغَيْرُهُمْ، مُخَالِفُونَ لَهٗ فِي كَثِيرٍ مِنَ اعْتِقَادَاتِهٖ، وَقَدْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ مَنْ يُخَالِفُهُمْ فِي بَعْضِ اعْتِقَادَاتِهِمْ، وَقِصَّةُ أَبِي يُوسُفَ فِي اسْتِتَابَةِ بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ، لَمَّا أَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوْقَ الْعَرْشِ مَشْهُورَةٌ .

''احناف کی طرف منسوب بعض لوگ، جو اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں، تو ان کا انکار قابل التفات نہیں۔ کیوں کہ معتزلہ کے کئی گروہ خود کو امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کئی اعتقادی مسائل میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ائمہ مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے بعض اعتقادات میں مخالفت کرنے والے بھی خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف کا قصہ مشہور ہے کہ جب بشر مریسی نے اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کیا، تو انہوں نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔''

(شرح العقیدۃ الطّحاویۃ، ص 288)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَذَالِكَ الْحَنَفِيُّ يَخْلِطُ بِمَذَاهِبِ أَبِي حَنِيفَةَ شَيْئًا مِّنْ أُصُولِ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْكَرَّامِيَّةِ وَالْكُلَّابِيَّةِ، وَيُضِيفُهُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ .

''اسی طرح احناف نے بھی مذہب ابوحنیفہ میں بہت کچھ ایسا داخل کر دیا ہے، جو درحقیقت معتزلہ، کرامیہ اور کلابیہ کے اصول واعتقادات تھے اور پھر اسے مذہب ابوحنیفہ کی دم لگا دی۔''

(منہاج السّنۃ النّبویۃ : 261/5)

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَالْحَنَفِيَّةُ لَهَا فُرُوعٌ بِاعْتِبَارِ اخْتِلَافِ الْعَقِيدَةِ فَمِنْهُمُ الشِّيعَةُ وَمِنْهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَمِنْهُمُ الْمُرْجِئَةُ فَالْمُرَادُ بِالْحَنَفِيَّةِ هَاهُنَا هُمُ الْحَنَفِيَّةُ الْمُرْجِئَةُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَبَا حَنِيفَةَ فِي الْفُرُوعِ وَيُخَالِفُونَهُ فِي الْعَقِيدَةِ بَلْ يُوَافِقُونَ فِيهَا

الْمُرْجِئَةَ الْخَالِصَةَ .

’’حاصل کلام یہ ہے کہ عقیدہ کے اختلاف کے اعتبار سے احناف کی مختلف فروع ہیں، ان میں بعض شیعہ ہیں، بعض معتزلہ اور بعض مرجئہ ہیں۔ یہاں احناف سے مراد وہ احناف ہیں، جو مرجئہ ہیں، جو فروع میں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اتباع کرتے ہیں، مگر عقیدہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مخالف ہیں، بلکہ عقیدہ وہ خالص مرجئہ کے موافق ہیں۔‘‘

(الرّفع والتّکمیل، ص 386)

سوال: کیا ’’وجوب‘‘ کا لفظ ’’ثبوت‘‘ کے معنی میں بھی ہوتا ہے؟

جواب: قرائن اور دلائل سے ’’وجوب‘‘ کا معنی متعین کیا جاتا ہے، یہ ’’ثبوت‘‘ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ بِالْوُجُوبِ الثُّبُوتُ إِذْ هُوَ فِي صِحَّةِ الْوُقُوعِ كَالشَّيْءِ الْوَاجِبِ .

’’(یہاں) وجوب سے مراد ثبوت ہے، کیونکہ یہ (ثبوت کا لفظ) کسی شے کے واقع ہونے میں واجب کی طرح ہے۔‘‘

(فتح الباري : 229/3)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱٦ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ : «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ» أَرَادَ بِهِ وُجُوبَ الْاِخْتِيَارِ، لَا وُجُوبَ الْحَتْمِ، كَمَا يَقُولُ الرَّجُلُ لِصَاحِبِهِ :

حَقُّكَ عَلَيَّ وَاجِبٌ، وَلَا يُرِيدُ بِهِ اللُّزُومَ الَّذِي لَا يَسَعُ تَرْكُهُ.

”حدیث مبارکہ کے الفاظ: ”جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔“ میں وجوب اختیاری مراد ہے، نہ کہ حتمی وجوب۔ جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ تمہارا حق میرے ذمہ واجب ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں لی جاتی کہ یہ حق اس پر اس طرح لازم ہے کہ اسے ترک کرنا ہی جائز نہ ہو۔“

(شرح السّنة: 163/2)

تنبیہ:

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ» يَعْنِي: سَاقِطًا، يَحْتَمِلُ أَنْ يَسْقُطَ بِسُقُوطِ الْفَرَائِضِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَسْقُطَ بِسُقُوطِ السُّنَنِ، فَلَا يَكُونُ لَهُ فِي الْحَدِيثِ مُتَعَلَّقٌ.

”نبی کریم ﷺ کے فرمان: ”جمعہ کا غسل واجب ہے۔“ (میں واجب) سے مراد ساقط ہے۔ احتمال ہے کہ اس جمعہ کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی سنیت ساقط ہے۔ اس اعتبار سے حدیث میں جمعہ کے غسل کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔“

(المَسالك شرح موطأ الإمام مالك لابن العربي: 434/2، القَبس لابن العربي، ص 265، وسندہٗ صحيحٌ)

علامہ قدوری رحمہ اللہ کی یہ واضح خطا ہے۔ وجوب کا معنی ساقط کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

سوال: لواطت (ہم جنس پرستی) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): لواطت قبیح گناہ ہے۔ فواحش میں سے ہے، جب لواطت اپنی بیوی کے ساتھ جائز نہیں، تو کسی مرد کے ساتھ کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

بلکہ لواطت کا گناہ زنا سے زیادہ سنگین ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ اللِّوَاطَ أَعْظَمُ إِثْمًا مِّنَ الزِّنَا .

''امت کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ لواطت کا گناہ زنا سے بڑا ہے۔''

(فتح الباري : 12/116)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالنَّاكِحُ لِيَسْتَعِفَّ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ .

''تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے: (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا (۲) پاکدامنی کے لیے نکاح کرنے والا (۳) مکاتب (غلام) جو (کتابت کی رقم) ادا کرنا چاہتا ہو۔''

(مُسند الإمام أحمد : 2/251-437، سنن النّسائي : 3220، سنن التّرمذي : 1655، سنن ابن ماجه : 2518، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۷۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۰۳۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۱۶۰، ۱۶۱) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

لواطت پاکدامنی کے منافی فعل ہے۔ جس طرح زنا اور جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے

سے پاک دامنی باقی نہیں رہتی، اسی طرح ہم جنس پرستی سے بھی پاک دامنی عنقا ہو جاتی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهُ .

''جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں۔''

(سنن أبي داود : 2454، سنن النّسائي : 2331، سنن التّرمذي : 730، سنن ابن ماجه : 1700)

جواب: اس حدیث کا مرفوع ہونا خطا ہے، ائمہ علل یہی کہتے ہیں۔ یہ روایت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے موقوف ثابت ہے۔

❀ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يُجْمِعْ قَبْلَ الْفَجْرِ .

''جس نے طلوع فجر سے پہلے (فرض) روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں۔''

(سنن النّسائي : 2336، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حجر : 188/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَصُومُ إِلَّا مَنْ أَجْمَعَ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ .

''روزہ وہی رکھے، جس نے طلوع فجر سے پہلے (فرض) روزے کی نیت کی ہو۔''

(موطأ الإمام مالك : 288/1، سنن النّسائي : 2343، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حجر : 188/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» .

''بہترین دعا، عرفہ کے دن کی دعا ہے اور میں اور مجھ سے پہلے انبیا کے دعائیہ کلمات میں سے بہترین کلام یہ ہے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے، خاص اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سنن التّرمذي : 3585)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن ابی حمید ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

سوال: سفر میں نماز عشاء اور نماز فجر کو جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: سفر میں نمازیں جمع ہو سکتی ہیں، مگر ظہر اور عصر کو جمع کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مغرب اور عشاء کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ نماز فجر کو کسی نماز کے ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح نماز عصر کو نماز مغرب کے ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو اکٹھا کر لیتے تھے۔“

(صحيح مسلم : 705)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی کبھی بھی نماز فجر کو کسی دوسری نماز کے ساتھ جمع نہیں کیا۔

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْجَمْعَ مُمْتَنِعٌ بَيْنَ الصُّبْحِ وَغَيْرِهَا، وَبَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز فجر کو کسی نماز کے ساتھ جمع کرنا ممتنع ہے، اسی طرح نماز عصر اور نماز مغرب کو جمع کرنا بھی ممنوع ہے۔“

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام :329/1)

سوال: کیا کافر غلام آزاد کرنے میں بھی اجر ہے؟

جواب: غلام آزاد کرنا فضیلت والا عمل ہے۔ خواہ غلام یا لونڈی کافر ہو یا مسلمان ہو، البتہ مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے پر زیادہ اجر ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا غَيْرُ الْمُؤْمِنَةِ فَفِيهِ أَيْضًا فَضْلٌ بِلَا خِلَافٍ وَلٰكِنْ دُونَ فَضْلِ الْمُؤْمِنَةِ .

”غیر مؤمنہ لونڈی کو آزاد کرنا بھی بافضیلت عمل ہے، اس میں کوئی اختلاف

نہیں، البتہ اس کا اجر مؤمنہ لونڈی کو آزاد کرنے سے کم ہے۔“

(شرح مسلم : 152/10)

سوال: اگر کوئی چیز طبی اعتبار سے مضر ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو چیز طبی اعتبار سے مضر ہو، وہ شرعی اعتبار سے ممنوع ہوتی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(البقرة : ١٩٥)

”خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾(النّساء : ٢٩)

”اپنے آپ کو قتل مت کرو۔“

معلوم ہوا کہ جو چیز صحت کی خرابی کا باعث بنے، اسے استعمال کرنا ممنوع ہے۔

سوال: حدیث میں ”سرقہ“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

سَرِقَةُ الْحَدِيثِ أَهْوَنُ مِنْ وَضْعِهِ وَاخْتِلَاقِهِ وَسَرِقَةُ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ مُحَدِّثٌ يَنْفَرِدُ بِحَدِيثٍ، فَيَجِيءُ السَّارِقُ وَيَدَّعِي أَنَّهُ سَمِعَهُ أَيْضًا مِنْ شَيْخِ ذَاكَ الْمُحَدِّثِ، وَلَيْسَ ذَاكَ بِسَرِقَةِ الْأَجْزَاءِ وَالْكُتُبِ، فَإِنَّهَا أَنْحَسُ بِكَثِيرٍ مِنْ سَرِقَةِ الرِّوَايَةِ، وَهِيَ دُونَ وَضْعِ الْحَدِيثِ فِي الْإِثْمِ

”سرقہ حدیث کا جرم حدیث کو وضع کرنے اور گھڑنے سے کم ہے۔ سرقۂ حدیث کی صورت یہ ہے کہ کسی حدیث کو روایت کرنے میں کوئی محدث منفرد ہو، تو حدیث کا چور آئے اور یہ دعویٰ کر دے کہ اس نے بھی اس محدث کے شیخ سے یہ حدیث سنی ہے۔ اس سے مراد اجزاء اور کتابوں کو چوری کرنا نہیں ہے، کیونکہ اجزاء اور کتابوں کی چوری، روایت کی چوری سے بڑا جرم ہے، البتہ اس کا گناہ حدیث وضع کرنے سے کم ہے۔“

(تاریخ الإسلام: 812/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا یہود ونصاریٰ کافر ہیں؟

جواب: جو یہودی یا نصرانی نبی کریم ﷺ کے متعلق سن لینے کے بعد آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے، وہ کافر ہے، خواہ وہ تورات وانجیل پر عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ یہود ونصاریٰ کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی ونصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔“

(صحيح مسلم : 153)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هُمْ كُفَّارٌ بِلَا خِلَافٍ مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَّة وَمَنْ أَنْكَرَ كُفْرَهُمْ فَلَا

خِلَافَ مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَّةِ فِي كُفْرِهٖ وَخُرُوجِهٖ عَنِ الْإِسْلَامِ .

''یہود ونصاریٰ کافر ہیں، اس میں اُمت کے کسی فرد نے اختلاف نہیں کیا، جس نے یہود ونصاریٰ کے کفر کا انکار کیا، تو اس کے کافر ہونے اور اسلام سے خارج ہونے پر بھی اُمت کے کسی فرد کا اختلاف نہیں۔''

(الفِصَل في المِلَل والأهواء والنِّحَل : 3/111)

سوال: اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی قصائی کو دے کہ میری طرف سے ذبح کر دینا، وہ خود قربانی کے وقت وہاں حاضر نہ ہو، تو کیا اس کی قربانی ہو جائے گی؟

جواب: اپنی قربانی کسی کے حوالے کرنا کہ میری طرف سے ذبح کر دینا، یہ جائز ہے، اس سے قربانی ہو جائے گی۔ دراصل وہ قربانی پر کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا رہا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو وکیل بنائے کہ یہ رقم لو اور میرے لیے فلاں شے خرید لاؤ، تو اس طرح بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کسی کو وکیل بنا کر قربانی کی جائے، تو قربانی ہو جاتی ہے۔ اس پر اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ قربانی عمل خیر ہے، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحسن ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ فَقَدِمَ بِهَدْيٍ وَسَاقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ مِنَ الْمَدِينَةِ هَدْيًا ...... وَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي أَتٰى بِهٖ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثَلَاثًا وَّسِتِّينَ وَأَعْطٰى

عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ .

”سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے قربانی کے جانور لے کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی لائے تھے۔...... ہدی کے جتنے جانور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے ساتھ) لائے تھے، وہ سو تھے، تریسٹھ جانور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، چنانچہ وہ انہوں نے ذبح کیے اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا۔“

(صحیح مسلم : 1218، المنتقٰی لابن الجارود : 465)

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا كَانَ صَاحِبُ الْهَدْيِ أَوِ الضَّحِيَّةِ قَدْ أَمَرَ بِنَحْرِ هَدْيِهِ، أَوْ ذَبْحِ أُضْحِيَتِهِ، فَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي إِجَازَةِ ذٰلِكَ، كَمَا لَوْ وَكَّلَ غَيْرَهُ بِشِرَاءِ هَدْيِهِ فَاشْتَرَاهُ، جَازَ بِإِجْمَاعٍ .

”اگر ہدی یا قربانی کا مالک اپنی ہدی کو نحر کرنے یا قربانی کو ذبح کرنے کا حکم دے، تو اس کے جائز ہونے میں فقہا کے مابین کوئی اختلاف نہیں، جس طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے لیے ہدی خریدنے کی ذمہ داری دے اور وہ خرید لے، تو ایسا کرنا بالاجماع جائز ہے۔“

(التّمهيد : 110/2)

سوال: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی ہیں، خلیفہ اول سیدنا ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے کم عمر زوجہ ہیں، لیکن ذہانت وفطانت، علم وفقہ، حکمت ودانائی اور فہم وفراست میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ، فَقَالَتْ : وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ .

”عائشہ! یہ جبریل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

(صحيح البخاري : 3217، صحيح مسلم : 2447)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، يَقُولُ : أَيْنَ أَنَا غَدًا، أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ، فِي بَيْتِي، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي، وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي، ثُمَّ قَالَتْ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ : أَعْطِنِي هٰذَا

السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَأَعْطَانِيهِ، فَقَضِمْتُهُ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلٰى صَدْرِي.

''مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ پوچھتے رہتے تھے کہ کل میرا قیام کہاں ہو گا؟ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟، آپ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار فرما رہے تھے، پھر ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو مرضی کے مطابق رہنے کی اجازت دے دی، چنانچہ آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام کیا اور آپ ﷺ کی وفات بھی انہیں کے گھر میں ہوئی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ کی وفات اسی دن ہوئی، جس دن قاعدہ کے مطابق میرے ہاں آپ ﷺ کے قیام کی باری تھی، وفات کے وقت سر مبارک میری ہنسلی اور سینے کے درمیان تھا، میرا لعاب اور آپ ﷺ کا مبارک لعاب ایک ساتھ جمع ہو گئے، مزید فرماتی ہیں: سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں استعمال شدہ مسواک تھی، نبی کریم ﷺ نے اس (مسواک) کی طرف دیکھا، تو میں نے کہا: عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دیجئے، انہوں نے مسواک مجھے دے دی، تو میں نے اسے توڑ کر اچھی طرح چبایا اور نبی کریم ﷺ کو پیش کر دی، پھر آپ ﷺ نے وہ مسواک کی، اس وقت آپ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

(صحيح البخاري: 4450، صحيح مسلم: 2443)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ .

”(عائشہ!) میں آپ کے لیے ایسا ہی (شوہر) ہوں، جیسے اُم زرع کے لیے ابوزرع تھا۔“

(صحيح البخاري : 5189، صحيح مسلم : 2448)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَائِشَةَ تَتَصَدَّقُ بِسَبْعِينَ أَلْفًا وَإِنَّ دِرْعَهَا لَمَرْقُوعٌ .

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا، آپ نے ستر ہزار (درہم یا دینار) صدقہ کیا، جبکہ آپ رضی اللہ عنہا کی قمیص کو پیوند لگے ہوئے تھے۔“

(الزّيادات في كتاب الجود والسّخاء : 12، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ تَقْدَمِينَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى أَبِي بَكْرٍ .

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہوئیں، تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حاضر خدمت ہوئے، عرض کیا: اُم المومنین! آپ اپنے سچے پیش روؤں کے پاس جا رہی ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔“

(صحيح البخاري : 3771)

علم وفقہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار علما اور فقہا صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت وخلوت کے معاملات دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا ذہین وفطین تھیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتی رہیں، کتاب وسنت کے کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا، تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت کرتیں۔

❁ امام عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ، إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا﴾(الانشقاق : ٨) قَالَتْ : فَقَالَ : إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ .

”ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ناآشنا بات سنتیں، تو اس کی مراجعت کرتی تاکہ مکمل معرفت حاصل ہو جائے۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (روزِ قیامت) جس کا تفصیلی حساب لے لیا گیا، وہ عذاب کا شکار ہو جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: پھر فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ (الانشقاق:٨) ”عنقریب بہت ہی آسان حساب لیا جائے گا۔“ کا کیا مطلب؟ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں تو ایک پیشی کا ذکر ہے، لیکن جس کا تفصیلی حساب لیا گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔“

(صحيح البخاري : 103، صحيح مسلم : 2876)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا.

''ہم اصحاب رسول کو جب بھی کسی حدیث میں اشکال ہوتا اور ہم اس بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے، تو ہمیں ان کے پاس اس بارے میں معلومات مل جاتی تھیں۔''

(سنن التّرمذي : 3883، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

''یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 3883)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم الفرائض (وراثت) میں خاصی دسترس حاصل تھی۔

❁ مسروق رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ سُئِلَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ تُحْسِنُ الْفَرَائِضَ؟ فَقَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَكَابِرَ يَسْأَلُونَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ.

''آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم الفرائض کو بخوبی جانتی تھیں؟ فرمایا: میں نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا، وہ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم الفرائض کے متعلق سوالات پوچھا کرتے تھے۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي :489/1، سنن الدّارمي :2901، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِفَرِيضَةٍ وَلَا أَعْلَمَ بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ مِنْ عَائِشَةَ .

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ وراثت، فقہ اور شاعری کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 31038، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ .

''میں نے حلال وحرام، علم (فقہ)، شعر اور طب میں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔''

(المُستدرك للحاكم : 6733، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ، أَفْقَهَ النَّاسِ وَأَعْلَمَ النَّاسِ وَأَحْسَنَ النَّاسِ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی فقیہہ، سب سے بڑی عالمہ اور عام لوگوں کے متعلق اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 6748، وسندهٗ حسنٌ)

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صحابیات کو دینی مسائل سے آگاہ کرتی تھیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جہاں اشکال گزرتا، تو سیدہ کے پاس آتے، پردے کے پیچھے سے سوال کرتے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اشکالات کے حل کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کیا، کتب احادیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، مثلاً؛

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ...... ثُمَّ قَالَ لَهٗ : كَمُ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ، قَالَ : وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ : يَا أُمَّاهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ : مَا يَقُولُ؟ قَالَ : يَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ : يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً، إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

”میں اور امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے تھے۔...... ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کتنی بار عمرہ کیا، فرمایا: چار بار، جن میں سے

ایک ماہِ رجب میں تھا۔ ہم نے ان کا رد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہم نے حجرہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آہٹ سنی، عروہ رحمہ اللہ کہنے لگے: ماں جی، ام المومنین! آپ نے ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) کی بات سنی ہے؟ فرمایا: کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں، جن میں سے ایک ماہِ رجب میں کیا، سیدہ نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمرہ میں وہ خود بھی شریک تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔“

(صحيح البخاري : 1776، صحيح مسلم : 1255)

❁ کریب مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، أَرْسَلُوهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالُوا : اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَقُلْ لَهَا : إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا، فَقَالَ كُرَيْبٌ : فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ : سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ

بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهٗ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ : قُومِي بِجَنْبِهٖ فَقُولِي لَهٗ : تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ، وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهٗ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ .

''ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہم سب کا سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھنا اور تصدیق کروانا کہ ہمیں آپ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعت پڑھتی ہیں، جبکہ ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان لوگوں کو مارتا تھا، جو عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ تو میں (کریب) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا پیغام پہنچا دیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لو۔

میں واپس ان (ابن عباس، مسور، عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا دیا، تو انہوں نے مجھے وہی پیغام دے کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے بھی سنا، لیکن پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد پڑھتے ہوئے بھی دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، میرے پاس بنوحرام کی بعض انصاری خواتین بیٹھی ہوئی تھی، میں نے ایک بچی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر کہے: آپ کو ام سلمہ کہتی ہے: اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا تھا، لیکن آپ خود ادا کر رہے ہیں؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے اشارہ کریں، تو واپس آ جانا۔ بچی نے ایسے ہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا، تو بچی پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ابوامیہ کی بیٹی! آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھا ہے، دراصل (نماز ظہر کے بعد) میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول کر دیا تھا، یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1233، صحيح مسلم: 834)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُسْأَلَ أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْمَسْأَلَةِ، وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ إِذَا اخْتَلَفُوا رَفَعُوا الْأَمْرَ إِلٰى مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ وَأَفْقَهُ لِلْمَسْأَلَةِ لِمُلَازَمَةٍ سَبَقَتْ لَهُ، ثُمَّ يُقْتَدٰى بِهٖ، وَيُنْتَهٰى

إِلٰى فِعْلِهٖ، وَفِيهِ فَضْلُ عَائِشَةِ وَعِلْمِهَا، لِأَنَّهُمُ اخْتَصُّوهَا بِالسُّؤَالِ قَبْلَ غَيْرِهَا، قَالَ غَيْرُهٗ: وَإِنَّمَا رَفَعَتِ الْمَسْأَلَةَ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، لِأَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، وَعَلِمَتْ أَنَّ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ مِنْ عِلْمِهَا مِثْلَ مَا عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا قَدْ رَأَتِ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ فِي بَيْتِهَا، فَأَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَسْتَظْهِرَ بِأُمِّ سَلَمَةَ تَقْوِيَةً لِّمَذْهَبِهَا مِنْ أَجْلِ ظُهُورِ نَهْيِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا، وَخَشْيَةِ الْإِنْكَارِ لِقَوْلِهَا مُنْفَرِدَةً.

''مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں کئی ایک فقہی مسائل ہیں، مثلاً؛ مسئلہ اسی سے پوچھنا چاہیے، جو اسے سب سے بہتر جانتا ہے۔ اہل علم میں جب اختلاف ہو جائے، تو انہیں اپنے سے بڑے عالم اور فقیہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، پھر اس کی اقتدا کی جائے اور عمل کیا جائے۔ اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علم کی فضلیت کا ثبوت ہے، کیونکہ تینوں صحابہ نے اس مسئلہ کے لیے سب سے پہلے انہیں ہی منتخب کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اس مسئلہ کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ میری طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس بات کا علم ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر اس وقت نماز پڑھتے بھی دیکھا تھا، لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھی کہ

یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جائے تاکہ میری رائے کو تقویت مل جائے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان رکعات کی ممانعت بھی وارد تھی، نیز خدشہ تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منفرد رائے کو رد نہ کر دیا جائے۔''

(شرح صحیح البخاري: 232/3)

✿ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَزِدْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي قِصَّةِ الْإِفْكِ إِلَّا شَرَفًا وَنُبْلًا وَعِزًّا، وَزَادَ مَنْ رَمَاهَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ ذُلًّا وَخِزْيًا، وَوَعَظَ مَنْ تَكَلَّمَ فِيهَا مِنْ غَيْرِ الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِأَشَدِّ مَا يَكُونُ مِنَ الْمَوْعِظَةِ، وَحَذَّرَهُمْ أَنْ يَعُودُوا لِمِثْلِ مَا ظَنُّوا مِمَّا لَا يَحِلُّ الظَّنُّ فِيهِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۞ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهٖ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(النّور: ١٦-١٧) مَيِّزُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ حَتّٰى تَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سَبَّحَ نَفْسَهٗ تَعْظِيمًا لِمَا رَمَوْهَا بِهٖ، وَوَعَظَ الْمُؤْمِنِينَ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ شَاهِينَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمْ يَذْكُرْ أَهْلَ الْكُفْرِ بِمَا رَمَوْهُ بِهٖ إِلَّا سَبَّحَ نَفْسَهٗ تَعْظِيمًا لِمَا رَمَوْهُ بِهٖ مِثْلُ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾(البقرة: ١١٦)

قَالَ : فَلَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمَا رُمِيَتْ بِهٖ مِنَ الْكَذِبِ سَبَّحَ نَفْسَهٗ تَعْظِيمًا لِّذَلِكَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ١٦) فَسَبَّحَ نَفْسَهٗ جَلَّ وَعَزَّ تَعْظِيمًا لِمَا رُمِيَتْ بِهٖ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ...... فَوَعَظَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُؤْمِنِينَ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ فَأَعْلَمَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمْ يَضُرَّهَا قَوْلُ مَنْ رَمَاهَا بِالْكَذِبِ وَلَيْسَ هُوَ بِشَرٍّ لَّهَا بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّهَا وَشَرٌّ عَلٰى مَنْ رَمَاهَا، وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَأَصْحَابُهٗ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَإِنْ كَانَ قَدْ مَضَّهَا وَأَقْلَقَهَا وَتَأَذَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَمَّهٗ ذٰلِكَ إِذْ ذُكِرَتْ زَوْجَتُهٗ وَهُوَ لَهَا مُحِبٌّ مُكْرِمٌ، وَلِأَبِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَكُلُّ هٰذِهِ دَرَجَاتٌ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَرَاءَتِهَا وَحْيًا يُتْلٰى سَرَّ اللّٰهُ الْكَرِيمُ بِهٖ قَلْبَ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَلْبَ عَائِشَةَ وَأَبِيهَا وَأَهْلِهَا

وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَسْخَنَ بِهِ أَعْيَنَ الْمُنَافِقِينَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَنْ أَبِيهَا وَعَنْ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ وَعَنْ جَمِيعِ أَهْلِ الْبَيْتِ الطَّاهِرِينَ.

''بلاشبہ اللہ عزوجل نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ افک میں شرف وعزت اور مقام ومرتبہ میں بڑھایا ہی ہے (کم نہیں کیا) اور جن منافقین نے آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی، انہیں باری تعالیٰ نے ذلت اور رسوائی میں بڑھا دیا اور منافقین کے علاوہ جن خالص الایمان مسلمانوں نے اس بارے میں کوئی بات کی، انہیں بھی سخت سے سخت تنبیہ کی ہے اور انہیں آئندہ ایسا ناجائز گمان کرنے سے خبردار کردیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۞ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (النّور: ١٦-١٧) ''جب تم نے یہ بات سنی تھی، تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے اس بارے میں بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے! یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی اس جیسے معاملہ کا حصہ مت بنو، اگر تم مؤمن ہو، تو۔'' اللہ آپ پر رحم کرے، ذرا اس مقام پر غور کیجئے، آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے لگائے گئے اس بہتان کی سنگینی کی وجہ سے اپنی تسبیح ذکر کی اور مؤمنوں کو سخت نصیحت کی۔ میں نے امام ابوعبداللہ ابن شاہین رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب بھی کفار

اوران کے الزام کا تذکرہ کیا ہے، تب ہی اللہ تعالیٰ نے کفار کے بہتان کی سنگینی کی وجہ سے اپنی تسبیح بیان کی ہے، جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ﴾(البقرۃ : ۱۱٦) ''انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے (اپنے لیے) اولاد بنائی ہے، وہ (اللہ) اس سے پاک ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی گئی، تو اللہ تعالیٰ نے اس الزام کی سنگینی کی وجہ سے اپنی تسبیح بیان کی، چنانچہ فرمایا: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾(النور : ١٦) ''جب تم نے یہ بات سنی تھی، تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے اس بارے میں بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے! یہ بہت بڑا بہتان ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح ذکر کی، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی جانے والی تہمت بہت سنگین تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حد درجہ نصیحت کی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''بے شک جو لوگ یہ بہتان لائے ہیں، وہ تم میں سے ایک گروہ ہیں، اس (معاملہ) کو تم اپنے لیے برا خیال نہ کرو، بلکہ اس میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے اتنا گناہ ہے، جتنا اس نے ارتکاب کیا، البتہ جو شخص اس معاملہ کا بڑا ذمہ دار ہے، اس کے لیے (دنیا و آخرت میں)

بہت بڑا عذاب ہے۔'' یوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں باخبر کر دیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے جھوٹے بہتان نے کچھ بھی نقصان نہ پہنچایا، لہٰذا یہ واقعہ افک ان کے حق میں برا نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے، البتہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے شر ہی شر ہے، جنہوں نے یہ الزام لگایا ہے، جو کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے منافق ساتھی ہیں۔ اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ نے بڑی تکلیف اور غم پہنچایا ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت اور غم پہنچا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے بارے میں ایسی باتیں کی گئیں، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے تھے اور انہیں حد درجہ عزت دیتے تھے، اسی طرح یہ واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی (سیدنا ابو بکر صدیق) رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بڑا تکلیف دہ تھا۔ اس مصیبت پر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے) ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت میں وحی متلو (ایسی وحی، جس کی نماز میں تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن کریم) نازل کر دی، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سینے کو اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، ان کے والد، اہل خانہ اور تمام مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا، نیز اس وحی متلو سے منافقین کی آنکھوں کو گرم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سیدہ عائشہ، ان کے والد، تمام صحابہ اور تمام پاکیزہ اہل بیت عظام سے راضی ہو جائے۔''

(الشّریعۃ : 5/2418-2419)

سوال: کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید واجب ہے؟

(جواب): تقلید جہالت وضلالت ہے۔ یہ علم کی ضد ہے۔ کسی شخصیت کی تقلید جائز نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی واجب ہے، ان کی مخالفت جائز نہیں، یہ بات غلط ہے، دلائل شریعت اس کی تائید نہیں کرتے۔

کئی لوگ تقلید میں اس قدر غلو کا شکار ہیں کہ وہ ائمہ اربعہ کی مخالفت کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہیں، خواہ مذاہب اربعہ اقوال صحابہ، احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات کے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ غالی نظریہ کسی طور قبول نہیں۔

❀ احمد بن محمد صاوی مالکی (۱۲۴۱ھ) نے لکھا ہے:

لَا يَجُوزُ تَقْلِيدُ مَا عَدَا الْمَذَاهِبَ الْأَرْبَعَةَ، وَلَوْ وَافَقَ قَوْلَ الصَّحَابَةِ وَالْحَدِيثَ الصَّحِيحَ وَالْآيَةَ، فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ، ضَالٌّ مُضِلٌّ وَرُبَّمَا أَدَّاهُ ذٰلِكَ لِلْكُفْرِ، لِأَنَّ الْأَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ أُصُولِ الْكُفْرِ.

''مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں، اگرچہ وہ اقوال صحابہ، حدیث صحیح اور آیت کریمہ کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا مذاہب اربعہ سے نکلنے والا گمراہ اور گمراہ گر ہے، بلکہ بسا اوقات یہ کفر کا باعث بھی بنتا ہے، کیونکہ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص سے استدلال کرنا کفر کے اصولوں میں سے ہے۔''

(حاشية الصّاوي على تفسير الجلالين: 9/3)

تقلید تو کسی بھی مذہب کی جائز نہیں، البتہ ائمہ محدثین کا فہم لیا جائے گا، ان کے علم وفہم سے استدلال کیا جائے گا اور اسے تقلید نہیں کہتے۔

باقی صاوی گمراہ مقلد تھا۔ اسماء وصفات میں اشاعرہ کے مذہب پر تاویل کرتا تھا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک ہی معاملہ میں دو عورتوں نے گواہی دی، ایک نے نفی میں اور ایک نے اثبات میں۔ کس کی گواہی معتبر مانی جائے گی؟

جواب: اگر دو عورتیں باہم متضاد گواہی دیں، ایک کسی معاملہ کے ہونے کی اور دوسری اس معاملہ کے نہ ہونے کی، دونوں عادل ہوں، تو اس عورت کی گواہی معتبر ہوگی، جو اثبات میں گواہی دے رہی ہے، کیونکہ اس کے پاس زائد معلومات ہیں، کسی کام کے ہونے کی خبر دینا اثبات ہے، لہٰذا اسی خاتون کی گواہی معتبر ہوگی۔ اس پر فقہا کا اتفاق ہے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ أَنَّ الْبَيِّنَتَيْنِ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاهُمَا بِإِثْبَاتِ شَيْءٍ، وَشَهِدَتِ الْأُخْرٰى بِنَفْيِهٖ، وَتَكَافَئَا فِي الْعَدَالَةِ أَنَّهٗ يُؤْخَذُ بِقَوْلِ مَنْ أَثْبَتَ دُوْنَ مَنْ نَفٰى؛ لِأَنَّ الْمُثْبِتَ عَلِمَ مَا جَهِلَ النَّافِي، وَالْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ عَلِمَ.

”فقہاء کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب دو عورتیں گواہی دیں، ان میں سے ایک کسی چیز کے اثبات کی گواہی دے اور دوسری اس کی نفی میں گواہی دے اور دونوں عدالت میں بھی برابر ہوں، تو اس کا قول معتبر ہوگا، جو اثبات کر

رہی ہے، نہ کہ جو نفی کر رہی ہے، کیونکہ اثبات کرنے والے کے پاس نفی کرنے والے کی بہ نسبت زائد علم ہوتا ہے، اس لیے بات بھی اس کی معتبر ہوگی، جس کے پاس زائد علم ہے۔"

(شرح صحيح البخاري : 12/8)

اگر دونوں عورتوں میں سے ایک عادلہ ہو اور دوسری جھوٹی، تو عادلہ کی گواہی معتبر ہوگی اور جھوٹی عورت کی گواہی رد کر دی جائے گی، کیونکہ وہ شرعاً معتبر ہی نہیں، واللہ اعلم!

سوال: محفل سماع کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سماع بے دین صوفیا کی ایجاد ہے۔ یہ بالاجماع ممنوع اور حرام ہے، سلف صالحین وائمہ دین میں سے کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں رہا، البتہ اہل علم سے اس کی مذمت اور ممانعت ثابت ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ بِدْعَةٌ وَّضَلَالَةٌ وَإِنَّهُ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ وَإِجْمَاعِ السَّالِفِينَ جَمِيعِهِمْ وَإِنَّمَا حَدَثَ فِي الْأُمَّةِ لَمَّا أُحْدِثَ فِي الْأُمَّةِ .

"محفل سماع بدعت اور گمراہی ہے، یہ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے اجماع کے خلاف ہے، امت میں اس کا آغاز اس وقت ہوا، جب اُمت میں بدعات کا آغاز ہوا۔"

(الاستقامة :280/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ فِي الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ لَا بِالْحِجَازِ وَلَا بِالشَّامِ وَلَا بِالْيَمَنِ وَلَا بِالْعِرَاقِ وَلَا خُرَاسَانَ مَنْ يَجْتَمِعُ عَلٰى هٰذَا السَّمَاعِ الْمُحْدَثِ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَكُونَ كَانَ نَظِيرُهُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا كَانَ أَحَدٌ يُمَزِّقُ ثِيَابَهُ وَلَا يَرْقُصُ فِي سَمَاعٍ وَلَا شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَصْلًا .

”قرونِ ثلاثہ میں حجاز، شام، یمن، عراق اور خراسان کے علاقوں میں ایسا کوئی نظر نہیں آتا، جو اس بدعی محفل سماع میں جمع ہوتا ہو، چہ جائیکہ اس کی کوئی مثال عہد نبوی میں ملے۔ نیز ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ملتا، جو (وجد طاری ہونے کی وجہ سے) اپنے کپڑے پھاڑتا ہو، محفل سماع میں رقص کرتا ہو یا اس جیسا کوئی (اور خلاف شرع وعقل) عمل کرتا ہو۔“

(الاستقامة: 297/1)

❁ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) کہتے ہیں:

إِنَّ مَا يَفْعَلُهُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ الْوَجْدَ وَالْمَحَبَّةَ مَكْرُوهٌ لَا أَصْلَ لَهُ فِي الدِّينِ .

”لوگ وجد اور محبت کے حال کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(البَحر الرّائق لابن نُجَيم: 82/5)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

تَبَيَّنَ بِهٖ أَنَّ مَا يَفْعَلُهُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ الْوَجْدَ، وَالْمَحَبَّةَ مَكْرُوهٌ وَلَا أَصْلَ لَهٗ فِي الدِّينِ وَتَبَيَّنَ بِهٖ أَنَّهٗ يُمْنَعُ الْمُتَقَشِّفَةُ وَحَمْقٰى أَهْلِ التَّصَوُّفِ مِمَّا يَعْتَادُونَهٗ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَتَمْزِيقِ الثِّيَابِ عِنْدَ السَّمَاعِ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ فِي الدِّينِ عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْآنِ، وَالْوَعْظِ فَمَا ظَنُّك عِنْدَ سَمَاعِ الْغِنَاءِ.

''اس سے واضح ہوا کہ جو کچھ وجد اور حال محبت کے دعویدار کرتے ہیں، وہ مکروہ ہے اور دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نیز اس سے ثابت ہوا کہ ملنگ اور بیوقوف صوفیا جو سماع کے وقت آوازیں بلند کرتے ہیں اور کپڑے پھاڑتے ہیں، انہیں ان بری عادات سے روکا جائے گا، کیونکہ ایسا کرنا قرآن اور وعظ کو سننے کے وقت بھی مکروہ (ممنوع) ہے، بھلا غنا (گیت وغیرہ) سننے کے وقت آپ کا کیا خیال ہوگا؟''

(البحر الرّائق: 82/5)

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَا يَفْعَلُهٗ مُتَصَوِّفَةُ زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ وَالْجُلُوسُ إِلَيْهِ وَمَنْ قَبْلَهُمْ لَمْ يَفْعَلْ كَذٰلِكَ ...... وَالْحَاصِلُ أَنَّهٗ لَا رُخْصَةَ فِي السَّمَاعِ فِي زَمَانِنَا.

''ہمارے زمانے کے صوفیا جو کچھ کرتے ہیں، یہ حرام ہے، ایسی مجلس کا قصد کرنا یا وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ ان سے پہلے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔...... حاصل

کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں محفل سماع کی کوئی رخصت نہیں۔‘‘

(فتاویٰ شامی:349/6)

سوال: کیا میت کوخوشبو لگانے والے پر وضو واجب ہے؟

جواب: میت کوخوشبو لگانے والا پر کوئی وضو نہیں،خوشبو لگانے والے کے حق میں وضو کرنا نہ واجب ہے، نہ مستحب ومشروع۔ البتہ میت کو کندھا دینے والے کے لیے وضو کرنا مشروع ومستحب ہے، واجب نہیں۔

❀ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ مَنْ حَنَّطَ مَيِّتًا لَا وُضُوءَ عَلَيْهِ .

’’اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص میت کوخوشبو لگائے، اس پر کوئی وضو (واجب یا مستحب) نہیں۔‘‘

(المُنتقىٰ شرح الموطأ :65/1)

سوال: ایک شخص نے دوران اعتکاف بیوی سے جماع کر لیا، اس کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: اعتکاف میں بیوی سے ہم بستر ہونا جائز نہیں، اگر کسی نے بیوی سے ازدواج قائم کر لیا، تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس پر اجماع ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

(البقرة : 187)

”جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو، تو اپنی بیویوں سے مباشرت مت کرو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں، ان کے قریب بھی مت پھٹکو، اللہ اسی طرح لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ وہ متقی بن جائیں۔“

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِيهِ أَنَّهُ إِذَا جَامَعَ امْرَأَتَهُ فَقَدْ بَطَلَ اعْتِكَافُهُ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے (دوران اعتکاف) اپنی بیوی سے جماع کرلیا، اس کا اعتکاف باطل ہو گیا۔“

(مَعالم السّنن : 142/2)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ مَنْ جَامَعَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ عَامِدًا لِذٰلِكَ فِي فَرْجِهَا أَنَّهُ مُفْسِدٌ لِاعْتِكَافِهِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے دوران اعتکاف قصداً بیوی کی شرمگاہ میں جماع کرلیا، تو اس سے اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔“

(تفسير القُرطبي : 332/2)

سوال: ایک عورت نے حج کی نذر مانی، مگر وہ حج نہ کر سکی، تو کیا اس کی نذر کوئی مرد پوری کر سکتا ہے یا عورت ہی نذر پوری کرے گی؟

جواب: کسی کی نذر کا حج وہ کر سکتا ہے، جو اپنا حج کر چکا ہو۔ یہ نذر مرد بھی پوری کر سکتا ہے اور عورت بھی۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي حَجِّ الرَّجُلِ عَنِ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرد کی طرف سے عورت اور عورت کی طرف سے مرد (نذر کا) حج کر سکتے ہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 525/4)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً مِّنْ خَثْعَمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، زَادَ ابْنُ خَشْرَمٍ وَابْنُ هَاشِمٍ غَدَاةَ النَّحْرِ قَالُوا : وَالْفَضْلُ رَدِيفُهٗ فَقَالَتْ : إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ عَلٰى عِبَادِهٖ أَدْرَكَتْ أَبِي وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَّا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَمْسِكَ عَلَى الرَّحْلِ فَهَلْ تَرٰى أَنْ يُّحَجَّ عَنْهُ قَالَ : نَعَمْ .

''خثعم قبیلہ کی ایک عورت نے (ابن خشرم اور ابن ھاشم کی روایت میں یوم النحر کی صبح کے الفاظ زائد ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، جب کہ سیدنا فضل رضی اللہ عنہ (سواری پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، تو وہ میرے بوڑھے باپ پر بھی فرض ہو چکا ہے، لیکن وہ سواری پر صحیح طور پر نہیں بیٹھ سکتے، کیا اس کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا : جی ہاں!۔''

(صحيح البخاري : 1513، صحيح مسلم : 1334، المُنتقٰى لابن الجارود : 497)

یہ حدیث دلیل ہے کہ مرد کی طرف سے عورت حج کر سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ : لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ : نَعَمْ قَالَ : فَاقْضُوا اللّٰهَ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ .

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا: میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ (حج کیے بغیر) فوت ہوگئی ہے (کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟) آپ ﷺ نے پوچھا: اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا، تو آپ اسے ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: اللہ کا حق ادا کیجیے، کیوں کہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔''

(صحيح البخاري : 1852، المُنتقٰى لابن الجارود : 501)

یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت کی طرف سے مرد حج کرسکتا ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں کپڑوں کی طہارت سے کیا مراد ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المُدّثِّر : ٤)

''اپنے لباس کو پاک رکھیے۔''

جواب: لباس کی طہارت سے مراد انہیں نجاست سے پاک کرنا ہے۔ طہارت کے اس معنی پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❀ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّهُ لَيْسَتْ هَاهُنَا طَهَارَةٌ وَاجِبَةٌ لِلثِّيَابِ غَيْرَ طَهَارَتِهَا مِنَ النَّجَاسَةِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں (آیت میں) کپڑوں کی واجب طہارت سے مراد انہیں نجاست سے پاک کرنا ہے۔“

(المُنتقیٰ شرح الموطأ: 41/1)

سوال: حج وعمرہ میں احرام باندھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: احرام باندھنا حج اور عمرہ کا رکن ہے، یہ واجب ہے، اس کے بغیر حج یا عمرہ نہیں، احرام میں دو اَن سلی چادریں باندھی جائیں گی، البتہ اس کا رنگ سفید ہونا ضروری نہیں، سفید رنگ مستحب ہے۔

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْإِحْرَامُ فَلَا خِلَافَ فِي وُجُوبِهٖ وَرُكْنِيَتِهٖ .

”(حج وعمرہ کے لیے) احرام باندھنا واجب اور رکن ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(القَبس، ص 545)

سوال: کیا شیعہ کے نزدیک قرآن کریم محرف ومبدل ہے؟

جواب: شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن اصلی نہیں، ان کے نزدیک قرآن کریم میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے۔ اس پر شیعہ کا اتفاق ہے۔

❁ شیعہ عالم محمد بن محمد بن نعمان المعروف بہ المفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

اِتَّفَقُوا أَنَّ أَئِمَّةَ الضَّلَالِ خَالَفُوا فِي كَثِيرٍ مِنْ تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ وَعَدَلُوا فِيهِ عَنْ مُوجِبِ التَّنْزِيلِ وَسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَأَجْمَعَتِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَالزَّيْدِيَّةُ وَالْمُرْجِئَةُ،

وَأَصْحَابُ الْحَدِيثِ عَلٰى خِلَافِ الْإِمَامِيَّةِ فِي جَمِيعِ مَا عَدَدْنَاهُ.

امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ گمراہی کے سرغنوں (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ) نے قرآن کو جمع کرنے میں (حقیقی قرآن کی) بہت زیادہ مخالفت کی ہے۔ اور اس کام میں انہوں نے قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے تقاضوں سے پہلو تہی اختیار کی ہے۔...... جبکہ معتزلہ، خوارج، زیدیہ، مرجئہ اور اہل حدیث مذکورہ تمام عقائد میں امامیہ شیعہ کے خلاف ہیں۔''

(أوائل المقالات، ص 49)

❀ نیز لکھا ہے:

إِنَّ الْأَخْبَارَ جَاءَ تْ مُسْتَفِيضَةً عَنْ أَئِمَّةِ الْهُدٰى مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاخْتِلَافِ الْقُرْآنِ وَمَا أَحْدَثَهُ بَعْضُ الظَّالِمِينَ فِيهِ مِنَ الْحَذْفِ وَالنُّقْصَانِ.

''آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ائمہ ہدیٰ سے متواتر روایات ہیں کہ قرآن کریم تبدیل ہو چکا ہے اور اس میں بعض ظالموں نے بعض آیات کو حذف کر دیا اور قرآن میں نقص واقع کر دیا ہے۔''

(أوائل المقالات، ص 91)

❀ شیعہ مفسر ہاشم بن سلیمان بہرانی (۱۱۰۷ھ) نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْحَقَّ الَّذِي لَا مَحِيصَ عَنْهُ بِحَسْبِ الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ الْآتِيَةِ وَغَيْرِهَا أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ الَّذِي فِي أَيْدِينَا قَدْ وَقَعَ فِيهِ بَعْدَ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ مِنَ التَّغْيِيرَاتِ وَأَسْقَطَ الَّذِينَ جَمَعُوهُ بَعْدَهُ كَثِيرًا مِّنَ الْكَلِمَاتِ وَالْآيَاتِ .

''جان لیجئے کہ متواترہ روایات اور دیگر دلائل کی رو سے حق بات کہ جس کا انکار ممکن نہیں یہ ہے کہ یہ قرآن، جو ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ (کی وفات) کے بعد تغیر وتبدل ہو چکا ہے، جنھوں نے اس قرآن کو جمع کیا، انہوں نے قرآن میں موجود بہت سے کلمات اور آیات کو نکال دیا ہے۔''

(مقدمة تفسير البُرهان في تفسير القرآن، ص 36)

❁ نیز لکھا ہے:

عِنْدِي فِي وُضُوحِ صِحَّةِ هٰذَا الْقَوْلِ بَعْدَ تَتَبُّعِ الْأَخْبَارِ وَتَفَحُّصِ الْآثَارِ بِحَيْثُ يُمْكِنُ الْحُكْمُ بِكَوْنِهِ مِنْ ضُرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ التَّشَيُّعِ وَأَنَّهُ مِنْ أَكْبَرِ مَقَاصِدِ الْخِلَافَةِ .

''روایات کا تتبع اور آثار کا دقیق مطالعہ کرنے کے بعد میرے نزدیک تحریف قرآن کا عقیدہ اتنا واضح ہے کہ اسے مذہب شیعہ کی ضروریات (بنیادی عقائد، جنہیں بچہ بچہ جانتا ہے) میں شامل کرنا ممکن ہے، نیز (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی) خلافت کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد قرآن کی تحریف کرنا تھا۔''

(مقدمة تفسير البُرهان في تفسير القرآن، ص 49)

❁ شیعہ عالم نعمت اللہ بن عبداللہ جزائری (۱۱۱۲ھ) نے کہا ہے:

إِنَّ الْأَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى هٰذَا تَزِيدُ عَلٰى أَلْفَيْ حَدِيثٍ وَادَّعَى

اسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيدِ، وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ، وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ ....

”عقیدہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے، (شیعہ علما کی) ایک بڑی جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسے (شیعہ کے) شیخ مفید، محقق داماد، علامہ ملا باقر مجلسی ہیں۔“

(فَصل الخطاب لحسين بن محمد النّوري الطّبرسي، ص 248)

معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب میں عقیدہ تحریف قرآن پر متواتر روایات ہیں، اس لیے امامیہ شیعہ کا اس عقیدہ کے برحق ہونے پر اتفاق ہے، بلکہ یہ عقیدہ ان کے ہاں ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے کہ جسے اپنانا ہر شیعہ کے لیے ضروری ہے۔

جبکہ عقیدہ تحریف قرآن ایک کفریہ عقیدہ ہے۔ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ کو بالاجماع صریح کفر وارتداد قرار دیتے ہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ قَوْلِ الْإِمَامِيَّةِ كُلِّهَا قَدِيمًا وَّحَدِيثًا أَنَّ الْقُرْآنَ مُبَدَّلٌ زِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ وَنُقِصَ مِنْهُ كَثِيرٌ وَبُدِّلَ مِنْهُ كَثِيرٌ .

”پہلے اور بعد والے سارے کے سارے امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن کو تبدیل کر دیا گیا ہے، اس میں کچھ اضافہ کر دیا گیا اور بہت زیادہ کمی کر دی گئی اور بہت سے کلمات کو تبدیل کر دیا گیا۔“

(الفِصَل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 139/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِأَنَّ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ تَبْدِيلًا كُفْرٌ صَرِيحٌ وَتَكْذِيبٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ عقیدہ رکھنا کہ دوگتوں کے درمیان موجود مصحف میں تبدیلی کر دی گئی ہے، صریح کفر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔“

(الفِصَل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 139/4)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنَ الْفِرَقِ الْمُنْتَمِيَةِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ وَالْمُرْجِئَةِ وَالزَّيْدِيَّةِ فِي وُجُوبِ الْأَخْذِ بِمَا فِي الْقُرْآنِ وَأَنَّهُ هُوَ الْمَتْلُوُّ عِنْدَنَا نَفْسُهُ وَإِنَّمَا خَالَفَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ مِنْ غُلَاةِ الرَّوَافِضِ هُمْ كُفَّارٌ بِذٰلِكَ مُشْرِكُونَ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ .

”جو فرقے بھی اسلام کی طرف منسوب ہیں، مثلاً اہل سنت، معتزلہ، خوارج، مرجئہ اور زیدیہ، ان میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم کی آیات سے دلیل پکڑی جائے گی، نیز یہ وہی (حقیقی) قرآن ہے، جس کی ہمارے ہاں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس بارے میں غالی روافض نے مخالفت کی ہے، یہ گروہ اس کا انکار کرتے ہیں، یہ لوگ تمام مسلمانوں کے نزدیک مشرک ہیں۔“

(الإحكام في أصول الأحكام :96/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ مِنْهُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ نُقِصَ مِنْهُ آيَاتٌ وَكُتِمَتْ أَوْ زَعَمَ أَنَّ لَهُ تَأْوِيلَاتٍ بَاطِنَةً تُسْقِطُ الْأَعْمَالَ الْمَشْرُوعَةَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ وَهٰؤُلَاءِ يُسَمُّونَ الْقَرَامِطَةَ وَالْبَاطِنِيَّةَ وَمِنْهُمُ التَّنَاسُخِيَّةُ وَهٰؤُلَاءِ لَا خِلَافَ فِي كُفْرِهِمْ.

''ان (روافض) کا دعویٰ ہے کہ قرآن کی بعض آیات کم کر دی گئی ہیں اور چھپا لی گئی ہیں یا یہ دعویٰ کیا کہ قرآنی آیات کے باطنی تفاسیر ہیں، جن سے مشروع اعمال ساقط ہو جاتے ہیں اور اس طرح کے دیگر نظریات رکھتے ہیں، انہیں قرامطہ اور باطنیہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان میں سے تناسخیہ (عقیدہ تناسخ کے قائلین) بھی ہیں، ان سب کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الصّارم المَسلول، ص 586)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ حَرْفًا مِمَّا فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ أَوْ زَادَ فِيهِ أَوْ نَقَصَ فَقَدْ كَفَرَ.

''جس نے مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا، یا یہ عقیدہ بنایا کہ اس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہے، تو وہ کافر ہے۔''

(شمّ العوارض في ذمّ الرّوافض، ص 85، الأثمار الجَنية في أسماء الحنفية: 211/1، مَناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة 501/2)

تحریف قرآن کا عقیدہ کفریہ عقیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچانا بالا جماع کفر ہے۔

سوال: کیا شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ بداء کے قائل ہیں؟

جواب: عقیدہ بداء کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض کاموں کے ظاہر ہونے سے پہلے ان کا علم نہ تھا، جب وہ ظاہر ہوئے، تو معلوم ہوا۔ یہ شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے۔ اس پر وہ بعض آیات سے استدلال بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر محیط ہے، وہ ہر شے کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہی جانتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جو ہو گیا، جو ہونے والا ہے، جو نہ ہوا، اگر ہوتا تو کیسا ہوتا، یہ سب ہمارے رب کے علم میں ہے۔ اس کا علم کبھی خطا نہیں کھاتا۔

❁ شیعہ عالم محمد بن محمد بن نعمان المعروف بہ المفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

اِتَّفَقُوا عَلٰى إِطْلَاقِ لَفْظِ الْبَدَاءِ فِي وَصْفِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ جِهَةِ السَّمْعِ دُونَ الْقِيَاسِ ...... وَأَجْمَعَتِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَالزَّيْدِيَّةُ وَالْمُرْجِئَةُ، وَأَصْحَابُ الْحَدِيثِ عَلٰى خِلَافِ الْإِمَامِيَّةِ فِي جَمِيعِ مَا عَدَدْنَاهُ.

''امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بداء کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے، اگرچہ یہ وصف نص کی روشنی میں ہوگا، نہ کہ قیاس سے۔ ......معتزلہ، خوارج، زیدیہ، مرجئہ اور اہل حدیث مذکورہ تمام عقائد میں امامیہ شیعہ کے خلاف ہیں۔''

(أوائل المَقالات، ص 48-49)

امامیہ عقیدہ بداء پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ﴾

(مُحمّد : ٣١)

''ہم تمہیں آزماتے ہیں، یہاں تک کہ ہم ظاہر کر دیں کہ تم میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں۔''

یہ قرآن کی واضح تحریف ہے۔کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدہ بداء کا قائل نہیں۔

سوال: حمل کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟

جواب: حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے،اس سے کم نہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥)

''اس (بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں حمل کی کم از کم مدت اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان ہوئی ہے۔حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے،یوں یہ پورے تیس ماہ بن جاتے ہیں۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے یہی مسئلہ ثابت کیا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْتِنْبَاطٌ قَوِيٌّ صَحِيحٌ.

''یہ استنباط واستدلال قوی اور صحیح ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 568/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنِّي لَصَاحِبُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أُتِيَ بِهَا عُمَرَ وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِعُمَرَ : لِمَ تَظْلِمُ؟ فَقَالَ : كَيْفَ، قَالَ : قُلْتُ لَهُ : اقْرَأْ : ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) وَقَالَ : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) كَمِ الْحَوْلُ؟ قَالَ : سَنَةٌ، قَالَ : قُلْتُ : كَمِ السَّنَةُ؟ قَالَ : اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، قَالَ : قُلْتُ : فَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ شَهْرًا، حَوْلَانِ كَامِلَانِ وَيُؤَخِّرُ مِنَ الْحَمْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَيُقَدِّمُ فَاسْتَرَاحَ عُمَرُ إِلٰى قَوْلِي .

''ایک عورت نے (خاوند کی ہم بستری کے) چھ ماہ کے بعد بچہ جن لیا اسے (زنا کے شبہ میں) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، لوگوں نے اس بات کا انکار کیا تھا کہ چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں، میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ کیوں ظلم کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیسے؟ میں نے کہا: آپ یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھ لیں: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) ''حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' عرض کیا: حول کتنا ہوتا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال۔ عرض کیا: ایک سال کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا: بارہ

ماہ۔ عرض کیا: چوبیس ماہ پورے دوسال بنتے ہیں، (اس میں چھ شامل کریں تو پورے تیس ہوجاتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ حمل کی مدت کو جتنا چاہے لمبا کرتا ہے اور جتنا چاہے کم کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میری بات پر مطمئن ہو گئے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 352/7، ح : 13449، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرمایا:

إِنَّهٗ رُفِعَ إِلَيَّ امْرَأَةٌ وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ حِينِ دَخَلَ عَلَيْهَا زَوْجُهَا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهٖ : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) وَفِي آيَةٍ أُخْرٰى : ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) فَإِذَا تَمَّتِ الرَّضَاعَ كَانَ حَمْلُهَا سِتَّةَ أَشْهُرٍ قَالَ : فَنَجَتْ .

''میرے پاس ایک خاتون کا مسئلہ لایا گیا، جس نے اپنے خاوند کی ہم بستری سے چھ ماہ بعد ہی بچہ جنم دیا تھا۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' دوسری آیت میں ہے: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) ''اس

(بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔'' جب رضاعت (چوبیس ماہ) مکمل ہو جائے، تو (تیس ماہ میں سے) حمل چھ ماہ ہی رہ جاتا ہے۔ اس سے وہ عورت (رجم سے) بچ گئی۔''

(التّوحید لابن مندة : 101، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فقاہت کا تذکرہ فرمایا۔ کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو گیا ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَا قَالَهُ عَلِيٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِي هٰذَا الْبَابِ فِي أَقَلِّ الْحَمْلِ وَهُوَ أَصْلٌ وَإِجْمَاعٌ .

''حمل کی کم سے کم مدت کے بارے میں جو مذہب سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے، میرے علم کے مطابق اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع اس کی دلیل ہیں۔''

(الاستذکار : 493/7)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَلِدُ لِدُونِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ سَقْطًا وَهٰذَا أَمْرٌ تَلَقَّاهُ الْفُقَهَاءُ عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

”تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ عورت چھ ماہ سے کم بچہ پیدا نہیں کرتی، اگر کرے، تو وہ سقط ہوگا۔ یہ ایسی فتویٰ ہے، جسے فقہاء نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔“

(تُحفة المودود، ص 186)

سوال: کیا دو سجدوں کے درمیان فاصلہ کرنا واجب ہے؟

جواب: دو سجدوں کے درمیان فاصلہ کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص سجدہ کرنے کے بعد معمولی سر اٹھائے، پھر دوسرے سجدے میں چلا جائے، تو اس کا ایک ہی سجدہ ہوگا، جب تک کہ دونوں سجدوں کو جدا جدا نہ کر لے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

”پھر (پہلے سجدے سے) سر اٹھائیں اور اطمینان سے بیٹھ جائیں۔“

(صحيح البخاري : 6251، صحيح مسلم : 397)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْفَصْلَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاجِبٌ، وَإِلَّا فَكَانَتْ سَجْدَةٌ وَّاحِدَةٌ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دو سجدوں کے درمیان فاصلہ ڈالنا واجب ہے، ورنہ اس کا ایک ہی سجدہ ہوگا۔“

(إكمال المُعلم : 283/2)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دوران نماز چھینک آئی اور ناک کا نزلہ کپڑوں پر لگ گیا، اب کیا کرے؟

جواب: نماز جاری رکھے، کیونکہ ناک کا رینٹ اور ریزش ناپاک نہیں ہے، کپڑوں کو لگ جائے، تو کپڑے پاک ہی رہتے ہیں۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طَهَارَةُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَهُوَ أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ لَا أَعْلَمُ فِيهِ اخْتِلَافًا .

''تھوک (بلغم) اور ناک کی ریزش پاک ہے، اس پر اجماع و اتفاق ہے، مجھے اس بارے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔''

(التّوضيح : 514/4)

سوال: ایک شخص جلاد ہے، وہ لوگوں پر حدود قائم کرتا ہے، کیا جلاد اپنے والد پر بھی حد قائم کرے گا؟

جواب: جلاد کا والد کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے، جس پر حد نافذ ہوتی ہے، تو جلاد اپنے والد پر حد نہیں لگائے گا، کوئی دوسرا جلاد یہ فریضہ انجام دے گا۔

یہی حکم پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں موجود جلادوں کا ہے کہ وہ اپنے والدین کو سزا نہیں دیں گے، کوئی دوسرا جلاد سزا دے گا۔

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي أَنَّ الْجَلَّادَ لَيْسَ لَهٗ أَنْ يَقْتُلَ أَبَاهُ فِي الزِّنَا حَدًّا، وَلَا أَنْ يُبَاشِرَ إِقَامَةَ الْحَدِّ عَلَيْهِ، بَلْ لَا يُبَاشِرُ قَتْلَ أَبِيهِ الْكَافِرِ .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جلاد کے لیے جائز نہیں کہ اپنے والد کو زنا کی حد میں قتل کرے، اسی طرح وہ اس پر خود حد بھی نہیں لگا سکتا، بلکہ اپنے کافر باپ کو بھی (حد میں) قتل نہیں کر سکتا۔''

(شرح الإلمام بأحاديث الأحكام: 226/2)

سوال: اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر فضیلت ہے، وہ گمراہ اور بدعتی ہے، حق کا مخالف ہے، مذہب اہل سنت والجماعت سے منحرف ہے۔ متواتر نصوص اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُمت کے افضل ترین انسان ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁ علامہ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّافِضِيُّ إِنْ كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَيَلْعَنُهُمَا فَهُوَ كَافِرٌ، وَإِنْ كَانَ يُفَضِّلُ عَلِيًّا عَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَكُونُ كَافِرًا لٰكِنَّهٗ مُبْتَدِعٌ .

''اگر رافضی شیخین (سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا

کہتا ہو اور ان پر لعنت کرتا ہو، تو وہ کافر ہے اور اگر وہ (برا بھلا نہ کہتا ہو، صرف) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہو، تو وہ کافر نہیں ہے، بلکہ بدعتی ہے۔''

(خُلاصة الفتاویٰ : 381/4، فتاویٰ عالمگیری:246/2، فتاویٰ شامی:70/4،فتاویٰ بزازیہ: 319/6، لسان الحكام لابن الشَّحنة، ص 414، مَجمع الأنهر لشَيخي زاده الحنفي : 198/1، تبيين الحقائق للزّيلعي الحنفي : 135/1، البحر الرّائق لابن نجيم : 370/1، 136/5، الأشباه والنّظائر لابن نُجَيم، ص 159)

سوال: رافضی کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: رافضی کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کے عقائد کفریہ وشرکیہ ہیں، سلف اُمت کے اجماعی واتفاقی عقائد سے واضح انحراف ہے۔

❀ علامہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَكْشَفَ عَنْ عَقَائِدِهِمُ الْخَبِيثَةِ وَمَا انْطَوَوْا عَلَيْهِ، عَلِمَ أَنْ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ، وَتَحَقَّقَ كُفْرُهُمْ لَدَيْهِ .

''جو شخص روافض کے خبیث عقائد اور پوشیدہ نظریات پر آگاہی حاصل کر لے، وہ جان جائے گا کہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور اس کے نزدیک ان کا کفر ثابت ہو جائے گا۔''

(مُختصر التّحفة الأثني عشرية، ص 300)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُصَلّى خَلْفَ الرَّافِضِيّ إِذَا كَانَ يَتَنَاوَلُ أَصْحَابَ رَسُولِ

اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جو رافضی اصحاب رسول کو برا بھلا کہتا ہو، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

(سيرة الإمام أحمد لصالح بن أحمد، ص 75)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِي صَلَّيْتُ خَلْفَ الْجَهْمِيِّ الرَّافِضِيِّ أَمْ صَلَّيْتُ خَلْفَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَلَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِمْ، وَلَا يُعَادُونَ، وَلَا يُنَاكَحُونَ، وَلَا يَشْهَدُونَ، وَلَا تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ.

''مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں کسی جہمی اور رافضی کی اقتدا میں نماز پڑھوں یا یہود ونصاریٰ کی اقتدا میں نماز پڑھوں۔ ان (جہمیوں اور رافضیوں) پر سلام نہ کہا جائے، نہ ان کی عیادت کی جائے، نہ ان سے نکاح کیا جائے، نہ ان کے جنازوں میں شرکت کی جائے اور نہ ان کے ذبیحے کھائے جائیں۔''

(خلق أفعال العِباد، ص 54)

❁ علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا نُكَفِّرُهُمْ كَمَا يُكَفِّرُونَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِم عِنْدَنَا وَلَا الصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ.

''ہم روافض کی تکفیر کرتے ہیں، کہ وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص351)

❁ علامہ مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۳۹ھ) سے منقول ہے:

إِنَّهٗ لَا تَجُوزُ خَلْفَ الرَّافِضِيِّ .

”رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“

(تبیین الحقائق :134/1، مَجمع الأنهر :108/1، فتاویٰ عالمگیری:84/1)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) کا بھی یہی فتوی ہے۔

(البحر الرّائق :379/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے بھی یہی فتوی دیا ہے۔

(عُمدة القاري : 232/5، البِناية شرح الهداية : 333/2)

❁ علامہ ابن مازہ حنفی (۶۲۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ الْمُغَالِيُّ الَّذِي يُنْكِرُ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجُوزُ .

”غالی روافض جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“

(المُحيط البُرهاني :406/1)

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي خَلْفَ مُنْكِرِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

”جو موزوں پر مسح کا منکر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“

(تبیین الحقائق :135/1)

سوال: قربانی کی مشروعیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے ہاں قربانی مشروع ہے۔قربانی میں مخصوص دن کو مخصوص عمر کے جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے اوراس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود قربانی کی ،صحابہ،تابعین، تبع تابعین اورائمہ دین قربانی کرتے رہے۔

نیز قربانی کے استحباب ومشروعیت پر کتاب وسنت اورامت کا اجماع دلیل ہے۔ یہ اسلام کا شعاراور اللہ کریم کے شکر کا نرالہ انداز بھی ہے۔قربانی اللہ کا حق ہے اوراس کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأُضْحِيَّةُ مَشْرُوعَةٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ .

''کتاب وسنت اوراجماع اُمت کی رو سے قربانی مشروع ہے۔''

(شرح الهداية : 303/15)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

الْأَصْلُ فِي مَشْرُوعِيَّتِهَا الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ الْأُمَّةِ .

''قربانی کی مشروعیت پر دلیل کتاب وسنت اوراجماع اُمت ہے۔''

(تُحفة المُحتاج : 343/9)

سوال: ایک عورت حالت حیض میں فوت ہوئی، کیا اسے غسل دیا جائے گا اور کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: حائضہ کوغسل دیا جائے گا اوراس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى أُمِّ فُلَانٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسَطَهَا .

”رسول اللہ ﷺ نے ام فلاں کی نماز جنازہ پڑھی، جو زچگی کے وقت فوت ہو گئی تھیں، آپ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔“

(صحيح البخاري :1331، صحيح مسلم : 964، المُنتقٰى لابن الجارود : 544)

نفاس اور حیض کے احکام ایک جیسے ہیں، لہٰذا حالت حیض میں فوت ہونے والی عورت پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نیز حائضہ کا خود نماز پڑھنا منع ہے، اس پر نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

سوال: دجال کے خلاف سب سے سخت کون ہوں گے؟

جواب: دجال کے خلاف سب سے زیادہ سخت قبیلہ بنو تمیم کے لوگ ہوں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ : هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ، وَجَاءَ تْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا، وَكَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ .

''رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سننے کے بعد میں بنو تمیم سے محبت کرتا رہوں گا۔(۱) میں نے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: میری اُمت میں سے وہ (بنو تمیم) دجال کے مقابلے میں سب سے زیادہ سخت ہوں گے، (۲) ان کے صدقات آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں۔(۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان (بنو تمیم) میں سے ایک لونڈی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کردیں، کیوں کہ یہ اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہے۔''

(صحيح البخاري : 2543، صحيح مسلم : 2525، المُنتقٰى لابن الجارود : 974)

سوال: احادیث میں مختلف صحابہ سے تشہد کے مختلف الفاظ مروی ہیں، کون سے الفاظ پڑھنے چاہییں؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے تین طرح کے تشہد کے الفاظ ثابت ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی الفاظ نماز میں پڑھے جاسکتے ہیں، ان سب کے جواز پر اتفاق ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِهَا كُلِّهَا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ تشہد کے یہ تمام الفاظ جائز ہیں۔''

(شرح مسلم : 4/115)

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد کے الفاظ:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ .

”تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر سلام اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو۔“

(صحيح البخاري :831؛ صحيح مسلم : 402)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تشہد:

التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ .

”ساری کی ساری مبارک زبانی عبادتیں، تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر سلام اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو، گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔“

(صحيح مسلم : 403)

③ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول تشہد:

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ .

”ساری کی ساری زبانی، مالی اور بدنی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر سلام اور اللہ کے صالح

بندوں پر سلام ہو، گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(صحيح مسلم : 404)

سوال: نماز وتر کا وقت کیا ہے؟

جواب: نماز وتر کا وقت نماز عشاء سے طلوع فجر تک ہے۔ نماز وتر رات کے اول حصے، درمیانی حصے اور آخری حصے میں سے کسی بھی وقت پڑھے جا سکتے ہیں، اس پر اتفاق ہے، البتہ رات کے آخری پہر میں پڑھنا افضل ہے۔

❀ مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا وتر کیا تھا؟ فرمایا:

مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَأَوْسَطِهٖ، وَآخِرِهٖ، فَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ .

''رات کے ہر حصے میں رسول اللہ ﷺ نے وتر ادا کئے ہیں، شروع میں بھی، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی، آپ ﷺ کا وتر سحری تک پہنچ چکا تھا۔''

(صحيح البخاري : 996، صحيح مسلم : 745)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِتِّفَاقُ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ .

''اس پر اتفاق ہے کہ رات کے کسی بھی حصہ میں وتر پڑھنا جائز ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 318/1)

سوال: عورت کا ننگے سر گھر سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

(جواب): عورت کا پورا بدن پردہ ہے، کسی مسلمان آزاد عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ پورا بدن ڈھانپے بغیر گھر سے باہر نکلے۔

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُ الْمُسْلِمِينَ عَلٰی مَنْعِ النِّسَاءِ أَنْ يَخْرُجْنَ سَافِرَاتِ الْوُجُوهِ، لَا سِيَّمَا عِنْدَ كَثْرَةِ الْفَسَادِ وَظُهُورِهِ.

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عورتوں کو چہرہ ننگا کر کے باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا، خاص طور پر جب فساد اور فتنے عام ہوں۔''

(شرح سنن أبي داود: 16/367)

(سوال): شکاری اور رکھوالی کے لیے پالے گئے کتوں کو مارنا کیسا ہے؟

(جواب): شکار، کھیتی اور مویشیوں کی رکھوالی کے لیے کتا رکھنا جائز ہے، بغیر وجہ کے ایسے کتے کو مارنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ، أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ، فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ زَرْعًا.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، ماسوائے شکاری، بکریوں اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے رکھے گئے کتوں کے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو کھیتی کی حفاظت کے لیے کتے کی استثنا کرتے ہیں، تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کھیت بھی ہے۔''

(صحیح مسلم :1571)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى مَنْعِ قَتْلِهِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ شکاری اور رکھوالی والے کتے کو قتل کرنا منع ہے۔''

(طَرح التّثریب : 32/6)

سوال: کیا کوئی ذمی کسی مسلمان کی طرف سے نفلی حج کر سکتا ہے؟

جواب: کوئی ذمی کسی مسلمان کی طرف سے نفل یا فرض حج نہیں کر سکتا۔ ذمی کافر ہوتا ہے، اس کی کوئی عبادت معتبر نہیں ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الذِّمِّيَّ لَا يَحُجُّ عَنِ الْمُسْلِمِ تَطَوُّعًا .

''فقہا کا اجماع ہے کہ ذمی کسی مسلمان کی طرف سے نفلی حج بھی نہیں کر سکتا۔''

(التّمہید : 137/9)

سوال: ثلث مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں، لیکن اگر ورثا خود اجازت دے دیں، تو کیا نصف مال کی وصیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: وقت وفات ثلث مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں، لیکن اگر ورثاء بالاتفاق اجازت دے دیں، تو ثلث مال سے زیادہ کی وصیت بھی جاری کی جا سکتی ہے، کیونکہ وہ خود اپنا حق تفویض کر رہے ہیں۔ لہٰذا ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى جَوَازِ الْوَصِيَّةِ بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ إِذَا أَجَازَ ذٰلِكَ

الْوَرَثَةُ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر ورثاء اجازت دیں، تو ثلث مال سے زائد کی وصیت بھی جائز ہے۔“

(إكمال المعلم : 5/364)

❀ یہی بات علامہ فاکہانی مالکی رحمہ اللہ (۷۳۴ھ) فرمائی ہے۔

(رياض الأفهام : 4/525)

سوال: نماز میں موبائل کی گھنٹی بجی، کیا دوران نماز موبائل کی آواز بند کی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر نماز سے پہلے موبائل کی آواز بند کرنا بھول جائیں اور دوران نماز گھنٹی بج جائے، تو نماز کے دوران ہی اسے بند کر دیا جائے، تا کہ نماز خراب نہ ہو۔

نماز میں مجبوری کی صورت میں ہاتھوں کو حرکت دینا جائز ہے، اس پر کئی احادیث اور آثار دلالت کناں ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ، أَخَذَهُمَا بِيَدِهٖ مِنْ خَلْفِهٖ أَخْذًا رَفِيقًا، فَيَضَعُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ، فَإِذَا عَادَ عَادَا، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ، أَقْعَدَهُمَا عَلٰى فَخِذَيْهِ، قَالَ : فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرُدُّهُمَا، فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ، فَقَالَ لَهُمَا : الْحَقَا بِأُمِّكُمَا، قَالَ : فَمَكَثَ ضَوْؤُهَا حَتّٰى دَخَلَا .

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے

میں گئے، تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھانے لگے، تو پیچھے ہاتھ کر کے انہیں نرمی سے پکڑا اور نیچے اُتار دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سجدے کو گئے، تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی دوبارہ کمر پر سوار ہو گئے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی۔ پھر دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں انہیں گھر چھوڑ آؤں؟ (فرمایا: نہیں) اسی اثنا میں ایک روشنی جلنے لگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: آپ اپنی والدہ کے پاس چلے جائیں، (وہ چلے، تو روشنی بھی ساتھ چلی) جب تک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما (اپنی والدہ کے پاس گھر میں) داخل نہیں ہوئے، تب تک روشنی ان کے ساتھ رہی۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 10659، النّفقة علی العیال لابن أبي الدّنیا : 220، المُعجم الکبیر للطّبراني : 2659، المستدرك للحاکم : 4782، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’صحیح الاسناد‘‘ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰی جَوَازِ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ مِنْهُ إِلَّا الْقَلِيلُ الَّذِي لَا يُخْرِجُ الْمُصَلِّيَ عَنْ عَمَلِ صَلَاتِهٖ إِلٰی غَيْرِهَا وَلَا يَشْتَغِلُ بِهٖ عَنْهَا نَحْوَ حَكِّ الْجَسَدِ حَكًّا غَيْرَ طَوِيلٍ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز میں حرکت کرنا جائز ہے، البتہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اس حرکت میں قلیل حرکت جائز ہے کہ جو نمازی کو نماز کے عمل سے خارج نہ کرے اور ارکان نماز کی ادائیگی سے مشغول نہ کرے، مثلاً جسم پر خارش کرنا، جو زیادہ دیر تک نہ کی جائے۔‘‘

(الاستذکار : 274/2)

معلوم ہوا کہ نماز میں معمولی حرکت کی جاسکتی ہے، موبائل کی گھنٹی بند کرنا بھی معمولی حرکت ہے، نیز اس میں دوسروں کی نماز کی حفاظت بھی ہے، اس لیے اگر کسی کے موبائل کی گھنٹی جماعت کے دوران بج جائے، تو وہ نہایت شائستگی کے ساتھ موبائل یا اس کی آواز بند کردے۔

سوال: بعض شاہراہوں پر واش رومز بنائے جاتے ہیں، وہاں قضائے حاجت کرنے کے لیے دس روپے یا بیس روپے قیمت مقرر کی جاتی ہے، کیا یہ قیمت لینا دینا جائز ہے؟

جواب: واش روم استعمال کرنے پر قیمت لینا دینا درست ہے۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى جَوَازِ دُخُولِ الْحَمَّامِ بِالْأُجْرَةِ مَعَ اخْتِلَافِ النَّاسِ فِي اسْتِعْمَالِهِمُ الْمَاءَ وَفِي قَدْرِ مُكْثِهِمْ.

’’فقہا کا اجماع ہے کہ اجرت دے کر حمام میں داخل ہونا جائز ہے، حالانکہ پانی استعمال کرنے کی مقدار اور وہاں ٹھہرنے کی مدت میں لوگ مختلف ہوتے ہیں۔‘‘

(شرح مسلم : 156/10)

سوال: کیا عالم سے مسئلہ پوچھنے کے لیے اپنے خلوت کے معاملات بیان کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: اگر کسی کو کوئی دینی راہنمائی درکار ہو، تو وہ جید علما کا رخ کرے، ان سے اپنی پرسنل زندگی بھی ڈسکس کر سکتا ہے۔ وہ باتیں، جو کسی دوسرے سے ذکر کرنا جائز نہ ہوں، وہ شرعی راہنمائی لینے کے لیے عالم دین سے ذکر کر سکتا ہے، تاکہ اسے صحیح راہنمائی دی جا سکے۔ عالم کو بھی چاہیے کہ اللہ سے ڈر کر اس کی راہنمائی کرے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے رازوں کو افشاں نہ کرے۔

❀ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهٗ : يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُونَهٗ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلٰى أَهْلِهٖ، جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ : يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ : لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ

الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ : وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ : فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ : كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

’’سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو جا کر پوچھا: اے عاصم! اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے، تو کیا اس مرد کو قتل کر دے کہ جواب میں لوگ بھی اسے قتل کر دیں یا پھر کیا کرے؟ عاصم! اس بابت آپ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال تو کریں! تو عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سوال ناپسند کیے اور انہیں معیوب جانا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا، وہ عاصم رضی اللہ عنہ پر گراں گزرا۔ جب عاصم رضی اللہ عنہ گھر واپس گئے تو ان کے عویمر رضی اللہ عنہ آ گئے، عرض کیا: عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا؟ عاصم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ میرے ساتھ کبھی بھلا نہیں کریں گے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پوچھے گئے سوال

کو ناپسند فرمایا ہے، تو عویمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں جب تک سوال کا جواب نہ پوچھ لوں، باز نہیں رہوں گا۔ تو عویمر رضی اللہ عنہ گئے اور لوگوں کی جھرمٹ میں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے، تو کیا اسے قتل کر دے کہ جواب میں لوگ بھی اسے قتل کر ڈالیں، یا وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اور آپ کی بیوی کے بارے وحی نازل ہوئی ہے، جائیے اور اسے بھی لے کر آئیے۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں نے لعان کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود لوگوں میں میں بھی تھا، جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: اللہ کے رسول! اگر میں اسے اپنے عقد میں رکھوں تب تو میں جھوٹا ہوں گا، لہٰذا عویمر رضی اللہ عنہ حکمِ نبوی سے پہلے ہی اسے تین طلاقیں دے دیں۔''

(صحيح البخاري: 5259، صحيح مسلم: 1492)

سوال: کیا حاجی اپنے ہدی کا گوشت کھا سکتا ہے؟

جواب: جب ہدی قربان ہو جائے، تو حاجی اس میں سے کھا سکتا ہے۔ حاجی اس جانور کا گوشت نہیں کھا سکتا، جسے اس نے دَم کے طور پر ذبح کیا ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾

(الحجّ: ٣٦)

''پھر جب ان کے پہلو گر جائیں (ذبح ہو جائیں) تو ان سے خود بھی کھاؤ اور

سفید پوش غریبوں اور فقیروں کو بھی کھلاؤ۔“

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى إِبَاحَةِ الْأَكْلِ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ إِذَا بَلَغَ مَحِلَّهٗ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ جب نفلی ہدی کا جانور قربان گاہ پہنچ جائے، تو اس کا گوشت کھانا مباح ہے۔“

(التّمهيد : 113/2)

سوال: کیا محرم عورت سے مصافحہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: محرم عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ یاد رہے کہ کسی محرم یا غیر محرم عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا جائز نہیں۔ یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

❁ سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلّٰى، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے، (نبی رضی اللہ عنہما کی نواسی) اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جب رکوع کو جاتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو نیچے اُتار دیتے اور جب رکوع سے اٹھتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو بھی اٹھا لیتے۔“

(صحيح البخاري : 5996)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلٰى عَاتِقِهٖ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا .

''ایک دفعہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ نے اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا، اُمامہ کی ماں نبی کریم ﷺ کی بیٹی زینب ہیں۔ وہ چھوٹی بچی تھیں، جنہیں آپ ﷺ نے اپنے کندھے پر سوار کیا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، تو اُمامہ آپ ﷺ کے کندھوں پر ہی تھیں، آپ ﷺ رکوع جاتے، تو امامہ کو نیچے اُتار دیتے اور اُٹھتے، تو واپس کندھوں پر بٹھا لیتے، نماز مکمل ہونے تک آپ ﷺ ایسا ہی کرتے رہے۔''

(سنن أبي داود : 918، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ لَمْسَ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ لَا يُنْقِضُ الْوُضُوءَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ محرم عورتوں کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔''

(أعلام الحديث :421/1)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۹۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بغیر تحقیق کے فتویٰ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: فتویٰ دیتے وقت قرآن، حدیث اور اجماع اُمت کا علم ہونا ضروری ہے، جس شخص کو ان نصوص کا علم وافر نہیں ہے، اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ وہ سائل کو بڑے عالم اور مفتی کی طرف راہنمائی کر دے، یہی اس کی ذمہ داری ہے، فتویٰ دینا اس کی ذمہ داری نہیں، کیونکہ فتویٰ انتہائی حساس معاملہ ہے، اس میں شرعی نقطہ نظر کو بھی دیکھنا ہوتا ہے اور سائل اور مستفتی کی حالت کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ اگر کسی نے بغیر تحقیق کیے یا جان بوجھ کر غلط فتویٰ دے دیا، تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

ذِكْرُ تَحْرِيمِ الْإِفْتَاءِ فِي دِينِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَذِكْرُ الْإِجْمَاعِ عَلٰى ذٰلِكَ.

”اس بات کا ذکر کہ دینی مسائل میں بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے اور اس کی حرمت پر اجماع ہے۔“

(إعلام الموقعين : 126/2)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا

حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾(النّحل : ١١٦)

''ہر چیز کو اپنی صواب دید سے حلال یا حرام نہ کرلیا کرو، یہ اللہ پر جھوٹ ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(البقرة : ٨٠)

''وہ (یہود) کہتے ہیں کہ ہم گنتی کے چند دن آگ میں جلیں گے، (اے نبی!) کہہ دیجیے! کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی نہ کرے؟ یا بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ بولتے ہو؟''

معلوم ہوا کہ دینی احکام و مسائل میں بغیر دلیل کے بات کرنا اللہ پر بہتان و افترا ہے۔ اس کو اللہ پر جھوٹ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

''اس چیز کا پیچھا مت کریں، جس کا آپ کو علم نہیں۔''

مفتی کو چاہیے کہ ہر مسئلہ میں کلام کرنے سے گریز کرے، جس مسئلہ پر شرح صدر نہ ہو، اس میں فتویٰ نہ دے، ورنہ فتویٰ کا وبال اس پر ہو گا۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾(النّجم : ٢٣)

''یہ لوگ محض ظن اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔''

نفس کی پیروی میں فتویٰ نہیں دینا چاہیے، بلکہ کتاب وسنت، اجماع اُمت اور سلف صالحین کے علم وعمل کے مطابق فتویٰ دینا چاہیے۔فتویٰ میں احوال وظروف کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَآَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (المائدة : ٧٧)

''نبی! اہل کتاب سے کہہ دیجئے، دین میں غلومت کریں اوران گمراہوں کی خوہشات پر نہ چلیں، جوخود گمراہ ہیں اور بہت سے انسانوں کو راہ حق سے بھٹکانے کا سبب ہیں، یہ لوگ خیر سے دور ہو چکے ہیں۔''

❁ نیز فرمان خداوندی ہے:

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عَلْمٍ﴾(الأنعام : ١١٩)

''بہت سے لوگ محض جہالت کی بنا پر نفسانی خواہشات کے ذریعے گمراہی پھیلاتے ہیں۔''

دین میں بغیر علم کے بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔لہٰذا فتویٰ نویسی میں علم نبوت پر

انحصار اور دار و مدار ہونا چاہیے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَحْمِلُوْا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ (النّحل : ٢٥)

”تاکہ وہ روزِ قیامت اپنے اور ان کے گناہوں کا بار اٹھائیں، جنہیں بغیر علم کے گمراہ کیا، خبردار! گناہوں کا بار بہت برا ہوگا۔“

جس نے جان بوجھ کر یا بغیر تحقیق کے فتویٰ دیا اور کسی شخص کی غلط راہنمائی کی، وہ قیامت کے دن اپنے فتوؤں کا بوجھ اٹھائے گا، کیونکہ اس نے ایک شرعی مسئلہ کی ذمہ داری اٹھائی تھی، مگر اس ذمہ داری میں کوتاہی سے کام لیا اور سائل کی غلط راہنمائی کی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أُفْتِيَ بِفُتْيَا غَيْرَ ثَبَتٍ، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ.

”جس شخص کو بغیر تحقیق کے (غلط) فتویٰ دیا گیا، تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔“

(سنن ابن ماجه : 53، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے)

چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ أَفْتٰى فُتْيَا يَعْمٰى عَنْهَا، فَإِنَّمَا إِثْمُهَا عَلَيْهِ .

''جس نے (جانتے بوجھتے) بغیر علم کے (غلط) فتویٰ دیا، تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔''

(مسند إسحاق بن راهويه : 335، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَفْتَى النَّاسَ بِكُلِّ مَا يَسْأَلُونَهٗ فَهُوَ مَجْنُونٌ .

''جو شخص لوگوں کے ہر ہر سوال پر فتویٰ دے دیتا ہے، وہ دیوانہ ہے۔''

(المُعجم الكبير للطُبراني : 188/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عقبہ بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ أَرْبَعَةً وَثَلَاثِينَ شَهْرًا فَكَثِيرًا مَا كَانَ يُسْأَلُ فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي .

''میں چونتیس مہینے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ بہت سے سوالوں کے جواب میں فرماتے: میں نہیں جانتا۔''

(جامع بَيان العلم وفضلهٖ لابن عبد البر : 1585، وسندهٗ صحيحٌ)

بغیر علم اور تحقیق کے فتویٰ دینا بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے جہالت کی موت بہتر ہے، کیونکہ کم سے کم اس غلط فتویٰ کی بابت سوال تو نہ ہوگا۔

✿ فقیہ مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَـأَنْ يَّعِيشَ الرَّجُلُ جَاهِلًا بَعْدَ أَنْ يَعْلَمَ حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ .

''یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض وواجبات کا علم حاصل کرنے کے بعد جاہل (عامی) بن کر زندگی گزارے یہ اس کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ (دین میں) ایسی بات کرے، جس کا اسے علم ہی نہیں۔''

(سنن الدّارمي : 112، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَـأَنْ يَّمُوتَ الرَّجُلُ جَاهِلًا خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ .

''اگر کوئی شخص جاہل مر جائے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی بات کہہ دے، جس کا اس کے پاس علم ہی نہیں۔''

(المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 804، وسندهٗ حسنٌ)

✿ امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ (۱۴۴ھ) بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ لَا يَكَادُ يُفْتِي فُتْيَا وَلَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا قَالَ : اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِي وَسَلِّمْ مِنِّي .

''امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جب کبھی فتویٰ دیتے یا (دین کے بارے میں)

کوئی بات کرتے، تو یہ دعا کرتے: ''اللہ! تو مجھے محفوظ رکھنا اور (دوسروں کو) مجھ سے محفوظ رکھنا۔''

(التّاريخ الكبير للبُخاري : 511/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كُنَّا عِنْدَ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ جِئْتُكَ مِنْ مَّسِيرَةِ سَتَّةِ أَشْهُرٍ، حَمَلَنِي أَهْلُ بِلَادِي مَسْأَلَةً أَسْأَلُكَ عَنْهَا قَالَ : فَسَلْ، قَالَ : فَسَأَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَشْيَاءَ فَقَالَ : لَا أُحْسِنُ، قَالَ : فَقَطَعَ بِالرَّجُلِ كَأَنَّهٗ قَدْ جَاءَ إِلٰى مَنْ يَعْلَمُ كُلَّ شَيْءٍ قَالَ : وَأَيُّ شَيْءٍ أَقُولُ لِأَهْلِ بِلَادِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ : تَقُولُ لَهُم قَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : لَا أُحْسِنُ .

''ہم مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے کہ ایک آدمی آکر کہنے لگا۔ اے ابوعبداللہ! میں آپ کے پاس چھ ماہ کی مسافت طے کرکے آیا ہوں۔ میرے علاقے والوں نے مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے، جی پوچھیے۔ تو اس آدمی نے کچھ مسائل پوچھے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے اس کے متعلق کچھ بہتر معلوم نہیں ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آدمی کی امیدیں دھری کی دھری رہ گئیں، کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس نے ایک ایسے محدث کی طرف سفر کیا ہے، جو ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور کہنے لگا: میں اپنے علاقے والوں کو واپس جا کر کیا جواب دوں؟ امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے۔ آپ انہیں جا کر کہنا کہ

مالک بن انس (رحمہ اللہ) کو ان سوالات کا بخوبی علم نہیں ہے۔''

(تقدمة الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم، ص 18، وسندهٗ صحيحٌ)

فتویٰ دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، فتویٰ ایک اہم ذمہ داری ہے، اس کے وبال سے بچنا چاہیے، اس لیے بعض ائمہ نصیحت کرتے تھے کہ جتنا ہو سکے فتویٰ سے بچ کر رہیں، تاکہ فتویٰ دینے میں اگر جلد بازی کر بیٹھے اور غلط فتویٰ دے دیا، تو اس کا وبال ہم پر نہ آئے۔

❀ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ : انْطَلِقْ فَأَفْتِ النَّاسَ وَأَنَا لَكَ عَوْنٌ قَالَ : قُلْتُ : لَوْ أَنَّ هٰذَا النَّاسَ مِثْلُهُمْ مَرَّتَيْنِ لَأَفْتَيْتُهُمْ قَالَ : انْطَلِقْ فَأَفْتِ النَّاسَ فَمَنْ جَاءَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا يُعْنِيهِ فَأَفْتِهٖ، وَمَنْ سَأَلَكَ عَمَّا لَا يُعْنِيهِ فَلَا تُفْتِهٖ، فَإِنَّكَ تَطْرَحُ عَنْ نَفْسِكَ ثُلُثَيْ مُؤْنَةِ النَّاسِ .

''مجھے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چلیے اور لوگوں کو فتویٰ دیجیے، میں آپ کی معاونت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: اگر لوگ دوگنا ہوں، تب بھی میں انہیں فتویٰ دوں گا۔ فرمایا: چلیے اور لوگوں کو فتویٰ دیجیے، جو شخص آپ سے کسی بامقصد چیز کی بابت سوال کرے، اسے فتویٰ دیں اور جو بے مقصد سوال کرے، اسے فتویٰ مت دیجیے، یوں آپ لوگوں (کے سوالوں کا) دو تہائی بوجھ اپنے سے اتار لیں گے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 8/7، حِليَة الأولياء لأبي نُعَيم : 327/3، المَدخَل إلى السّنن الكبرىٰ للبَيْهَقي : 826، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (۱۳۶ھ) بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي ابْنُ خَلْدَةَ وَكَانَ نِعْمَ الْقَاضِي : يَا رَبِيعَةُ إِيَّاكَ أَنْ تُفْتِيَ النَّاسَ فَإِذَا جَاءَكَ الرَّجُلُ يَسْأَلُكَ فَلَا تَكُنْ هِمَّتُكَ أَنْ تُخْرِجَهُ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ، وَلْتَكُنْ هِمَّتُكَ أَنْ تَتَخَلَّصَ مِمَّا سَأَلَكَ عَنْهُ .

''مجھے قاضی امام عمر بن خلدہ رحمہ اللہ نے فرمایا اور وہ کیا ہی اچھے قاضی تھے: ربیعہ! لوگوں کو فتویٰ دینے سے گریز کرنا، جب آپ کے پاس کوئی شخص سوال کرنے آئے، تو آپ کی زیادہ کوشش اس کے مسئلہ کو حل کرنے میں نہیں ہونی چاہیے، بلکہ زیادہ کوشش اس سوال کے جواب نہ دینے میں ہونی چاہیے۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي : 556/1، المَدخل للبيهقي : 823، الفقيه والمُتّفقه للخطيب : 358/2، وسندهٗ صحيحٌ)

کئی دفعہ شریعت میں کوئی کام اصلاً حلال یا حرام ہوتا ہے، مگر مستفتی کی طبیعت اور حالت کو دیکھ کر خاص اس کے لیے شرعی حکم میں ترمیم کر دی جاتی ہے، جو کہ شریعت کی ہی دیگر نصوص کا تقاضا ہوتا ہے، اس سے شریعت کا اصل حکم تبدیل نہیں ہوتا، مثلاً: بالغ مرد کے لیے حکم ہے کہ وہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے، شریعت میں اس کے لیے مسجد جانا واجب ہے، مگر ایک شخص جو ظاہری طور پر بالکل تندرست ہے اور مسجد میں حاضر بھی ہو سکتا ہے، لیکن اسے کوئی وبائی مرض لاحق ہے، جو لوگوں سے میل جول سے پھیلتا ہے، اب مفتی اس کے لیے عمومی شرعی نصوص کو مدنظر رکھ کر فتویٰ دیتا ہے کہ وہ مسجد میں حاضر نہ ہو، بلکہ گھر میں نماز پڑھے، یہ فتویٰ اس خاص شخص کے حق میں بالکل صحیح ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مفتی کہے کہ جو شخص مسجد جانے کی استطاعت رکھتا ہے، خواہ اسے وبائی مرض لاحق ہو، تب بھی وہ لازمی

طور پر مسجد جائے، تو یہ فتویٰ غیر محتاط ہوگا، کیونکہ اس نے مسجد جانے کا عمومی حکم تو بیان کر دیا، مگر مریض کی حالت کو مدنظر نہیں رکھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، أَجْنَبَ فِي شِتَاءٍ، فَسَأَلَ فَأُمِرَ بِالْغُسْلِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا لَهُمْ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ ثَلَاثًا قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الصَّعِيدَ أَوْ التَّيَمُّمَ طَهُورًا .

''ایک آدمی سردی کے موسم میں جنبی ہو گیا۔ اس نے مسئلہ پوچھا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا، تو مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو برباد کرے، انہوں نے اسے مار ڈالا (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی) اللہ نے مٹی یا تیمّم کو تمھارے لیے طہارت (پاکیزگی) کا ذریعہ بنایا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 1/380، سنن ابن ماجه : 572، سنن الدّارقطني : 191,190/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۲۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۷۳)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۶۵/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْعِلْمِ أَنَّهٗ عَابَهُمْ بِالْفَتْوٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ وَأَلْحَقَ بِهِمُ الْوَعِيدَ بِأَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ وَجَعَلَهُمْ فِي الْإِثْمِ قَتَلَةً لَهٗ .

''اس حدیث میں علمی نکتہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے بغیر علم فتویٰ دینے کو معیوب جانا، انہیں وعید سنائی، ان کے لیے بددعا کی اور انہیں اِس قتل پر گناہ گار ٹھہرایا۔'' (مَعالِم السّنن :104/1)

صحابہ کرام نے اجتہاد کرتے ہوئے اسے غسل کرنے کا حکم دیا، مگر یہ اجتہاد کتاب وسنت کی نصوص پر مبنی نہ تھا، جس پر نبی کریم ﷺ انہیں گناہ گار قرار دیا۔ صحابہ تو مغفور ہیں، لہٰذا اب اگر کوئی کتاب وسنت کی نصوص کے بغیر اجتہاد کرے، تو وہ مذموم ہے اور وہ اس وعید میں داخل ہے، پھر وہ شخص کس قدر گناہ گار ہوگا، جو کتاب وسنت کی واضح نصوص کے خلاف فتویٰ دیتا ہے!

اگر کسی معتبر عالم اور مفتی نے کتاب وسنت کی نصوص میں خوب غور وفکر کر کے فتویٰ دیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ میرا فتویٰ غلط ہے، یا اسے بعد میں ایسی نص کا علم ہو گیا، جو فتویٰ کے بالکل خلاف ہے، تو مفتی کو چاہیے کہ فوراً فتویٰ سے رجوع کر لے، یہی اس کا اخلاقی اور علمی تقاضا ہے، اہل حق کا ہمیشہ سے یہی وظیفہ رہا ہے کہ وہ اپنی غلطی ظاہر ہونے پر فوراً حق کی طرف رجوع کرتے ہیں، انا پرستی اور فرقہ پرستی کا شکار نہیں ہوتے، یہی شرعی تقاضا ہے اور اسی میں مفتی، مستفتی اور اسلام کی خیر خواہی ہے۔ فتویٰ انتہا سوچ سمجھ کر دینا چاہیے کہ یہ ایک مذہبی فریضہ ہے، جس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں۔

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

الْعَجَلَةُ فِي الْفَتْوٰى نَوْعٌ مِّنَ الْجَهْلِ وَالْخُرْقِ.

''فتویٰ دینے میں جلدی کرنا ایک قسم کی جہالت اور بیوقوفی ہے۔''

(المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 817، وسندهٗ حسنٌ)

فتویٰ انتہائی محتاط ذمہ داری ہے۔اس لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس قرآن، حدیث، آثار صحابہ سمیت دیگر علوم کا وافر علم ہو، اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو، جس کا حل اسے کوشش کے باوجود قرآن، حدیث، اجماع اور آثار میں نہ ملے، تو وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دے سکتا ہے، مگر جیسے ہی اسے کتاب وسنت کی کوئی نص معلوم ہو، تو اپنی رائے سے رجوع کرے، یہی اہل حق کا شیوہ ہے۔

اگر کسی رائے یا اجتہاد کے مخالف حدیث رسول کا علم ہو جائے، تو رائے کو ترک کرنا اور حدیث رسول کو حرزِ جاں بنانا واجب ہے۔

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوَاجِبُ عَلٰى كُلِّ مَنْ بَلَغَهٗ أَمْرُ الرَّسُولِ وَعَرَفَهٗ، أَنْ يُّبَيِّنَهٗ لِلْأُمَّةِ وَيَنْصَحَ لَهُمْ، وَيَأْمُرَهُمْ بِاتِّبَاعِ أَمْرِهٖ وَإِنْ خَالَفَ ذٰلِكَ رَأْيٌ عَظِيمٌ مِنَ الْأُمَّةِ، فَإِنَّ أَمْرَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُّعَظَّمَ وَيُقْتَدٰى بِهٖ مِنْ رَأْيِ مُعَظَّمٍ، قَدْ خَالَفَ أَمْرَهٗ فِي بَعْضِ الْأَشْيَاءِ خَطَأً، وَمِنْ هُنَا رَدَّ الصَّحَابَةُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى كُلِّ مَنْ خَالَفَ سُنَّةً صَحِيحَةً، وَرُبَّمَا أَغْلَظُوا فِي الرَّدِّ، لَا بُغْضًا لَّهٗ؛ بَلْ هُوَ مَحْبُوبٌ عِنْدَهُمْ، مُعَظَّمٌ فِي نُفُوسِهِمْ؛ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ، وَأَمْرَهٗ فَوْقَ أَمْرِ كُلِّ مَخْلُوقٍ، فَإِذَا تَعَارَضَ أَمْرُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمْرُ غَيْرِهٖ فَأَمْرُ الرَّسُولِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلٰى أَنْ يُقَدَّمَ وَيُتَّبَعَ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ تَعْظِيمُ مَنْ خَالَفَ أَمْرَهٗ لِأَنَّهٗ كَانَ مَغْفُورًا لَّهٗ؛ بَلْ ذٰلِكَ الْمُخَالِفُ الْمَغْفُورُ لَهٗ لَا يَكْرَهُ أَنْ يُخَالَفَ أَمْرُهٗ إِذَا ظَهَرَ أَمْرُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِهٖ؛ بَلْ يَرْضٰى بِمُخَالَفَةِ أَمْرِهٖ وَمُتَابَعَةِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ظَهَرَ أَمْرُهٗ بِخِلَافِهٖ .

''جسے رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچے اور وہ اسے جان لے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسے امت پر واضح کرے اور ان کی خیر خواہی کرے، انہیں حکم رسول کے اتباع کا حکم دے، خواہ امت کی بہت بڑی شخصیت کی رائے اس کے خلاف ہو، کیونکہ کسی بھی شرعی معاملہ میں بڑی شخصیت کی مبنی بر خطا رائے کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حکم زیادہ لائق تعظیم اور لائق اتباع ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام اور بعد والے اہل علم نے ہر اس شخص کا رد کیا، جس نے سنت کی مخالفت کی، بسا اوقات تو رد کرنے میں سختی بھی کی، ایسا انہوں نے بغض یا نفرت کی بنا پر نہیں کیا، بلکہ وہ شخصیت ان کے ہاں محبوب اور قابل قدر تھی، مگر انہیں رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ محبوب تھے اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا حکم ہر ایک کے حکم پر فائق تھا، لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کا حکم اور کسی اُمتی کا حکم باہم معارض ہوں، تو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مقدم اور قابل اتباع ہے۔ اس سے اس شخص کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آئے گا، جس نے رسول اللہ ﷺ

کے مخالف حکم دیا ہے، کیونکہ اس کی (اجتہادی) خطا معاف ہے، بلکہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا حکم رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے، تو اپنی مخالفت کو ناپسندیدہ نہیں کرے گا، بلکہ اپنی مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی موافقت پر راضی ہو جائے گا۔‘‘

(مَجموع رسائل ابن رجب :245/1)

❁ قاضی شریح بن حارث کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَيْهِ : إِنْ جَاءَ كَ شَيْءٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَاقْضِ بِهٖ وَلَا تَلْفِتْكَ عَنْهُ الرِّجَالُ، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَانْظُرْ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاقْضِ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَخُذْ بِهٖ، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ أَحَدٌ قَبْلَكَ، فَاخْتَرْ أَيَّ الْأَمْرَيْنِ شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ بِرَأْيِكَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَتَقَدَّمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَتَأَخَّرَ، فَتَأَخَّرْ، وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ .

’’سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک خط لکھا، جس کے مندرجات یہ تھے: اگر آپ کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے، جس کے بارے میں کتاب اللہ

میں کوئی بیان ہو، تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور اس بارے میں لوگوں کی آراء کی طرف التفات نہ کیجئے۔ اگر آپ کے پاس کتاب اللہ کا کوئی بیان نہ ہو، تو سنت رسول میں غور کیجئے اور اس کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو، جس کے بارے میں نہ قرآن کریم میں کوئی صراحت ہو، نہ سنت رسول میں، تو دیکھیں کہ اس بارے میں لوگوں کا کوئی اجتماعی فیصلہ ہو، اگر ایسا ہو، تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجئے، اگر مسئلہ ایسا ہو، جس کے بارے میں قرآن کریم اور سنت رسول میں کوئی صراحت نہ ہو اور آپ سے پہلے کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی ہو، تو دو کاموں میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں، چاہیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کر کے آگے بڑھ جائیں اور چاہیں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ پیچھے ہٹنا میرے خیال میں آپ کے لیے بہتر ہے۔''

(سنن الدّارمي :60/1، مصنّف ابن أبي شيبة : 22990، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلَ عَنِ الشَّيْءِ، فَإِنْ كَانَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ بِهٖ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ بِهٖ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ اجْتَهَدَ رَأْيَهٗ .

''جب (مفتی سے) کسی چیز کے بارے میں سوال ہو، تو (وہ دیکھے کہ) اگر اس کا ذکر کتاب اللہ (قرآن وحدیث) میں ہے، تو اس کے مطابق فتویٰ دے

دے، اگر اس کا ذکر قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں نہیں ہے، مگر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، تو اس کے مطابق جواب دے دے، اگر اس مسئلہ کا حل قرآن کریم، حدیث رسول اور سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی آراء میں نہیں ہے، تو (کتاب وسنت کی عمومی نصوص میں) اجتہاد کر اپنی رائے پیش کر دے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 22994، الفقيه والمُتفقه للخطيب :498/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک اچھے عالم کی نشانی یہی ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں رائے زنی نہیں کرتا، اگر اسے کسی مسئلہ پر شرح صدر ہے، تو اس کا جواب دے دیتا ہے، ورنہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، یا سائل کی کسی معتبر اور بڑے عالم کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔

❁ ابو سہیل نافع بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَلَى امْرَأَتِي اعْتِكَافُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَسَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعِنْدَهُ ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ : قُلْتُ عَلَيْهَا صِيَامٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : لَا يَكُونُ اعْتِكَافٌ إِلَّا بِصِيَامٍ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : أَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَعَنْ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَ : لَا؟ قَالَ : فَعَنْ عُمَرَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَعَنْ عُثْمَانَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ عُمَرُ : مَا أَرٰى عَلَيْهَا صِيَامًا، فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ طَاوُسًا وَعَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، فَسَأَلْتُهُمَا، فَقَالَ طَاوُسٌ : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا، لَا يَرٰى عَلَيْهَا صِيَامًا إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهٗ عَلٰى نَفْسِهَا، قَالَ: وَقَالَ عَطَاءٌ: ذٰلِكَ رَأْيِي.

”میرے بیوی نے نذر مانی تھی کہ وہ مسجد حرام میں تین دن اعتکاف کرے گا، تو میں نے امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا، وہاں امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے، میں نے پوچھا: کیا میری بیوی پر (اعتکاف کے ساتھ ساتھ) روزہ رکھنا بھی ضروری ہے؟ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرمانے لگے: روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔ تو امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے زہری رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا اس بارے میں آپ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے؟ زہری رحمہ اللہ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر ہے؟ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر؟ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر؟ کہا: نہیں۔ تو امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میری رائے یہ ہے کہ اس پر روزے ضروری نہیں۔ (ابو سہیل نافع بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں وہاں سے نکلا، تو امام طاؤس بن کیسان اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے دونوں سے یہی سوال کیا۔ امام طاؤس رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ایسی عورت پر روزے ضروری نہیں، الا کہ اس نے (اعتکاف کے ساتھ ساتھ) روزوں کی بھی نذر مانی ہو۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میری بھی یہی رائے ہے۔“

(سنن الدّارمي: 164، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے صحابہ کرام کی رائے کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ وہ شریعت کی نصوص کو بعد والوں سے بہتر سمجھنے والے تھے۔

مفتی کو چاہیے کہ جس مسئلہ میں علم نہ ہو، تو اس مسئلہ کو کسی بڑے عالم کی طرف لوٹا دے، علم کا یہی اداب ہے۔

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ .

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اوران سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان سے پوچھیے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم : 276)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهُ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ .

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذکار : 220/1)

ذرا دیکھئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح علمی تقاضوں کو پورا کیا، جس مسئلہ میں انہیں علم نہ تھا، اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا دیا کہ وہ اس مسئلہ میں بہتر معلومات رکھتے ہیں۔ علم کا یہی ادب ہے، جس سے ہر مفتی اور عالم آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیے۔

❁ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو فرمایا:

مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا .

''میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ اس کی علامات بتا دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4777، صحيح مسلم : 9)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّهُ يَنْبَغِي لِلْعَالِمِ وَالْمُفْتِي وَغَيْرِهِمَا إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ : لَا أَعْلَمُ، وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُهُ بَلْ يُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰى وَرَعِهٖ وَتَقْوَاهُ وَوُفُورِ عِلْمِهٖ .

''اس حدیث سے استنباط کیا گیا ہے کہ عالم اور مفتی وغیرہ سے جب ایسا سوال پوچھا جائے، جس کا انہیں جواب معلوم نہ ہو، تو صراحت کے ساتھ کہہ دیں کہ ہمیں معلوم نہیں، اس سے شان میں کمی واقع نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو ان کے کمال ورع و تقویٰ اور وسیع علم کی دلیل ہے۔''

(شرح مسلم :1/158)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَسِيبٍ، إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :

سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، فَقَالَ : مَا رَأْيُكُمْ إِلَيْهِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ، فَقَالُوا : سَلُوهُ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحٰى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ مَقَامِي فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ، قَالَ : ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ العِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾(بني إسرائيل : ٨٥)

''ایک دفعہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک کھیت میں تھا، آپ ﷺ نے کھجور کی چھڑی پر ٹیک لگائی ہوئی تھی، اسی اثنا کچھ یہودی گزرے، ایک دوسرے سے کہنے لگے: ان (نبی کریم ﷺ) سے روح کے بارے پوچھو، اس بارے آپ کی کیا رائے ہے؟ کچھ کہنے لگے: وہ (نبی) کہیں تمہیں ایسا جواب نہ دے کہ جو تمہیں برا لگے، کہنے لگے: چلو سوال کرتے ہیں، تو انہوں نے روح کے متعلق سوال کیا، تو نبی کریم ﷺ خاموش رہے، کوئی جواب نہ دیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے، میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ العِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بني إسرائيل : ٨٥)''وہ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، جواب دیجئے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے اور تمہیں بہت تھوڑے علم دیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري :4721، صحيح مسلم : 2794)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْفَوَائِدِ ...... وَالتَّوَقُّفُ عَنِ الْجَوَابِ بِالْاجْتِهَادِ لِمَنْ يَتَوَقَّعُ النَّصَّ.

''اس حدیث میں کئی علمی فوائد ہیں؛...... جس مسئلہ میں نص ہونے کی امید ہو، وہاں اپنے اجتہاد سے جواب نہیں دینا چاہیے۔''

(فتح الباري : 404/8)

۞ ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو مُوسٰى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ : لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ : لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسٰى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ : لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت میں حصے کے بارے سوال ہوا، تو فرمایا: نصف بیٹی کے لیے اور نصف بہن کے لیے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھئے، وہ بھی میری ہی موافقت کریں گے، تو سیدنا ابن

مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب بھی بتایا گیا، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتگان میں نہ رہوں گا، میں اس بارے وہی فیصلہ دوں گا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنایا تھا: بیٹی کا نصف، پوتی کا دو تہائی کو پورا کرتے ہوئے چھٹا حصہ ہے اور جو باقی بچ جائے وہ بہن کا حصہ ہے۔ پھر ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ سنایا، تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب تک آپ میں یہ علم کا سمندر موجود ہے، مجھ سے سوال نہ پوچھا کریں۔''

(صحيح البخاري : 6736)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ الْعَالِمَ يَجْتَهِدُ إِذَا ظَنَّ أَنْ لَا نَصَّ فِي الْمَسْأَلَةِ وَلَا يَتَوَلَّى الْجَوَابَ إِلٰى أَنْ يَبْحَثَ عَنْ ذٰلِكَ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جب عالم کو یقین ہو کہ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں ہے، تو وہ اجتہاد کرلے اور جب تک پوری تحقیق نہ کرلے، جواب کی ذمہ داری قبول نہ کرے۔''

(فتح الباري : 17/12)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَكْثَرَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ قِيلَ : وَمَا بَرَكَاتُ الْأَرْضِ؟ قَالَ : زَهْرَةُ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ : هَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَصَمَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَعَلَ يَمْسَحُ عَنْ جَبِينِهٖ، فَقَالَ : أَيْنَ السَّائِلُ؟ قَالَ : أَنَا ـ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : لَقَدْ حَمِدْنَاهُ حِينَ طَلَعَ ذٰلِكَ ـ قَالَ : لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ، إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرَةِ، أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَاجْتَرَّتْ وَثَلَطَتْ وَبَالَتْ، ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ، وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلْوَةٌ، مَنْ أَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ، وَوَضَعَهٗ فِي حَقِّهٖ، فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ، وَمَنْ أَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ .

’’مجھے آپ پر سب سے بڑا اندیشہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے زمین کی برکات نکال دے گا۔ پوچھا گیا : زمین کی برکات سے مراد؟ فرمایا : دنیا کی زیب وزینت۔ایک شخص نے عرض کیا : کیا کسی خیر سے شر بھی پھیلتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے، حتی کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ اب آپ پر کوئی وحی نازل ہونے والی ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے ماتھے سے پسینہ صاف کیا اور سوال کرنے والے کے بارے پوچھا، کہنے لگا : میں ادھر ہوں۔اس شخص کی ہم تعریف کرتے تھے کہ اس کی وجہ سے ہمیں سوال کا جواب مل گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا : بھلائی سے بھلائی ہی آتی ہے، بے شک یہ مال سرسبز وشاداب اور میٹھا ہے، موسم ربیع میں جو بھی اگتا ہے، وہ لالچی کو ہلاک کر دیتا ہے یا ہلاکت

کے قریب کر دیتا ہے، سوائے اس جانور کے جو اتنا سیر ہو کر چارہ کھائے کہ اس کی کوکھیں بھر جائیں، پھر سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کرے، گوبر اور پیشاب کر دے، پھر دوبارہ چارہ کھائے۔ یہ مال خوش ذائقہ ہے، جس نے اسے جائز طریقے سے حاصل کیا اور جائز جگہ خرچ کیا، تو یہ مال اس کے لیے بہترین مددگار ہے۔ اور جس نے اسے ناجائز ذرائع سے حاصل کیا، وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا تو ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 6427، صحيح مسلم : 1052)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَفَادُ مِنْهُ تَرْكُ الْعَجَلَةِ فِي الْجَوَابِ إِذَا كَانَ يَحْتَاجُ إِلَى التَّأَمُّلِ.

''حدیث میں فائدہ ہے کہ جب جواب میں غور و فکر مطلوب ہو، تو جواب میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔''

(فتح الباري : 248/11)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۰۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک شخص ساری زندگی شرک کرتا رہا، غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا تھا، ان کے نام کی نذر و نیاز دیتا تھا اور غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتا تھا، پھر وہ شخص فوت ہو گیا، تو کیا ایسے مشرک کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): مذکورہ اعمال کرنے والا عملی مشرک ہے، اس کا شرک واضح ہے، ایسا مشرک اگر بغیر توبہ کیے فوت ہو جائے، تو اس کے لیے استغفار بھی نہیں، چہ جائیکہ اس کی طرف سے حج کیا جائے۔ راجح قول کے مطابق کسی صحیح العقیدہ مسلمان میت کی طرف سے بھی حج نہیں کیا جا سکتا، البتہ نذر وغیرہ کا حج کیا جا سکتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

(التّوبة : ۱۱۳)

''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ، فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ،

فَقَالَ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

''نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولا دیا، فرمایا: میں نے اپنے رب سے ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی، البتہ قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، تو اجازت دے دی، لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کریں، یہ موت یاد دلاتی ہیں۔''

(صحیح مسلم : 976)

معلوم ہوا کہ جس کی موت حالت شرک میں ہو، اس کے لیے دعائے مغفرت یا کوئی بھی ایسا عمل کرنا جائز نہیں، جس سے گناہوں کی معافی مطلوب ہو۔

سوال: توکل کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر فرض کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کریں، اللہ پر توکل کا مطلب ہے کہ اپنے ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کو تفویض (سپرد) کر دینا۔ اللہ پر توکل کرنا ایمان کی اصل ہے، یہ فرض و واجب ہے۔ البتہ توکل کے درجات مختلف ہیں۔

یاد رہے کہ ظاہری اسباب کو بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں، بلکہ بسا اوقات ان اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ظاری اسباب میں کبھی عبادات وغیرہ شامل ہوتی ہیں، جیسے دعا، نماز، صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی وغیرہ اور کبھی مادی اسباب بھی شامل ہوتے ہیں، مثلاً: اگر کسی کو روزی مطلوب ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک تو عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، یہ بھی روزی کے اسباب ہیں، دوسرا یہ کہ زمین میں نکلے،

روزی کی تلاش کے لیے گھر بار کو چھوڑے، اپنے طور پر کوشش کرے۔ البتہ جب اسے روزگار حاصل ہو جائے، تو یہ مت سمجھے کہ یہ روزی مجھے میری کوشش سے ملی ہے، بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسی مالک اور رازق نے ان اسباب کو کارآمد بنایا ہے۔ یہی حقیقی توکل ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾(المائدة : ٢٣)

''اگر تم (حقیقی) مومن ہو، تو اللہ پر ہی توکل کرو۔''

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا

''اگر آپ اللہ تعالیٰ پر اسی طرح توکل کریں، جس طرح توکل کرنے کا حق ہے، تو آپ کو ایسے ہی رزق ملے گا، جیسے پرندوں کو ملتا ہے، وہ صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ لوٹتے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2344، مسند عبد بن حميد : 10، مسند الإمام أحمد : 30/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' امام ابن حبان رحمہ اللہ (٧٣٠) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (٧٨٩٤) نے شیخین کی شرط پر ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: کیا سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حطیم کعبہ میں دفن کیا گیا؟

جواب: اس بارے میں کوئی ثقہ خبر منقول نہیں۔ بے سروپا باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے اور نہ ایسی باتوں کو بغیر تردید کیے نقل کرنا چاہیے۔

سوال: کیا ابلیس ابھی تک زندہ ہے؟

جواب: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے وقت مقررہ تک مہلت عطا کردی، یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی معاملہ ہے، جس میں کئی ایک حکمتیں ہیں۔

بہر حال ابلیس تا حال زندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے ابھی تک زندہ رکھا ہوا ہے، حالانکہ وہ جنات میں سے ہے اور جنات ایک مدت کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، مگر ابلیس کو ابھی تک موت نہیں آئی، اس کی ہلاکت اس وقت ہوگی، جب دنیا کا آخری دن ہوگا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ❁ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ❁ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾(الحِجر : ٣٦۔٣٨، صٓ : ٧٩۔٨١)

''اس (ابلیس) نے کہا: میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے، جب لوگ (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جائیں، اس (اللہ نے) فرمایا، چلو تمہیں مہلت دی، لیکن وقت معلوم (قیامت) کے دن تک۔''

سوال: کیا جنات بھی مرتے ہیں اور وہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں؟

جواب: جنات کی زندگی کو انسانوں سے اوجھل رکھا گیا ہے، یقیناً جنات بھی مرتے ہیں، ان میں بیماریاں ہیں، ان میں بھی بچپن، لڑکپن اور بڑھاپا ہے، لہٰذا زندگی اور موت کا سلسلہ ان میں بھی ہے، اب چونکہ جنات میں بھی مسلمان اور کافر ہیں، تو جس طرح میتوں کو

دفن کرنے یا انہیں جلانے کے متعلق انسانوں میں مسلمانوں اور کافروں کا اختلاف ہے، اسی طرح جنات میں بھی ایسا ہی ہے۔

ہر کوئی اپنے مردوں کے ساتھ اسی طرح کا طریقہ اختیار کرتا ہے، جس دین پر وہ زندگی گزارتا ہے، مثلاً؛ اگر وہ جن مسلمان ہوں گے، تو اپنے مردے کے ساتھ مسلمانوں کی طرح کفن دفن کا بندوبست کریں گے، اگر وہ جنات ہندوؤں میں سے ہیں، تو وہ اپنی میت کو جلائیں گے، جیسا کہ انسانوں میں ہندو کرتے ہیں۔

سوال: کیا فاسق کے لیے رحمت کی دعا کی جا سکتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے، کبیرہ گناہ کا مرتکب فاسق تو ہوتا ہے، مگر کافر نہیں ہوتا۔ لہٰذا موّحد فاسق کے لیے دعائے استغفار اور رحمت کی جا سکتی ہے۔ کتاب وسنت کے بے شمار دلائل اس پر بین دلیل ہیں۔

سوال: ایک شخص پہلے تین خلفاء کا نام لکھے، تو ''رضی اللہ عنہ'' کہتا ہے، لیکن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لکھے، تو ''علیہ السلام'' کہتا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت عظام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا لاحقہ اہل سنت والجماعت کا طریقہ کار نہیں۔ اگرچہ سلامتی کی دعا ہر مسلمان کے لیے کی جا سکتی ہے، مگر ''علیہ السلام'' کا لفظ بطور لاحقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اہل سنت والجماعت کسی صحابی کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا صحابہ کے لیے ''علیہ السلام'' کا لاحقہ استعمال نہیں کرنا چاہیے، البتہ بطور دعا کسی بھی مسلمان کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، لیکن ''علیہ السلام'' کے لیے صرف اہل بیت کو خاص کرنا بے دلیل عمل ہے، جو روافض کی طرف سے جاری کردہ ہے۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ''کرم

اللہ وجہہ“ کا لفظ بھی بے دلیل ہے۔

اس لیے درست یہی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی اسی طرح ”رضی اللہ عنہ“ کے الفاظ کہیں جائیں، جو دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کہے جاتے ہیں۔ ”رضی اللہ عنہ“ بہت بڑا تمغہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو قرآن کریم میں عطا کیا ہے۔

سوال: درج ذیل آیات کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء : ٤٨)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔“

❁ اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدة : ٧٢)

”یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو کبھی نہیں بخشے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾

(طٰہٰ: ۸۲)

’’بلاشبہ میں اس کو خوب بخشنے والا ہوں، جو توبہ کرے، عمل صالح کرے اور ہدایت کی طرف آجائے۔‘‘

جواب: دونوں قسم کی آیات میں کوئی منافات نہیں۔ دراصل پہلی دو آیات کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے، جو شرک کی حالت میں مرجائے اور توبہ نہ کرے، ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے، وہ جنت سے محروم ہے، اللہ تعالیٰ کبھی بھی اس کے شرک کو معاف نہیں کرے گا۔ اسی طرح جس نے شرک کیا اور اسی حال میں فوت ہوگیا، تو اس کے سابقہ تمام نیک اعمال بھی ضائع ہوجائیں گے۔ اس بارے میں دیگر آیات بھی ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(الأنعام: ۸۸)

’’اگر (بالفرض مذکورہ اٹھارہ) انبیا بھی شرک کرتے، تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے۔‘‘

جبکہ تیسری آیت کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے، جو ایک وقت تک شرک کرتا رہا، پھر اس نے موت سے پہلے پہلے توبہ کرلی اور عمل صالح شروع کردیے، اللہ تعالیٰ توبہ و استغفار کی وجہ سے اس کے شرک کو معاف کردے گا، بلکہ تمام گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادے گا۔ یوں تمام آیات میں تطبیق ہوجائے گی۔

سوال: بعض صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر نماز سے بھی افضل ہے، اس پر وہ بطور دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں؛

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾(عنکبوت: ٤٥)

”اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑی شے ہے۔“

اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: کتاب وسنت کے بے شمار دلائل میں بکثرت ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے دل کی زندگی اور طمانیت کا سامان بتایا ہے، اسے سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی افضل قرار دیا ہے، بلکہ میدان مقتل میں دشمن کی گردن مارنے اور شہادت پانے سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ذکر الٰہی کے افضل اور اکبر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

مگر جو استدلال صوفیا نے پیش کیا ہے، وہ بالکل خطا ہے۔ کیونکہ ذکر اللہ کا مفہوم وسیع ہے، نماز کو بھی ذکر الٰہی قرار دیا گیا ہے، بلکہ ساری نماز ہی ذکر الٰہی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾(طٰہٰ : ١٤)

”میرے ذکر (یاد) کے لیے نماز قائم کیجئے۔“

پھر آیت کے جس ٹکڑے سے صوفیا نے استدلال کیا ہے، اس مکمل آیت کو ملاحظہ کریں، تو وہاں بھی نماز کا ذکر کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾(العنکبوت : ٤٥)

”(اے نبی!) آپ کتاب (قرآن) کا وہ حصہ تلاوت کریں، جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، نیز نماز قائم کریں، کیونکہ نماز بے حیائی وفحاشی اور برائی

سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔''

نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا، ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم پنجگانہ نماز شروط وقیوط اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرو گے، تو یہ نماز تمہیں برائیوں اور بے حیائیوں سے بچا لے گی، یعنی تمہارے دل میں جو برائیوں کی طلب اور رغبت ہے، اسے کم کر دے گی یا بالکل ختم کر دے گی، پھر تمہارا دل ذکر الٰہی کے لیے پوری طرح تیار ہو جائے گا اور ذکر الٰہی کی طرف راغب ہو جائے گا۔ ثابت ہوا کہ ذکر الٰہی کا مفہوم وسیع ہے، وہ نماز، دعاؤں، مسنون اذکار اور عام اذکار واوراد سبھی کو شامل ہے۔

معلوم ہوا کہ صوفیا کا مذکورہ بالا آیت سے استدلال بالکل باطل ہے۔ اجماع اُمت میں اس استدلال کوئی حیثیت نہیں۔ کسی کے دل کی صفائی نماز کے بغیر ممکن ہی نہیں، نماز سب سے بڑا اور اہم ذکر ہے۔ اگر کوئی پنجگانہ نماز کی پابندی نہیں کرتا، اس کے دل کی صفائی ممکن نہیں، اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب نہیں ہوسکتا، نیز اس کے ذکر کی کوئی حیثیت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ.

''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) جس نے میرے کسی بھی ولی سے دشمنی کی، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ جن اعمال کے ساتھ میرا بندہ میرا قرب تلاش کرتا ہے، ان اعمال میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ اعمال ہیں، جو میں نے اس

پر فرض کیے ہیں۔ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ (فرائض وواجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ) نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 6502)

سوال: صوفیا کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: غالی اور باطنی صوفیا کافر اور مرتد ہیں، ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر پڑھ لی، تو اس کا اعادہ واجب ہے۔

سوال: وضو کے بعد مسواک کی، دانتوں سے خون نکل آیا، کیا وضو باقی ہے؟

جواب: مسواک یا برش کرنے پر دانتوں سے خون نکل آئے، تو وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: بیمار آدمی نماز کے لیے طہارت کیسے کرے؟

جواب: بیمار آدمی کے لیے طہارت اور نماز کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل ہدایات ہیں:

① اگر پانی استعمال کرسکتا ہے، تو وہ پانی کے ساتھ ہی وضو کرے گا۔

② اگر وہ پانی استعمال نہیں کرسکتا، تو تیمّم کرلے۔

③ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر پاکیزہ مٹی پر ایک مرتبہ دونوں ہاتھ مارے یا ڈھیلوں کو دونوں ہاتھوں پر مَل لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پھونک مارے اور چہرے پر پھیر لے، پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں کے اوپر والے حصے پر پھیر لے، یوں مسنون تیمّم ہو جائے گا اور وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔

④ اگر کوئی مریض خود وضو یا تیمّم نہیں کرسکتا، تو وہ کسی دوسرے شخص کی مدد بھی

لے سکتا ہے۔

⑤ اگر کسی مریض کے اعضائے وضو میں سے کسی عضو پر زخم ہے اور زخم پر پٹی باندھی ہوئی ہے، تو وہ اس عضو کو نہ دھوئے، بلکہ اس پر مسح کر لے، اگر اس نے پٹی نہیں باندھی اور زخم پر پانی لگانے سے نقصان کا اندیشہ ہے، تو وہ زخم کے اردگرد کے حصہ کو دھو لے گا، زخم والے حصہ کو چھوڑ دے گا، کیونکہ وہ اس کا مکلّف نہیں ہے۔

⑥ مریض کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنے جسم کو نجاست سے پاک رکھے، اگر اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں، تو اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی نماز صحیح ہے۔

⑦ مریض کے لیے اپنا لباس پاک رکھنا بھی ضروری ہے، البتہ اگر بیماری کی شدت اور نوعیت کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو، تو اسی لباس میں ہی نماز پڑھ لے گا۔

⑧ اسی طرح مریض کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے، وہ چیز پاک ہو، البتہ اگر اس کا اہتمام کرنا ناممکن ہو، تو اس کے لیے اس کی رخصت ہے۔

⑨ مریض کے لیے اگر ہر نماز کو وقت پر ادا کرنا ممکن ہو، تو اس کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے، البتہ اگر مرض کی شدت اور نوعیت کے لیے اعتبار سے ایسا ممکن نہ ہو، تو وہ دو نمازوں کو جمع کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بیماری کی شدت میں اس سے کئی نمازیں چھوٹ گئیں، جب ہوش میں آئے گا، بقیہ نمازوں کو اکھٹا ادا کر لے گا۔

⑩ اگر مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے، تو کھڑے ہو کر پڑھے، ورنہ بیٹھ کر پڑھ لے، اگر اس کی بھی استطاعت نہیں، تو لیٹ کر پڑھ لے، اگر یہ بھی ممکن نہیں، تو اشاروں سے پڑھ لے۔ اگر کوئی مریض اتنا شدید بیمار ہے کہ جسم کو حرکت بھی نہیں دے

سکتا، ہاتھوں کا اشارہ بھی نہیں کرسکتا، مگر وہ مکمل ہوش میں ہے،تو وہ اسی طرح دل ہی دل میں نماز پڑھ لے،نیت کرے کہ اب وہ قیام میں ہے اور قیام میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے، وہ پڑھے، پھراللہ اکبر کہہ کرنیت کرے کہ وہ رکوع میں ہے اور رکوع کی دعائیں پڑھے، پھراسی طرح پوری نماز ادا کرلے۔

مریض آدمی کے لیے بہت سی رخصتیں ہیں، اسے تندرست آدمی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان تمام پابندیوں کا مکلّف نہیں ٹھہرایا، جو پابندیاں ایک تندرست آدمی پر عائد کی ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : ٢٨٦)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتا۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾(النّساء : ٢٨)

''اللہ تم سے تخفیف اور آسانی کا ارادہ فرماتا ہے، انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

سوال: کیا قتل عمد کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟

جواب: شرک، کفر، قتل، زنا، چوری، ڈکیتی اور اس طرح دیگر کبائر کی صدق دل سے معافی مانگی جائے اور ہمیشہ کے لیے توبہ کی جائے، تو اللہ تعالیٰ ضرور گناہ معاف کردے گا۔ ہر کبیرہ گناہ کی معافی ہے، لیکن معافی کی قبولیت کا انحصار معافی اور توبہ کرنے والے کی نیت اور اخلاص پر ہے۔

بہر حال اگر کوئی شخص جان بوجھ کر قتل کر بیٹھا اور اس نے سچے دل سے توبہ کر لی، تو اللہ

چاہے، تو اس کو معاف کر سکتا ہے اور چاہے تو اس کو قیامت کے دن سزا دے کر معاف کر دے۔ یہ اللہ کی مشیئت پر ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا هُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ .

''اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے (کہ قتل عمد کا گناہ بھی معاف ہو سکتا ہے)۔ اس پر کتاب وسنت (کی نصوص) دلالت کناں ہیں۔''

(المُفهم : 335/7)

سوال: ایک شخص نماز کا ارادہ نہیں رکھتا، کیا اسے وضو کرنے پر اجر ملے گا؟

جواب: وضو اعلیٰ عبادت اور قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز کا ارادہ نہ بھی، تب بھی وضو مستقل عبادت ہے۔ اس کے اپنے الگ سے احکام ومسائل ہیں، اسے نصف ایمان کہا گیا ہے، جو اس کے عبادت ہونے پر واضح دلیل ہے، چونکہ یہ عبادت ہے، تو اس کے لیے نیت بھی شرط ہے۔

اگر کوئی شخص ایسی عبادت کا ارادہ نہیں بھی رکھتا، جس کے لیے وضو مشروع ہے، تب بھی اگر وضو کرے، تو اسے اجر ملے گا، کیونکہ وضو میں بھی اجر ہے، بشرطیکہ وضو کی نیت ہو۔

❀ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ : الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ : الصَّلَاةُ أَمَامَكَ، فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ

الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ.

”رسول اللہ ﷺ عرفہ سے واپس ہوئے، جب (مزدلفہ کے قریب) گھاٹی میں پہنچے، تو نیچے اترے اور پیشاب کیا، پھر خفیف وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ فرمایا: نماز آگے جا کر ادا کرنی ہے۔ آپ ﷺ سوار ہو گئے، پھر جب مزدلفہ پہنچے، تو نیچے اترے اور عمدہ طریقہ سے وضو کیا، پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھائی۔“

(صحيح البخاري: 139، صحيح مسلم: 1280)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي وُضُوئِهِ لِغَيْرِ الصَّلَاةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْوُضُوءَ نَفْسَهُ عِبَادَةٌ وَقُرْبَةٌ وَإِنْ لَمْ يُفْعَلْ لِأَجْلِ الصَّلَاةِ.

”نبی کریم ﷺ کا بغیر نماز کے ارادہ کے وضو کرنا دلیل ہے کہ وضو بذات خود عبادت اور قرب الٰہی کا موجب ہے، اگرچہ وضو کا مقصد نماز کے لیے تیار ہونا نہ بھی ہو (تب بھی وضو پر اجر ملے گا)۔“

(أعلام الحديث: 236/1)

❀ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ.

”وضو نصف ایمان ہے۔“

(صحيح مسلم: 223)

سوال: آدم علیہ السلام کو زمین کے کس حصے پر اتارا گیا۔

(جواب): اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حواء علیہا السلام کو جنت سے زمین پر اتارا۔ اب زمین کے کس حصے پر اتارا، اس کا تعین شرعی دلائل سے ثابت نہیں۔ بعض روایات کے مطابق سیدنا آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اتارا گیا، مگر وہ روایات اُصول محدثین کی روشنی میں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، روایات ملاحظہ ہوں؛

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهُ: وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

”آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔“

(حلية الأولياء للأصبهاني: 107/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر: 437/7)

روایت ضعیف ہے۔ علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی، لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔

❀ اسے حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے غیر معروف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزّوائد: 87/8)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيْلُ .

''اس روایت میں کئی مجہول ہیں۔''

(فتح الباري : 79/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ أَوَّلَ مَا أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ إِلٰى أَرْضِ الْهِنْدِ .

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سرزمین ہند میں اتارا۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 393، 8315، المُستدرك للحاكم : 3994)

روایت ضعیف ہے۔

① عطاء بن سائب مختلط ہیں، عمران بن عیینہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں ہوسکا۔

② عمران بن عیینہ خود وہمی راوی ہے، جس بنا پر اس روایات میں نکارت اور اضطراب پیدا ہوا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

أُهْبِطَ آدَمُ عَلٰى جَبَلٍ بِالْهِنْدِ يُقَالُ لَهٗ نَوْذٌ .

''سیدنا آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں ایک پہاڑ پر اتارا گیا، جس کا نام جبل نود تھا۔''

(طَبقات ابن سعد :1/35، 40)

جھوٹی روایت ہے۔

① ہشام بن محمد بن سائب کلبی ضعیف ومتروک ہے۔

② اس کا باپ محمد بن سائب کلبی متروک وکذاب ہے۔

③ ابو صالح باذام ضعیف و مختلط ہے۔

④ ابو صالح کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

فَإِذَا هُوَ بِأَرْضِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ .

(جب آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا گیا، تو) آپ علیہ السلام نے اچانک دیکھا کہ آپ علیہ السلام ارض ہند و سندھ میں ہیں۔“

(أخبار مكة للأزرقي :39/1)

باطل روایت ہے۔

① ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ضعیف و متروک ہے۔

② مبلغ نامعلوم ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ آدَمَ نَزَلَ حِينَ نَزَلَ بِالْهِنْدِ .

”سیدنا آدم علیہ السلام جب (زمین پر) اترے، تو ارض ہند میں اترے تھے۔“

(تاريخ الطّبري :122/1)

سند ضعیف ہے۔ ابو یحییٰ قتات ضعیف ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَطْيَبُ رِيحٍ فِي الْأَرْضِ الْهِنْدُ، أُهْبِطَ بِهَا آدَمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلِقَ شَجَرُهَا مِنْ رِيحِ الْجَنَّةِ .

”کرہ ارض میں سب سے بہترین حصہ ارض ہند ہے، جہاں آدم علیہ السلام کو اُتارا

گیا تھا، تو وہاں کے درخت جنت کی خوشبو سے جھوم اٹھے۔''

(المُستدرك للحاكم : 3995، البَعث والنّشور للبيهقي : 179)

سند ضعیف ہے۔حمید طویل مدلس ہیں، سماع کا تصریح نہیں کی۔

❁ حمید کی متابعت علی بن زید بن جدعان نے کی ہے۔

(تاريخ الطّبري : 121/1)

علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔لہٰذا متابعت مفید نہیں۔

❁ اس کی دوسری متابعت محمد بن زیاد یشکری نے کی ہے۔

(فضائل مكة للجندي : 109)

جھوٹی سند ہے۔محمد بن زیاد یشکری کذاب ہے۔

❁ اس روایت کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف عبد الرّزّاق : 9118، أخبار مكة للأزرقي : 50/2)

سند ضعیف ہے۔سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا أَهْبَطَ اللّٰه آدمَ أَهْبَطَهٗ بِأَرْضِ الْهِنْدِ وَمَعَهٗ غَرْسٌ مِنْ شَجَرِ الْجَنَّةِ، فَغَرَسَهٗ بِهَا .

''اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو (جنت سے زمین پر) اتارا، تو ارض ہند میں اتارا، آپ علیہ السلام کے پاس جنت کے پودے تھے، تو آپ علیہ السلام نے ہند میں وہ پودے کاشت دیے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 343/13)

سند باطل ہے۔

① نہاس بن قہم ضعیف ومتروک ہے۔

② عسل بن سفیان ضعیف ہے۔

❁ ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أُهْبِطَ آدَمُ إِلَى الْهِنْدِ . ”آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اتارا گیا۔“

(تاريخ الطّبري :121/1)

سند ضعیف ہے۔

① ربیع بن انس سے ابو جعفر رازی بیان کرے، تو روایت ضعیف ہوتی ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ ربیع بن انس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ يَتَّقُونَ حَدِيْثَهٗ، مَا كَانَ مِنْ رِّوَايَةِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْهُ، لِأَنَّ فِيْهَا اضْطِرَابٌ كَثِيْرٌ .

”محدثین اس کی ان روایات سے بچتے ہیں، جو ابو جعفر نے ان سے بیان کی ہیں، کیونکہ ان میں بہت اضطراب ہے۔“

(الثّقات : 228/4)

مذکورہ بالا روایت بھی ربیع بن انس سے عیسیٰ بن ابو عیسیٰ بن ماہان ابو جعفر رازی بیان کر رہا ہے، یہ جرح مفسر ہے، جسے ردّ کرنا جائز نہیں۔

② مبہم راوی ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے منقول ہے:

أُهْبِطَ آدَمُ بِالْهِنْدِ .

”آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اتارا گیا۔“

(سِيرة ابن إسحاق، ص 94)

سند باطل ہے۔ثابت بن ابی صفیہ ابوحمزہ ثمالی ضعیف ومتروک رافضی ہے۔

❁ وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے۔

(العُقوبات لابن أبي الدّنيا : 106)

جھوٹی روایت ہے۔

① مجاشع بن عمرو متروک وکذاب اور وضاع ہے۔

② رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

③ راوی مبہم ونامعلوم ہے۔

❁ قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَكَانَ مَهْبِطُهُ بِأَرْضِ الْهِنْدِ .

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (جنت سے) زمین پر اتارا، تو ارض ہند میں اتارا۔''

(تفسير عبد الرّزّاق : 1911، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ممکن ہے کہ انہوں نے یہ اسرائیلی روایات سے اخذ کیا ہو۔ ایسے معاملات کی خبر بغیر وحی سے نہیں دی جاسکتی، وحی کتاب وسنت کا نام ہے۔سابقہ انبیاء کے متعلق کئی خبریں اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہیں، یہ بھی انہی میں سے ہوسکتی ہے۔

الحاصل:

سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، یہ تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔البتہ زمین کے کس حصے میں اتارے گئے، اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اس باب میں کوئی مرفوع یا موقوف روایت ثابت نہیں۔